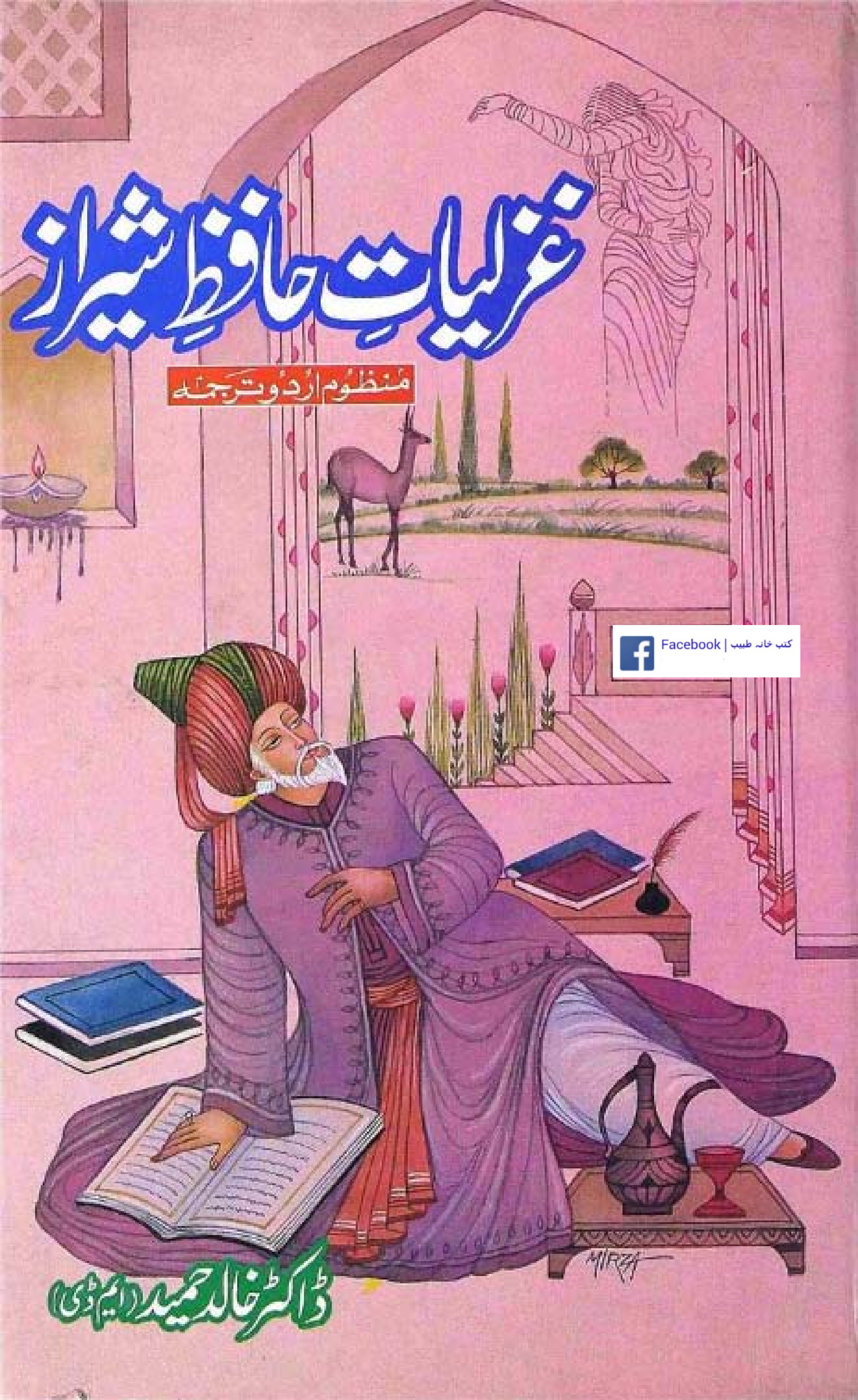


غزلیاتِ حافظِ شیراز

منظوم اردو ترجمہ

ڈاکٹر خالد حمید (ایم ڈی)

غزلیاتِ حافظِ شیراز

منظوم اردو ترجمہ

غزل گفتی و دُر سُفتی بیا و خوش بخواں حافظؔ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

غزلیاتِ حافظِ شیراز

(منظوم اردو ترجمہ)

ڈاکٹر خالد حمید (ایم ڈی)

مطبوعاتِ اقدار

۲۰۷ گھڑیالی بلڈنگ، صدر، کراچی ۳ (پاکستان)

اشاعت ـــــ اوّل (فروری، ۱۹۹۷ء)

طباعت ـــــ فیروز سنز، پرنٹرز، کراچی

سرورق ـــــ دلاور مرزا

تزئین و خطاطی: رشید شاہد

خوش نویسی ـــــ خالد محمود

ناشر ـــــ مطبوعاتِ اقدار، صدر، کراچی ۳ (پاکستان)

مترجم ـــــ ڈاکٹر خالد حمید (ایم ڈی)

6821, PINE CREEK DRIVE

TOLEDO, OHIO (U.S.A) 1275-43617

قیمت (پاکستان) ۲۵۰ روپے

قیمت (غیر ملکی) ۲۰ امریکی ڈالر

والدِ ماجد مولانا عبد المجید خاں (مرحوم)

مُدیر "مولوی" دہلی

اور

اُستادِ مکرم حضرت مُعین احسن جذبی

کے نام

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس

اے مدعی! نزاعِ تو با پردہ دار چیست

عرض و معذرت

بلا شبہ شمسُ الدّین خواجہ حافظ شیرازی صرف ایران ہی کے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے ممتاز شعرا میں سے ہیں۔ کہتے ہیں ۷۲۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور کوئی ۶۵ سال بعد ۷۹۱ھ یا ۱۳۸۹ء میں انتقال فرما گئے۔ زندگی ساری شیراز ہی میں گزری۔ گو کچھ دن کے لئے یزد اور اصفہان گئے۔ بد قسمتی سے ہندوستان (دکن) آتے آتے رہ گئے۔ بُرا ہو سمندر کی طوفاں سامانی کا۔ پھر بھی تھوڑا یاد کر لیا "خالِ ہندو" اور "سیاہ چشمانِ کشمیری" کہہ کر۔

خواجہ صاحب کا بچپن یتیمی اور ناداری میں گزرا مگر کیونکہ خوبیٔ کمال خداداد تھے اور تصوّر عرش پر تھا، غربت کے باوجود علم و فضل حاصل کیا اور حافظِ قرآن بھی ہو گئے۔ باقی عمر آرام سے گزری، البتہ شاہان و

وزرا کی مدح خوانی اور قصیدہ گوئی ضرور کرنی پڑی۔

حافظ کے کلام میں حسنِ بندش، غنائیت اور خوش بیانی کی تعریف میرے بیان سے باہر ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ خدا کی قسم لاجواب ہیں۔ ان میں رندی بھی ہے، شوخی بھی اور درویشی بھی اور ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے ــــ رندی و بادہ خواری میں کسی سے کم نہ تھے مگر ؎

اللہ اللہ کیا تصرف تیرے میخانے میں ہے
مے میں وہ مستی کہاں جو تیرے دیوانے میں ہے

اور پھر ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اس لئے میرے خیال میں جو لوگ اُن کو ولی سمجھتے ہیں اور لسان الغیب کہتے ہیں ٹھیک ہی کرتے ہیں۔ حافظ نے تو خود بھی کہا ہے :

رازِ درونِ پردہ زِ رندانِ مست پرس
اے مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست
مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند
مادل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

اب میری رُوداد سُنیے۔ بچپن میں میرے والدِ محترم مرحوم مولانا عبدالحمید خان مدیرِ "مولوی" دہلی نے میرا فارسی سے تعارف کرا دیا تھا اور علی گڑھ میں اُس کی نشوونما میرے اُستادِ مکرم معین احسن جذبی نے تھوڑی بہت کر دی تھی مگر پھر خلاص۔ لاہور میں ڈاکٹری پڑھی، پاکستانی فوج میں سپہ گری کی اور اُس کے بعد ۱۹۵۷ئہ میں فکرِ معاش شمالی امریکہ لے آئی۔ کوئی چالیس سال سے یہاں طبابت اور پروفیسری کر رہا ہوں۔ فارسی تو فارسی اردو بھی بولنے یا پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔

بہرحال بُڑھاپا آیا تو بچپن یاد آیا۔ پاکستان گیا تو قاضی سجاد حسین کا لفظی ترجمۂ حافظ ساتھ لے آیا۔ پڑھنے بیٹھا تو سوچا کہ اس کا تو منظوم ترجمہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ سو اس میں لگ گیا۔ ترجمہ تو کیا مگر صرف ان غزلوں کا جن کے قافیے اردو کے لگ بھگ تھے۔

کام ختم ہونے والا تھا کہ میرے بہنوئی ڈاکٹر انیس الرحمان نے (جو سعودی عرب میں مہندسی کرتے ہیں اور صاحبِ ذوق ہیں) بتایا کہ منظوم ترجمہ تو پچاس سال پہلے مولوی احتشام الدین حقی کر چکے ہیں مگر وُہ اب ناپید ہے۔ سُن کر ہوش جاتے رہے۔ انجمن ترقی اردو کے رُوحِ رواں جمیل الدین عالی اور اسلم فرخی کی مہربانی سے وُہ کتاب مل گئی۔ پڑھی تو اچھی لگی۔ پھر سوچا کہ جب یہ کام کر لیا ہے

توضائع کیوں جائے قسمت ضرور آزمانی چاہیے۔ پاکستان کچھ غزلیں بھیجیں تو مہربانوں نے رسالوں میں شائع کردیں اور خاص طور پر شبنم رومانی صاحب مدیر "اقدار" کراچی نے بہت ہمت افزائی فرمائی۔

بس اب اسی لئے یہ گستاخی کر رہا ہوں۔ شاعری تو میرے باپ دادا نے نہیں کی میں کیا کروں گا۔ ہاں، تک بندی سے کام نکالنا سیکھ لیا ہے۔ اس مجموعے میں تین سو غزلیں پیشِ خدمت کر رہا ہوں، اس اُمید پر کہ ان میں سے ایک دو غزلیں ہی آپ کو پسند آجائیں اور اگر پسند نہ بھی آئیں تو شاید جُرأت کی داد ہی مل جائے۔

خالد حمید (ایم ڈی)

۶۸۲۱ پائن کریک ڈرائیو۔ تولیدو۔ اوہایو
(یو ایس اے) ۱۲۷۵-۴۳۶۱۷

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِر کَاسًا وَّ نَاوِلھَا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

پلا کے مے کر اے ساقی دوائے دردِ بسمل ہا
کہ عشق آساں لگا پہلے، پڑیں پھر بیش مشکل ہا

ببوئے نافہ کاخر صبا زاں طرّہ بکشاید
ز تابِ جعدِ مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا

تری خوشبوئے نافہ جب صبا طرّے سے کھولے گی
کرے گی زلفِ مشکیں کی شکن صد پارۂ دل ہا

بمے سجّادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

مصلیٰ رنگ لو مے سے کہ ڈر پیرِ مغاں کو ہے
بھلا دیوے کہیں سالک نہ راہ و رسمِ منزل ہا

مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

ہمیں کیا منزلِ جاناں میں امن و عیش جب ہر دم
جرس فریاد کرتا ہے کہ باندھو چل کے محمل ہا

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں ہائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

شبِ تاریک ہے، طوفاں ہے اور گرداب میں کشتی
ہمارا حال کیا جانیں سبکسارانِ ساحل ہا

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بدی کے کام سے آخر میں بدنامی تو ہوتی ہے
چھپے رہتے نہیں وہ راز جو ہیں سازِ محفل ہا

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
مَتٰی مَا تَلقَ مَن تَھوٰی دَعِ الدُّنیَا وَاَھمِلھَا

حضوری چاہتا ہے تو، تو غائب ہو نہ یوں حافظ
وہ مل جائے تو کر دے ترکِ دُنیائے مراسم ہا

اے فروغِ ماہِ حسن از روئے رخشانِ شما
آبروئے خوبی از چاہِ زنخدانِ شما

چاند کی تنویر ہے رخسارِ تاباں آپ کا
آبروئے حسن ہے چاہِ زنخداں آپ کا

عزمِ دیدارِ تو دارد جان برلب آمدہ
باز گردد یا برآید چیست فرمانِ شما

جان اب ہونٹوں پہ ہے دیدار کی خواہش لیے
کیا خوشی ہے آپ کی اور کیا ہے فرماں آپ کا؟

کے دہد دست ایں غرض یارب کہ ہمدستاں شوند
خاطرِ مجموعِ ما زلفِ پریشانِ شما

دیکھیے قدرت کو ہو کب ان کی یکجائی قبول
دل ہمارا، حلقۂ زلفِ پریشاں آپ کا

کس بدورِ نرگست طرفے نبست از عافیت
بہ کہ بفروشند مستوری بمستانِ شما

بیچ دیں مستوں کے ہاتھوں پارسائی کیوں نہ ہم
چین کب دیتا ہے نرگس چشمِ احساں آپ کا

بختِ خواب آلودِ ما بیدار خواہد شد مگر
زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشانِ شما

شاید اب کی بار اپنا بختِ خفتہ جاگ اٹھے
آنکھ پر مارے ہے چھینٹے روئے رخشاں آپ کا

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستۂ
بو کہ بوئے بشنویم از خاکِ بستانِ شما

اپنے رُخ کا ایک گلدستہ بھی ہمراہِ صبا
تاکہ سونگھیں ہم بھی عطرِ خاکِ بُستاں آپ کا

دل خرابی می کند دلدار را آگہ کنید
زینہار اے دوستاں جانِ من و جانِ شما

دل کی یہ ضد ہے اُسے احوال سے آگاہ کر
دوستو! کیا مشورہ ہے، کیا ہے فرماں آپ کا

عمرتاں بادا دراز اے ساقیانِ بزمِ جم
گرچہ جامِ ما نشد پر مے بدورانِ شما

ساقیانِ بزمِ جم! تم خوش رہو، زندہ رہو
گو مرا ساغر تہی ہے، یہ ہے فیضاں آپ کا

اے صبا با ساکنانِ شہرِ یزد از ما بگو
کاے سرِ حق ناشناساں گوئے میدانِ شما

ساکنانِ یزد کو جا کر بشارت دے صبا
ہے سرِ حق ناشناساں گوئے میداں آپ کا

گرچہ دوریم از بساطِ قرب ہمت دور نیست
بندۂ شاہِ شمائیم و ثنا خوانِ شما

دُور رہوں میں آپ سے لیکن مجھے مت بھولیے
بندۂ ناچیز ہوں، پر ہوں ثنا خواں آپ کا

دور دار از خاک و خوں دامن چو بر ما بگذری
کاندریں رہ کشتہ بسیارند قربانِ شما

جائیے دامن بچا کے خاک و خوں سے اُدھیا
ہے یہاں ہر شخص مقتولِ خراماں آپ کا

اے شہنشاہِ بلند اختر خدا را ہمتے
تا ببوسم ہمچو گردوں خاکِ ایوانِ شما

خاکِ در میں کیوں نہ چوموں اے شہنشہ آپکی
چومتا ہے آسماں جب جھک کے ایواں آپ کا

می کند حافظ دعائے بشنو آمینے بگو
روزئ ما باد لعلِ شکر افشانِ شما

کیوں نہ ہو حافظ کو اس کے چومنے کی آرزو
جب کہ لعلِ لب ہے ایسا شکر افشاں آپ کا

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اگر منظور دل میرا ہو اُس تُرکِ دل آرا کو
فدائے خال و خد کر دوں سمرقند و بخارا کو

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رُکنا باد و گلگشتِ مصلّٰی را

پلا شیراز میں ساقی کہ جنت میں نہ پائیں گے
کنارِ جوئے رُکنا باد و گلگشتِ مصلّٰی کو

فغاں کیں لولیانِ شوخِ شیریں کارِ شہر آشوب
چناں برند صبر از دل کہ تُرکاں خوانِ یغما را

دُھائی ہے کہ معشوقانِ شیریں کارِ شہر آشوب
دلوں کو لُوٹتے ہیں جیسے ترکاں خوانِ یغما کو

ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی ست
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

ہمارے عشق کی پروا کرے کیوں حسن بے پروا
ضرورت آب و خال و خط کی ہے کب روئے زیبا کو

من از آں حسنِ روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

ملامت مت کرو اس کی خطا ہے حسنِ یوسف کی
کیا دیوانگیٔ شوق نے رسوا زلیخا کو

حدیث از مطرب و مے گوئی و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را

کرو مستانہ پن میں جستجو اسرارِ دنیا کی
خرد سے حل نہیں کرتے ہیں عاقل اس معمّا کو

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

نصیحت سُن کہ اے پیارے! عزیز از جان رکھتے ہیں
جوانانِ سعادتمند، پندِ پیرِ دانا کو

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خا را

بُرا مجھ کو کہا، خوش ہوں، بہت اچھا کیا تُو نے
نوائے تلخ زیبا ہے لبِ لعلِ شکر خا کو

غزل گفتی و دُر سُفتی بیا و خوش بخواں حافظ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریّا را

غزل تُو نے کہی، موتی پروئے، شعر پڑھ حافظ
لُٹائے گا فلک فن پر ترے عقدِ ثریّا کو

بملازمانِ سلطاں کہ رساند ایں دعارا
کہ بشکرِ پادشاہی زنظر مراں گدارا

کہے جا کے شاہِ خوباں سے ذرا کوئی خدارا
کہ نہ کر بہ شُکرِ شاہی تو فقیر سے کنارا

چہ قیامت ست جاناں کہ بعاشقاں نمودی
رُخِ ہمچو ماہِ تاباں دلِ ہمچو سنگِ خارا

ہے قیامت عاشقوں پر کہ دیئے ہیں حق نے اُسکو
رُخِ رشکِ ماہِ تاباں دلِ سخت سنگِ خارا

ز رقیبِ دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
مگر آں شہابِ ثاقب مددے کند خدارا

اُس عدوئے دیو سیرت سے خدا بچائے سب کو
مدد اے شہابِ ثاقب مری کر تو کچھ خدارا

دلِ عالمے بسوزی چو عذار برفروزی
تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا

ترے مہرِ روئے تاباں کی نہیں ہے تاب ہم کو
کہ جھلک سے ایک اُسکی ہوا راکھ دل ہمارا

مژہ سیاہت ار کردہ بخونِ ما اشارت
ز فریبِ او بیندیش و غلط مکن نگارا

اے نگاہِ جان افزا تو نہ بات مان اُنکی
جو کریں سیاہ مژگاں میرے خون کا اشارا

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیمِ صبح گاہی
بہ پیامِ آشنائی بنوازد آشنا را

رہا انتظار شب بھر کہ نسیمِ صبح گاہی
بہ پیامِ آشنائی کرے شاد دل ہمارا

دلِ دردمندِ عاشق کہ ز ہجر گشت پُرخوں
چہ شود گرش رسائی بوصالِ خویش یارا

دلِ دردمندِ عاشق ہوا ہجر میں ہے خوں میں
کبھی بات اُسکی مانو کرو عہدِ وصل یارا

دلِ مستمندِ مارا بشکنجِ زلف بردی
مشکن دلِ ضعیفم بنواز ایں گدارا

دلِ مستمند میرا جو پھنسا ہے گیسوؤں میں
اے کس کے یوں نہ باندھو کرو رحم کچھ خدارا

زفریبِ چشمِ مستت دلِ دردمند خوں شد	ہوا چشمِ مست سے یہ دلِ دردمند زخمی
نظرے بکن بحالش بتِ دلربا خدارا	اسے اک نظر تو دیکھو بتِ دلربا، خدارا
چو طبیبِ دردمنداں لبِ لعلِ یار باشد	دلِ دردمندِ عاشق کی دعا ہے گر، تو یہ ہے
دلِ دردمندِ عاشق زکہ جویدایں دوارا	کہ طبیبِ دردمنداں لبِ لعل ہو تمہارا
خبرے زحالِ عاشق بریار باز گوئید	کیا یادِ کوئے جاناں نے ہمارا دل معطّر
میرسد مگر ز نقش اثرِ مشامِ مارا	ذرا کھول کر جو اُس نے کبھی زلف کو سنوارا
بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظِ سحر خیز	بخدا پلاؤ حافظ کو شرابِ ناب کچھ تو
کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شمارا	کہ دعائیں لے کے اُس کی ہو نصیب خوش ہمارا

تا کے بدردِ ہجر کنی ناتواں مرا
یکدم بوصلِ خویش بکن شادماں مرا

کب تک کرے گا ہجر سے تُو ناتواں مجھے
کر اپنے وصل سے بھی کبھی شادماں مجھے

میخواستی، ہمیشہ گرفتارِ ہجرِ خود
دیدی بکامِ خویشتن آخر چناں مرا

تھی آرزو تری، 'میں سدا ہجر میں رہوں
حسبِ مراد' دیکھ لیا ہے کہاں مجھے

نبود ہیچ وجہ دمے از توام گریز
زاں رو کہ نیست جز تو کسے در جہاں مرا

اک لمحے کو بھی تجھ سے گوارا نہیں گریز
سارے جہاں میں تُو ہے عزیزِ جہاں مجھے

در حیرتم کہ بے تو چساں زندگی کنم
چوں نیست خواب و خور ز غمت یکزماں مرا

گزرے گی زندگی مری کیسے ترے بغیر
جب غم مجالِ خواب نہ دے یک زماں مجھے

افتادہ ام بکنجِ غم و جز فغاں و آہ
نے یارِ غمگسارے و نے ہمزباں مرا

گھیرا ہے غم نے یوں کہ سوائے فغاں و آہ
حاصل ہے یارِ جاں نہ کوئی ہمزباں مجھے

بودم ہمیشہ شاد ز وصلت ولے کنوں
کارے ز ہجرِ تو نبود جز فغاں مرا

وہ دن بھی تھے کہ شاد تھا قربت میں آپ کی
فرقت میں کام کچھ بھی نہیں جز فغاں مجھے

حافظ عجب مدار اگر می کُشد بغم
از دردِ فرقت آں مہِ نامہرباں مرا

کرتا ہے گر وہ قتل تو حافظ عجب نہیں
دردِ فراق سے مہِ نامہرباں مجھے

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما
چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

آج مسجد سے سوئے میخانہ آتا پیر ہے
اُس کی یارانِ طریقت اِس میں کیا تدبیر ہے

در خراباتِ مغاں ما نیز ہم منزل شویم
کاں چنیں رفت ست در عہدِ ازل تقدیرِ ما

ہم خراباتِ مغاں میں پیر کے ہمدم بنے
اپنی تو عہدِ ازل سے بس یہی تقدیر ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما

رُو بسوئے کعبہ کیسے ہم مرید اُس کے کریں
خانۂ خمار جب قبلہ بنا تا پیر ہے

عقل اگر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش ست
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

عقل ہو وے آشنائے عیشِ بندِ زلف جب
کیسے ہر عاقل کے پاؤں میں پڑے زنجیر ہے

روئے خوبت آیتے از لطف بر ما کشف کرد
زاں سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیرِ ما

جب سے روئے یار نے دی آیتِ لطف و کرم
مہربانی کے سوا کچھ بھی نہ اور تفسیر ہے

با دلِ سنگینت آیا ہیچ در گیرد شبے
آہِ آتش بار و سوزِ نالۂ شب گیرِ ما

آہِ آتش بار و سوزِ نالۂ شبگیر کی
سنگ دل پر ایک ذرہ بھی نہ کچھ تاثیر ہے

مرغِ دل را صیدِ جمعیت بدام افتادہ بود
زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیرِ ما

مطمئن تھا مرغِ دل پھندے میں اُسکی زلف کے
کھول کر گیسو پریشاں کر دیا نخچیر ہے

بادِ بر زلفِ تو آمد شد جہاں بر من سیاہ
نیست از سودائے زلفت بیش ازیں توقیرِ ما

جب ہوا گیسوئے جاناں کو بناتی ہے گھٹا
کرتی اور سودائے زلفِ یار کی توقیر ہے

تیرِ آہِ ما ز گردوں بگذرد جانِ عزیز
رحم کن بر جانِ خودٗ پرہیز کن از تیرِ ما

پاس تیرے ہیں کمانِ ابرو و تیرِ نظر
کم نہیں کچھ آہ میری اک بلا کا تیر ہے

بر درِ میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم
چوں خراباتی شد اے یار طریقت پیرِ ما

میں بھی حافظ کی طرح بیٹھوں نہ میخانے میں کیوں
جب خراباتی بنا، اے یار، اپنا پیر ہے

ساقی بنورِ بادہ برافروز جامِ ما
مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما

ساقی! بنورِ بادہ برافروز جام ہے
مطرب! بہ نغمہ قلب میں عیشِ دوام ہے

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذّتِ شُربِ مدامِ ما

ہم دیکھتے ہیں عکسِ رُخِ یار جام میں
کیسی حسین لذّتِ شُربِ مدام ہے

چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں
کآید بجلوہ سروِ صنوبر خرامِ ما

نازو ادا کو بھول گئے ہیں سہی قداں
دیکھا جو میرا سروِ صنوبر خرام ہے

ہرگز نمیرد ہر کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مرتا نہیں ہے جس کا ہو دل زندۂ عشق ہے
دیوے ثبات دہر کو اُنسِ دوام ہے

مستی بچشمِ شاہدِ دلبندِ ما خوش ست
زاں رو سپردہ اند بمستی زمامِ ما

دیکھا جو مست شاہدِ دلبر کی آنکھ کو
مستوں نے اپنے دل کی اُسے دی لگام ہے

ترسم کہ صرفۂ نبرد روزِ باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

نانِ حلالِ شیخ سے بڑھ کے بہت ہوا
مقبول میرا حشر میں آبِ حرام ہے

اے باد گر بگلشنِ احباب بگذری
زنہار عرضہ دہ برِ جاناں پیامِ ما

گُزرے گلی سے اُس کی جو بادِ صبا تجھے
دینا ضرور یار کو میرا پیام ہے

گو نامِ ما ز یاد بعمداً چہ می بری
خود آمد آنکہ یاد نیاری ز نامِ ما

یوں جان بوجھ کر نہ بھلا میرے نام کو
مٹ جائے خود بخود ہی زمانے میں نام ہے

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو
مانندِ لالہ دل بھی مرا ہے اسیرِ سرو

اے مرغِ بخت کے شوی آخر تو رامِ ما
آئے نہ مرغِ بخت کسی رُو بہ دام ہے

دریائے اخضرِ فلک و کشتیِ ہلال
ہو کشتیِ ہلال کہ دریائے آسماں

ہستند غرقِ نعمتِ حاجی قوامِ ما
ہر چیز غرقِ نعمتِ حاجی قوام ہے

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
حافظ نے دانے اشک کے ڈالے تو ہیں بہت

باشد کہ مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما
کرتا نہ مرغِ وصل مگر قصدِ دام ہے

ساقی بگذار از کفِ خود رطلِ گراں را
تا خوش گذرانیم جہانِ گذراں را

ساقی! تُو گرا ہاتھ سے اب رطلِ گراں کو
تا خُوب گزاریں یونہی عمرِ گزراں کو

زاہد چہ عجب گر کندم عیب برندی
بر اہلِ ہنر طعنہ بود بے ہنراں را

زاہد نے مجھے "رند" کہا ہے تو عجب کیا
طعنوں سے یونہی کام رہا بے ہنراں کو

در قبلہ و بُتخانہ تو مسجودی و معبودُ
رُو سوئے تو باشد ہمہ صاحب نظراں را

کعبے میں ہے خلوت تو ہے بُتخانے میں جلوت
ہر سو نظر آتا ہے تو صاحب نظراں کو

اربابِ خرد ذوقِ مے عشق چہ دانند
از حالتِ ما نیست خبر بیخبراں را

اربابِ خرد کو نہیں ذوقِ مئے الفت
کیوں حال کی میرے ہو خبر بیخبراں کو

کامے طلبد حافظؔ ازیں چشمۂ حیواں
آکے نتواں خورد نصیبِ دگراں را

حافظؔ کو بہت چشمۂ حیواں کی طلب ہے
ہرگز نہ پئے گا وہ نصیبِ دگراں کو

ساقیا برخیز در دہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایام را

آؤ ساقی اور بھر دو جام کو
بھاڑ میں ڈالو غمِ ایام کو

ساغرِ مے در کفم نہ تا ز سر
برکشم ایں دلقِ ازرق فام را

ساغرِ مے ہاتھ میں آئے تو میں
پھینک دوں اِس دلقِ ازرق فام کو

گرچہ بدنامی ست نزدِ عاقلاں
ما نمی خواہیم ننگ و نام را

بے وقوفی ہی سہی پر عاقلو!
چاہتے ہم ہیں نہ ننگ و نام کو

بادہ در دہ چند ازیں بادِ غرور
خاک بر سر نفسِ نافرجام را

ہے تکبّر کے مرض میں مبتلا
دفن کر دو نفسِ نافرجام کو

دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من
سوخت ایں افسردگانِ خام را

آگ سینے کی، مرے دل کی جلن
دے جلا افسردگانِ خام کو

محرمِ رازِ دلِ شیدائے من
کس نمی بینم ز خاص و عام را

بات یہ سچّی ہے میرے رازِ دل
میں نہ جانوں خاص کو نے عام کو

با دل آرامے مرا خاطر خوش ست
کز دلم یکبارہ برد آرام را

دل لگا ہے ایسے دل آرام سے
لُوٹ کر جو لے گیا آرام کو

ننگرد دیگر بسرو اندر چمن
ہر کہ دید آں سروِ سیم اندام را

پھر نظر ڈالی نہ سروِ باغ پر
دیکھ کر اُس سروِ سیم اندام کو

از سرِ دنیا گذشتی غم مخور　　اے زمانے کے مسافر غم نہ کر
خوش بخور ہم خوش مدارا ایّام را　　جھیل ہنس کے گردشِ ایّام کو

صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب　　صبر کر حافظ، بہ سختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را　　سہل کرتا صبر ہے ہر کام کو

صوفی بیا کہ آینہ صاف ست جام را
تا بنگری صفائے مے لعل فام را

صوفی! لے آکے ہاتھ میں اک صاف جام کو
دیکھ اس میں پھر صفائے مے لعل فام کو

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
کیں حال نیست صوفئ عالی مقام را

رازِ درونِ پردہ تو رندوں کے پاس ہے
کیا علم اس کا صوفیِ عالی مقام کو

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں
کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

عنقا شکار ہو نہیں سکتا ہے جال اٹھا!
ملتا نہیں ہوا کے سوا کچھ بھی دام کو

من آں زمان طمع ببریدم زعافیت
کایں دل نہاد در کفِ عشقت زمام را

بیٹھے ہیں تھامے اپنے دلِ کج روش کو ہم
پکڑا ہے جب سے عشق نے اس کی زمام کو

ما را بر آستانِ تو بس حقِ خدمت ست
اے خواجہ باز بیں بہ ترحم غلام را

در پر ترے ہزار ہیں خدمت کے حق مرے
اے خواجہ! ہاتھ کھول کے دے اِس غلام کو

در عیشِ نقد کوش کہ چوں آبخور نماند
آدم بہشت روضۂ دار السلام را

کھا پی کے عیش کر، کہ نہ ہو آب و دانہ جب
آدم بھی چھوڑ بیٹھے ہے جنت مقام کو

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصالِ دوام را

دو ایک گھونٹ پی کے نکل بزمِ یار سے
پایا کسی نے یاں پہ نہ وصلِ دوام کو

اے دل شباب رفت و نچیدی گلے ز عمر
پیرانہ سر مکن ہنرے ننگ و نام را

عہدِ شباب میں نہ ملا کچھ مجھے اگر
پیری میں کیوں رکھوں ہوسِ ننگ و نام کو

حافظ مریدِ جامِ جم ست اے صبا برو
وز بندہ بندگی برساں شیخِ جام را

حافظ مریدِ ساغرِ جمشید ہے صبا
جا کر مرا سلام دے اُس شیخِ جام کو

صلاح کار کجا و منِ خراب کجا
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

صلاح کار کہاں، عاشقِ خراب کہاں
مقامِ ضعف کہاں، منزلِ شباب کہاں

چہ نسبت ست برندی صلاح و تقویٰ را
سماعِ وعظ کجا، نغمۂ رباب کجا

صلاح و تقویٰ سے رندی کو کونسی نسبت
سماعِ وعظ کہاں، نغمۂ رباب کہاں

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس
کجاست دیرِ مغان و شرابِ ناب کجا

نہ چاہے خانقہ دل اور نہ دلقِ مکاری
کدھر ہے دیرِ مغاں، ہے شرابِ ناب کہاں

بشد زیادِ خوشش یادِ روزگارِ وصال
خوں آں کرشمہ کجا رفت و آں عتاب کجا

نہ روزِ وصل میسّر، نہ چھیڑ چھاڑ کی شب
کدھر ہے تیری عنایت، ترا عتاب کہاں

ز روئے دوست دلِ دشمناں چہ دریابد
چراغِ مردہ کجا، شمعِ آفتاب کجا

نہ روئے یار سے روشن ہوا دلِ دشمن
چراغِ مردہ کہاں، شمعِ آفتاب کہاں

ببیں بہ سیبِ زنخداں کہ چاہ در راہ ست
کجا ہمی روی اے دل بدیں شتاب کجا

سنبھل کہ چاہِ زنخداں ہے راہ میں تیری
ٹھہر دلِ حزیں، جاتا ہے پُرشتاب کہاں

چو کحلِ بینشِ ما خاکِ آستانِ شماست
کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

بنی ہے خاکِ درِ یار آنکھ کا سرمہ
میں جاؤں چھوڑ کے یہ درگہِ جناب کہاں

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دوست
قرار چیست، صبوری کدام و خواب کجا

نہ پوچھ تو دلِ حافظ کا حال اے ہمدم
قرار کیسا، صبوری کدھر ہے، خواب کہاں

صبا بہ لطف بگو آں غزالِ رعنا را	صبا تو جا کے بتا اُس غزالِ رعنا کو
کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادہٗ مارا	کہ پھرتا چھانتا عاشق ہے خاکِ صحرا کو
بشکر آنکہ توئی بادشاہِ کشورِ حسن	اے شاہِ کشورِ خوبی، اے ملکۂ خوباں
بیاد آر غریبانِ دشت و صحرا را	نہ بھول اپنے غریبانِ دشت و صحرا کو
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا	شکر فروش تجھے پُرشکر لبوں کی قسم
تفقدے نکند طوطیِ شکر خا را	چکھا ذرا سی شکر طوطیِ شکر خا کو
غرورِ حسن اجازت اگر نداد اے گل	غرورِ حسن روا ہے تجھے مگر اے گل
کہ پرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را	کبھی تو پوچھ لے اس عندلیبِ شیدا کو
بحسنِ خلق تواں کرد صیدِ اہلِ نظر	نگاہِ ناز سے ہوتا ہے صیدِ اہلِ نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را	بدام و دانہ پکڑیئے نہ مرغِ دانا کو
چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی	تو بزمِ غیر میں کرتا ہے بادہ پیمائی
بیاد آر حریفانِ بادپیما را	نہ بھول اپنے حریفانِ بادپیما کو
ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست	خدایا کیوں نہ دیا رنگِ آشنائی بھی
سہی قدانِ سیہ چشم و ماہ سیما را	سہی قدانِ سیہ چشم و ماہ سیما کو
جز ایں قدر نتواں گفت در جمالِ تو عیب	نہ رہتا عیب ذرا سا بھی حسن میں ملتا
کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را	جو خالِ مہر و وفا تیرے روئے زیبا کو
در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ	کلامِ حافظِ شیراز عرش میں سن کر
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحا را	سماعِ زہرہ کرے وجد میں مسیحا کو

ہنگامِ نو بہارِ گل از بوستاں جدا
یارب مباد ہیچ کس از دوستاں جدا

گل سے بہار میں نہ کرو گلستاں جدا
ہوتے ہیں دوستوں سے کبھی دوستاں جدا

بلبل بنالہ در چمن آمد بہ صبح دم
از وصلِ گل ہمی شدہ اندر خزاں جدا

ہے کیسا شور نالۂ بلبل سے باغ میں
کیا پھول سے ہوا ہے یہ اندر خزاں جدا

دُنیاست باغِ کہنہ و انساں چو گلِ نو
ہر یک نے شاخِ عمر کند باغباں جدا

دُنیا ہے لُوٹتا ملک الموت اسطرح
کرتا ہے جیسے شاخ سے گل باغباں جدا

افسوس کیں حیاتِ جہاں رائیگاں گذشت
افسوس دیگر آں کہ شود تن زجاں جدا

اک زندگی ملی تھی سو وہ رائیگاں ہوئی
افسوس یہ نہیں کہ ہوئی تن سے جاں جدا

بسیار خفتہ اند دریں خاک سیم تن
شاہان و نو عروس بسے از جہاں جدا

ہیں کیسی کیسی خاک حسینانِ سیم تن
دارا و جم سے ہوتا ہے کیسے جہاں جدا

ہشدار و پائے بر سرِ ایں مردگاں منہ
تنہا بخاک خفتہ و از خانماں جدا

مُردوں کے سر پہ پاؤں جو رکھیے تو سوچیے
سوتے ہیں یہ اکیلے ہے ان سے مکاں جدا

ترکِ ہوا و حرص بکن حافظا کنوں
بہرِ وصالِ دوست شو از ایں و آں جدا

حرص و ہوس کو چھوڑیے حافظ کہ قربِ حق
ملتا نہیں، بغیر کیے ایں و آں جدا

آفتاب از روئے او شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب

یوں ہوا مہ رُخ سے مہر اندر حجاب
سایہ ہو جس طرح پیشِ آفتاب

دستِ ماہ و مہر بربندد بجن
ماہِ بے مہرم چو بربندد نقاب

دست بستہ ہو گئے ہیں ماہ و مہر
جب مہِ بے مہر نے کھولی نقاب

از خیالم باز نشناسد کسے
گرد ر آغوشش بہ بینم شب بخواب

محو ایسا ہوں کہ بن جاؤں خیال
گر اُسے آغوش میں لوں میں بخواب

شاہداں مستور و مستاں بے شکیب
خانقاہ معمور و درویشاں خراب

شاہداں مستور و مستاں بے شکیب
خانقہ معمور و درویشاں خراب

خونِ دل در جام دیدم از سرشک
آبرو بر باد دادم از شراب

خونِ دل سے قرمزی بنتی ہے مے
آبرو برباد کرتی ہے شراب

از برائے بادہ می باید زدن
محتسب را حدِّ بے حدّ و حساب

وہ کرے تحریم بادہ کی اگر
مار کوڑے محتسب کو بے حساب

سوزِ مستاں گر بداند محتسب
در دم از مے شاں زند بر آتش آب

سوزِ مستاں جان لے گر محتسب
چھڑکے، بادہ لے کے وہ آتش پہ آب

ہر کرا از دیدہ شد بارانِ اشک
زیرِ دامن باد دارد چوں سحاب

چشمِ عاشق میں نہاں ہیں اشک یوں
جیسے بارش ہو چھپی اندر سحاب

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
ترکِ ترکمانِ خطا نبود صواب

سُنیے حافظ بات واعظ کی نہ کچھ
ترکِ معشوقاں نہیں کارِ صواب

زباغِ وصلِ تو باید ریاضِ رضواں آب
زتابِ ہجرِ تو د ردشرارِ دوزخ تاب

ریاضِ خلد کو ملتا ہے باغِ وصل سے آب
رکھے ہے آتشِ ہجراں شرارِ دوزخ تاب

چو چشمِ من ہمہ شب جو ئبارِ باغِ بہشت
خیالِ نرگسِ مستِ تو بیند اندر خواب

ہو میری آنکھ کی صورت جو چشمۂ جنّت
نظر میں اُسکی بسے چشمِ مست اندر خواب

بہ حسنِ عارض و قدِ تو بردہ اند پناہ
بہشت طوبیٰ و طوبیٰ لہم و حسن مآب

کرے مقابلہ اُس سروِ سیم تن کا نہ وہ
ہو چاہے کتنا بھی طوبیٰ حسین و حسن مآب

بہار شرحِ جمالِ تو دادہ در ہر فصل
بہشت ذکرِ جمیلِ تو کردہ در ہر باب

ہر ایک فصلِ بہاراں میں شرحِ حسن تری
کرے ہے ذکرِ حسیں تیرا ہر بہشت کا باب

لب و دہانِ ترا اے بسا حقوقِ نمک
کہ ہست بر جگرِ ریش و سینہ ہائے کباب

لب و دہانِ حسیں کے ترے حقوقِ نمک
بہت ہیں بر جگرِ ریش و سینہ ہائے کباب

بسوخت ایں دلِ ماؤ بکامِ دل نرسید
بکام اگر برسیدے نریختے خوں ناب

مُراد دل کو مرے یار سے جو مِل جاتی
بہاتا شوق و ہوس میں نہ اتنا وہ خوں ناب

گماں مبر کہ بدورِ تو عاشقاں مستند
خبر نداری ز احوالِ زاہدانِ خراب

نہ کر شکایتِ عشّاقِ مست، کیا تو نے
سنا ابھی نہیں احوالِ زاہدانِ خراب

مرا بدورِ لبت شد یقیں کہ جوہرِ لعل
پدید می شود از آفتابِ عالم تاب

لبوں کو دیکھ کے تیرے پتہ چلا، کیسے
بناتا لعل ہے اک آفتابِ عالم تاب

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ
بکوش و حاصلِ عمرِ عزیز را دریاب

گزار وقت نہ بیکار بیٹھ کر حافظ
اُٹھ اور حاصلِ عمرِ عزیز کر دریاب

صبحِ دولت میدمد کو جام ہمچوں آفتاب
فرصتے زیں بہ کجا باشد بدہ جامِ شراب

صبحِ دولت میں کہاں ہے جام، مثلِ آفتاب
بہتریں فرصت ہے ساقی دے مجھے جامِ شراب

خانہ بے تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
موسمِ عیش ست و دورِ ساغر و عہدِ شباب

خانہ بے تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
موسمِ آرام و دورِ ساغر و عہدِ شباب

شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب پاے کوب
غمزۂ ساقی ز چشمِ مے پرستاں بردہ خواب

ساقی و معشوق محوِ ناز، مطرب رقص میں
چشمِ رنداں سے اڑایا غمزۂ ساقی نے خواب

خلوتِ خاص ست و جائے امن و نزہت گاہِ انس
ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

خلوتِ محبوب و جائے امن و نزہت گاہِ انس
جو نظر آتا ہے یارب، یہ حقیقت ہے کہ خواب

از خیالِ لطفِ مے مشاطۂ چالاک طبع
در ضمیرِ برگِ گل خوش میکند پنہاں گلاب

دیکھ کر گلفامِ مے مشاطۂ چالاک خو
بھر رہی ہے عارضِ محبوب میں رنگِ گلاب

از پئے تفریحِ طبع و زیورِ حسن و طرب
خوش بود ترکیبِ زرّیں جام با لعلِ مذاب

دل نوازی کے لیے، حسن و طرب کے واسطے
خوب ہے ترکیبِ زرّیں جام با لعلِ مذاب

جائے امن و یار ساقی و حریفاں یکجہت
کردہ چشمِ مستِ ساقی مے پرستاں را خراب

محفلِ عیش و طرب میں دیکھ لے ساقی! تری
مست آنکھوں نے کیا ہے مے پرستوں کو خراب

تا شُد آں مہ مشتری دُرہائے حافظ را بگوش
می رسد ہر دم بگوشِ زہرہ گلبانگِ رباب

جب سے ہیں حافظ کے دُر مہ مشتری کے کان میں
پڑ رہی ہے گوش میں زہرہ کے گلبانگِ رباب

آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست
چشمِ میگوں، لبِ خنداں، دلِ خرّم با اوست

وہ ملاحت کہ ہے شیرینیِ عالم اُس پاس
چشمِ مے گوں، لبِ خنداں، دلِ خرّم اُس پاس

گرچہ شیریں دہناں پادشہانند و لے
آں سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست

یُوں تو ہیں شیریں دہن بادشہِ حُسن بہت
وہ سلیمانِ زماں ہے کہ ہے خاتم اُس پاس

روئے خوبست و کمالِ ہنر و دامنِ پاک
لاجرم ہمّتِ پاکانِ دو عالم با اوست

رُوئے زیبا و کمالِ ہنر و دامنِ پاک
ہے دعائے دلِ پاکانِ دو عالم اُس پاس

خالِ مشکیں کہ برآں عارضِ گندم گونست
سِرِّ آں دانہ کہ شد رہزنِ آدم با اوست

خالِ مشکین جو ہے عارضِ گندم گوں پر
رازِ دانہ ہے، جو تھا رہزنِ آدمؑ اُس پاس

دلبرم عزمِ سفر کرد خدا را یاراں
چہ کنم با دلِ مجروح کہ مرہم با اوست

کر لیا عزمِ سفر یار نے، سوچو یارو!
دل ہے مجروح مرا اور ہے مرہم اُس پاس

با کہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگیں دل
کُشت مارا و دمِ عیسیٰ مریم با اوست

کیا قیامت ہے خدایا کہ مجھے قتل کیا،
اور ہے موجود دمِ عیسیٰ مریم اُس پاس

حافظ از معتقدانست گرامی دارش
زانکہ بخشایشِ بس رُوحِ مکرّم با اوست

ترے سب معتقدوں میں ہے معزز حافظؔ
کہ ہے بخشایشِ بس روحِ مکرّم اُس پاس

آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست
آورد حرزِ جاں ز خطِ مشکبارِ دوست

لایا جو ناز سے ہے سفیرِ دیارِ دوست
تعویذ شوق ہے کہ خطِ مشکبارِ دوست

خوش میدہد نشانِ جلال و جمالِ یار
خوش می کند حکایتِ عزّ و وقارِ دوست

اچھا دیا نشانِ جلال و جمالِ یار
خوش کر گئی حکایتِ عزّ و وقارِ دوست

جاں دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم
زیں نقدِ کم عیار کہ کردم نثارِ دوست

جاں دے کے شرمسار ہوں اے پیکِ خوش خبر
کیا ہیچ شے تھی میں نے جو کی ہے نثارِ دوست

سیرِ سپہر و دورِ قمر را چہ اختیار
در گردش اند بر حسبِ اختیارِ دوست

سیرِ سپہر و گردشِ مہ سب مزاجِ یار
یہ گردشِ مدام ہے سب اختیارِ دوست

شکرِ خدا کہ از مددِ بختِ کارساز
بر حسبِ مدّعاست ہمہ کاروبارِ دوست

شکرِ خدا کہ طالعِ روشن کے فیض سے
حسبِ توقعات ہیں سب کاروبارِ دوست

گر بادِ فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند
ما و چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

دونوں جہاں رہیں نہ رہیں ساتھ پر رہیں
میرا چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

کحل الجواہرے بمن آر اے نسیمِ صبح
زاں خاکِ نیک بخت کہ شد رہگذارِ دوست

اس کو بناؤں آنکھ کا سرمہ نسیمِ صبح
دیوے جو خاکِ پاک تجھے رہگذارِ دوست

مائیم و آستانۂ عشق و سرِ نیاز
تا خوابِ خوش کرا برد اندر کنارِ دوست

ہم اور تمہارے در پہ ہمارا سرِ نیاز
دیکھیں یہ خوابِ خوش کسے بخشے کنارِ دوست

دشمن بقصدِ حافظ اگر دم زند چہ باک
منّت خدائے را کہ نیم شرمسارِ دوست

دشمن اگر ہے در پئے جاں کوئی غم نہیں
حافظ خدا کا شکر نہیں شرمسارِ دوست

اگرچہ بادہ فرح بخش و بادِ گُل بیزست
ببانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیزست

اگرچہ بادہ فرح بخش ہے ہوا گل بیز
ببانگِ چنگ نہ پینا کہ محتسب ہے تیز

صراحیے و حریفے گرت بدست افتد
بعقل کوش کہ ایّام فتنہ انگیزست

اگر صراحی و شاہد تمھیں بہم ہو جائیں
نہ بھولنا کہ زمانہ بہت ہے فتنہ خیز

در آستیں مرقّع پیالہ پنہاں کن
کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریزست

چھپاؤ ساغرِ مے آستینِ خرقہ میں
کہ مثلِ چشمِ صراحی زمانہ ہے خونریز

ز رنگِ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک
کہ موسمِ ورع و روزگارِ پرہیزست

ہے رنگِ بادہ جو خرقے پہ اشک سے دھولو
کہ دَورِ زہد ہے آیا ہے موسمِ پرہیز

مجوی عیش خوش از دورِ واژگونِ سپہر
کہ صاف ایں سرِ خُم جملہ دُردی آمیزست

نہ دے گا عیش و طرب دَورِ واژگونِ فلک
کہ صافِ مے سرِ خُم بھی ہے جملہ دُرد آمیز

سپہر برشدہ پرویزنیست خوں افشاں
کہ قطرہ اش سرِ کسریٰ و تاجِ پرویزست

ہے آسمان کی غربال خوں فشاں ایسی
ہے قطرہ قطرہ سرِ کسریٰ افسرِ پرویز

ہر آنچہ میرسد از نورِ فیضِ سبحانی
نصیبۂ دلِ شخصے کہ شب سحرخیزست

بہ نورِ فضلِ الٰہی بہ فیضِ سبحانی
ہے روشنیِ دلِ بندگاں سحر آمیز

عراق و پارس گرفتی بشعرِ خود حافظ
بیا کہ نوبتِ بغداد و وقتِ تبریزست

ہے دھوم آپ کی حافظ عراق و پارس میں
سو اب ہے نوبتِ بغداد و موقعِ تبریز

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست
منزلِ آں مہِ عاشق کُشِ عیار کجاست

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کہاں
منزلِ مہ وشِ عاشق کُشِ عیار کہاں

شب تارست رہِ وادیِ ایمن در پیش
آتشِ طور کجا وعدۂ دیدار کجاست

رات تاریک ہے اور وادیِ ایمن در پیش
آتشِ طور کہاں، وعدۂ دیدار کہاں

ہر کہ آمد بجہاں نقشِ خرابی دارد
در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست

اس خرابات میں جو آئے خرابی لائے
میکدے میں یہ نہ پوچھو کہ ہے ہشیار کہاں

آنکس است اہلِ بشارت کہ اشارت داند
نکتہ ہا ہست بسے محرمِ اسرار کجاست

ہے وہی اہلِ بشارت جو اشارہ سمجھے
یوں تو نکتے ہیں بہت، محرمِ اسرار کہاں

ہر سرِ موئے مرا با تو ہزاراں کار است
ما کجائیم و نصیحت گرِ بیکار کجاست

رونگٹا رونگٹا باندھے ہے مری بندشِ عشق
جانے یہ بات نصیحت گرِ بیکار کہاں

عاشقِ خستہ ز دردِ غمِ ہجرِ تو بسوخت
خود نپرسی تو کہ آں عاشقِ غمخوار کجاست

سوختہ عاشقِ خستہ ہوا فرقت میں تری
تو نے پوچھا بھی نہیں، ہے میرا غمخوار کہاں

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولے
عیش بے دوست میسر نشود یار کجاست

بادہ و مطرب و گل سب ہیں مہیا لیکن
چین دل کو نہیں حاصل ہے کہ ہے یار کہاں؟

عقل دیوانہ شد آں سلسلۂ مشکیں کو
دل ز ما گوشہ گرفت ابروئے دلدار کجاست

عقل دیوانی ہوئی، باندھو اسے گیسو سے
دل گیا ہاتھ سے ہے ابروئے دلدار کہاں

دلم از صومعہ و صحبتِ شیخ ست ملول
یارِ ترسا بچہ کو خانۂ خمّار کجاست

واعظ و شیخ کی صحبت میں لگے دل نہ مرا
کیا ہوا مُغ بچہ، ہے خانۂ خمّار کہاں

باز پُرسید ز گیسوئے شکن پر شکنش
کیں دلِ غمزدہ اش گشتہ گرفتار کجاست

حلقہ در حلقہ ترے گیسوے پوچھے کوئی
ہے دلِ غمزدہ، زلفوں کا گرفتار کہاں

حافظؔ از بادِ خزاں در چمنِ دہر مرنج
فکرِ معقول بفرما گُلِ بے خار کجاست

چمنِ دہر میں حافظؔ نہ خزاں کا غم کر
فکرِ معقول ہے لازم، گُلِ بے خار کہاں

امروز شاہِ انجمنِ دلبراں یکیست
دلبر اگر ہزار بود دلبر آں یکیست

عالم میں بڑھ کے سب سے وہی دلستاں ہے ایک
دلبر تو ہیں ہزار، شہِ دلبراں ہے ایک

من بہرآں یکے دل و دیں دادہ ام بباد
عیبم مکن کہ حاصلِ ہر دو جہاں یکیست

قربان اُس پہ کر دیے سب جان و دین و دل
یہ جان کر وہ حاصلِ ہر دو جہاں ہے ایک

سودائیانِ عالمِ پندار را بگو
سرمایہ کم کنید کہ سود و زیاں یکیست

سودائیانِ عالمِ پندار سے کہو
سرمایہ گم کرو، غمِ سود و زیاں ہے ایک

خلقے زباں بدعوئے عشقش کشادہ اند
اے من غلامِ آنکہ دلش با زباں یکیست

دعوے تو سب زبان سے کرتے ہیں عشق کے
میں ہوں کہ میرا گفتۂ قلب و زباں ہے ایک

حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر
دولت درآں سرست کہ با آستاں یکیست

حافظ رکھ آستانۂ دولت پہ اپنا سر
دولت یہ ہے کہ روح سر و آستاں ہے ایک

بیا کہ قصرِ امل سخت سست بنیاد است
بیار بادہ کہ بنیادِ عمر بر باد است

ضعیف قصرِ تمنّا کی ہے بہت بنیاد
پلاؤ بادہ کہ بنیادِ عمر ہے برباد

غلامِ ہمّتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود
ز ہرچہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد است

غلامِ رحمتِ سبحاں بنو کہ گر بندہ
اسیرِ بندِ تعلق بنے تو ہے آزاد

نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر
کہ ایں حدیث ز پیرِ طریقتم یاد است

ہے تم کو گوشِ نصیحت تو بات میری سنو
کہ پندِ پیرِ طریقت مجھے ہے اب تک یاد

مجو درستیِ عہد از جہانِ سست نہاد
کہ ایں عجوزہ عروسِ ہزار داماد است

نہ ڈھونڈو نیک نہادی جہانِ باطل میں
کہ اس عجوزہ کے شوہر ہزار ہیں برباد

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب
سروشِ عالمِ غیبم چہ مژدہ ہا داد است

خراب و مست مجھے میکدے میں دیکھ کے کل
سروشِ غیب نے یہ کہہ کے کر دیا دل شاد

کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں
نشیمنِ تو نہ ایں کنجِ محنت آباد است

کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں
نہیں ہے گوشۂ راحت تیرا محن آباد

ترا ز کنگرۂ عرش می‌زنند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد است

تجھے تو کنگرۂ عرش دیتے ہیں آواز
بھلا عزیز تجھے کیوں ہے دامِ پُر افتاد

غمِ جہاں مخور و پندِ من مبر از یاد
کہ ایں لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد است

غمِ جہاں نہ کرو، بات کچھ سنو میری
کہ ایک صوفی کی باتیں ہیں خوب مجھ کو یاد

رضا بداده بده وز جبیں گرہ بکشائ
کہ بر من و تو درِ اختیار نکشادست

رضائے رب پہ ہو راضی، شکن جبیں پہ نہ ڈال
نہ ہو گا ہم پہ کبھی بابِ اختیار کشاد

نشانِ مہر و وفا نیست در تبسّمِ گل
بنال بلبلِ مسکیں کہ جائے فریادست

نہیں تبسّمِ گل میں کوئی نشانِ وفا
بجا ہے بلبلِ مسکیں اگر کرے فریاد

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ
قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدادادست

یہ سست نظم، حسد کیوں کرے ہیں حافظ سے
کہ شہرت اور یہ لطفِ سخن، خدا کی ہے داد

بنال بلبل اگر بامنت سرِ یاریست
کہ ما دو عاشقِ زاریم وکارِ ما زاریست

کر ایک شور تو بلبل جو ہم سے ہے یاری
کہ ہم ہیں عاشقِ زار، اپنا کام ہے زاری

دراں چمن کہ نسیمے وزد ز طرّۂ دوست
چہ جائے دم زدنِ نافہائے تاتاریست

نسیم زلف اگر گلستاں کو مہکا دے
تو کیا مجال رکھیں، نافہ ہائے تاتاری

بیار بادہ کہ رنگیں کنیم جامۂ دلق
کہ مستِ جامِ غروریم ونام ہشیاریست

شراب لا کہ کریں سرخ اپنا جامۂ دلق
کہ نشّہ اپنا تکبّر ہے نام ہشیاری

نہ بستہ اند درِ توبہ حالیا برخیز
کہ توبہ وقتِ گل از عاشقی زبیکاریست

نہیں ہے توبہ کا در بند، عاشقِ خورسند
بھری بہار میں توبہ نہیں ہے ہشیاری

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم
زہے مراتبِ خوابے کہ بہ زبیداریست

کرشمہ وصل کا گر خواب میں نظر آئے
کھلے نہ آنکھ کبھی، ہو کبھی نہ بیداری

خیالِ زلفِ تو پختن نہ کارِ خامانست
کہ زیرِ سلسلہ رفتن طریقِ عیاریست

نہ خام کاروں کے بس کی ہے بندشِ کاکل
ہے دامِ زلف میں آنا طریقِ عیّاری

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد
کہ نامِ آں نہ لبِ لعل و خطِّ زنگاریست

لطیفہ اور ہے ہوتا ہے جس سے پیدا عشق
نہ نامِ لعلِ لب اس کا نہ خطِّ زنگاری

جمالِ شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال
ہزار نکتہ دریں کار و بارِ دلداریست

یہ صرف زلف کی، عارض کی، لب کی بات نہیں
چلے ہزار طرح کاروبارِ دلداری

بآستانِ تو مشکل تواں رسید آرے
عروج بر فلکِ سروری بدشوار یست

لگانا سر ترے در پر ہر اک کا کام نہیں
کہ ملتی سروری سر کو ہے یہ بہ دشواری

روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند
قبائے اطلسِ آنکس کہ از ہنر عاریست

قبائے اطلسِ زرین بے ہنر کی کوئی
کرے نہ مردِ طریقت کبھی خریداری

دلش بہ نالہ میازرد و ختم کن حافظ
کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست

فغاں سے کر نہ تو آزردہ دل کو اے حافظ
ہے رستگاریِ دائم دروں کم آزاری

برو بکارِ خود اے واعظ اینچہ فریاد ست   لگ اپنی راہ تو واعظ کرے ہے کیوں فریاد
مرا فتادہ دل از کف ترا چہ افتاد ست   ہے دل فتادہ مرا تجھ پہ کیا پڑی اُفتاد

بکامِ تا نرسانند مرا لبش چوں نائے   ملیں نہ نَے کی طرح جب تلک لبوں سے وہ لب
نصیحتِ ہمہ عالم بگوشِ من باد ست   جہان بھر کی نصیحت ہے بادِ بے بنیاد

میانِ او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ   وہ تیری پتلی کمر جو کہ ہے نہیں بھی ہے
دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشاد ست   دقیقہ ہے کہ جو ہوتا نہیں کسی سے کشاد

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست   فقیرِ کوچہ ترا بے نیازِ خُلدِ بریں
اسیرِ بندِ تو از ہر دو عالم آزاد ست   اسیرِ بند ترا دو جہاں میں ہے آزاد

اگرچہ مستئ عشقم خراب کرد ولے   اگرچہ مستیِ الفت خراب کرتی ہے
اساسِ ہستئ من زیں خراب آباد ست   اِسی خرابی سے ہوتے ہیں جان و دل آباد

دلا منال ز بیدادِ جورِ یار کہ یار   نہیں شکایتِ جور و عتاب کر اے دل
ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں داد ست   نصیب میں ترے لکھی ہے یار کی بیداد

فریبِ عشوۂ حسن از جہانِ پیر مخور   فریبِ عشوۂ حسنِ جہانِ پیر نہ کھا
کہ ہر کہ کرد بوئے اختلاط ناشاد ست   کہ اس سے جس نے کیا اختلاط، ہے ناشاد

برو ملامتِ دُردی کشاں مکن ناصح   نہ کر ملامتِ دُردی کشاں تو اے ناصح!
کہ رزق و قسمتِ رزاقِ ما ہمیں داد ست   یہی ہے رزق ہمارا، یہی خدا کی داد

برو فسانہ مخوان و فسوں مدم حافظ   نہ کر فسون و فسانہ کی بات اے حافظ
کزیں فسانہ و افسوں مرا بسے یاد ست   کہ ہیں فسانہ و افسوں ہزار مجھ کو یاد

بے مہرِ رخت روزِ مرا نور نماندہ است
وز عمرِ مرا جز شبِ دیجور نماندہ است

بے چہرہ ترے دن میں مرے نور نہیں ہے
اور عمر مری جز شبِ دیجور نہیں ہے

ہنگامِ وداعِ تو ز بس گریہ کہ کردم
دور از رُخِ تو چشمِ مرا نور نماندہ است

میں تجھ سے بچھڑتے ہوئے رویا ہوں کچھ اتنا
آنکھوں میں مری تُو جو نہیں، نُور نہیں ہے

من بعد چہ سود ار قدمے رنجہ کند دوست
کز جاں رمقے در تنِ رنجور نماندہ است

اب کیسے کریں ہم دمِ عیسیٰ کی تمنّا
جینے کے جو قابل تنِ رنجور نہیں ہے

میرفت خیالِ تو ز چشمِ من و میگفت
ہیہات ازیں گوشہ کہ معمور نماندہ است

چھوڑ آنکھ ترا دھیان گیا مجھ سے یہ کہہ کر
صد حیف، وہ گوشہ کہ جو معمور نہیں ہے

نزدیک شد آں دم کہ رقیباں بتو گویند
دور از درت آں خستۂ رنجور نماندہ است

آ پہنچا ہے وہ وقت، کہیں غیر یہ تجھ سے
در سے ترے کچھ دُور یہ رنجور نہیں ہے

از تلخیِ ہجرانِ تو زیں گردشِ بے مہر
سوزم من ازیں غصہ کہ مستور نماندہ است

ہے تلخیِ ہجراں، اثرِ گردشِ بے مہر
جلتا ہوں کہ یہ راز بھی مستور نہیں ہے

وصلِ تو اجل را ز سرم دور ہمی داشت
از دولتِ ہجرِ تو کنوں دور نماندہ است

پیکانِ اجل دُور رہا قرب سے تیرے
جب سے تُو ہوا دُور، یہ کچھ دُور نہیں ہے

صبر است مرا چارہ ز ہجرانِ تو لیکن
چوں صبر تواں کرد کہ مقدور نماندہ است

ہے صبر ہی اِک چارہ ترے ہجر کا لیکن
کیا صبر کروں جبکہ یہ مقدور نہیں ہے

در ہجرِ تو گر چشمِ مرا آب نماندہ است
گو خونِ جگر ریز کہ معذور نماندہ است

پانی رہا رونے کو نہ گر آنکھ میں میری
جب تک ہے لہو دل میں وہ معذور نہیں ہے

حافظ ز غم از گریہ نپرداخت بخندہ
ماتم زدہ را داعیۂ سور نماندہ است

روتا ہے مرا دل جو غمِ عشق میں حافظؔ
دم بھر کی خوشی بھی اسے مقدور نہیں ہے

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست
سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

تمہارے در کے سوا اور کوئی پناہ نہیں
سوائے اس کے کوئی بھی حوالہ گاہ نہیں

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم
کہ تیرِ ما بجز از نالۂ و آہے نیست

عدو جو عاشقِ خستہ پہ کھینچے تیغ، کہو
کہ تیر اس کے تئیں جز فغان و آہ نہیں

چرا ز کوئے خرابات روی بر تابم
کزیں بہم بجہاں ہیچ رسم و راہے نیست

منہ اپنا کوئے خرابات سے میں کیوں پھیروں
کہ یاں سے بیش کہیں میری رسم و راہ نہیں

زمانہ گر بزند آتشم بخرمنِ عمر
بگو بسوز کہ بر من ببرگِ کاہے نیست

زمانہ گر تو جلاتا ہے میرے خرمن کو
جلا کہ اس میں تو کچھ بھی سوائے کاہ نہیں

غلامِ نرگسِ جمّاشِ آں سہی سروم
کہ از شرابِ غرورش بکس نگاہے نیست

غلامِ شوخیِ چشمِ سہی قداں ہوں میں
ملاتے اپنی کسی سے جو وہ نگاہ نہیں

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

جو چاہے کیجیے، دل کو دُکھائیے نہ مگر
کہ کوئی دنیا میں اس سے بڑا گناہ نہیں

عناں کشیدہ رَو اے بادشاہِ کشورِ حُسن
کہ نیست بر سرِ راہے کہ دادخواہے نیست

دیارِ حسن کی ملکہ! نہ ایسے ناز سے چل
کہ راہ کوئی نہیں جس میں دادخواہ نہیں

عقابِ جور کشادہ است بال در ہمہ شہر
کمانِ گوشہ نشینی و تیرِ آہے نیست

عقابِ جور نے کھولے ہیں بال و پر لیکن
کمانِ گوشہ نشیناں میں تیرِ آہ نہیں

چنیں کہ در ہمہ سو دامِ راہ می بینم — ہیں راہِ عشق میں سو دام ہر طرف سوجھے
بہ از حمایتِ زلفِ تو ام پناہے نیست — سوائے حلقۂ گیسو کوئی پناہ نہیں

خزینۂ دلِ حافظ بزلف و خال مدہ — خزینۂ دلِ حافظ بزلف و خال نہ دے
کہ کارہائے چنیں حدِّ ہر سیاہے نیست — کہ اتنے کام کی تو ہر شےِ سیاہ نہیں

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
بادہ پیش آر کہ اسبابِ جہاں ایں ہمہ نیست

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں کچھ بھی نہیں
پی کے ہو مست کہ اسبابِ جہاں کچھ بھی نہیں

از دل و جاں شرفِ صحبتِ جاناں غرض ست
ہمہ آنست وگرنہ دل و جاں ایں ہمہ نیست

ہے دل و جاں سے ہمیں صحبتِ جاناں کی طلب
کہ بدوں وصل، ہمارے دل و جاں کچھ بھی نہیں

منتِ سدرہ و طوبیٰ ز پئے سایہ مکش
کہ چو خوش بنگری اے سروِ رواں ایں ہمہ نیست

سایۂ سدرہ و طوبیٰ نہ ملے تو کیا ہے
ترے آگے یہ شجر، سروِ رواں کچھ بھی نہیں

دولت آنست کہ بیخونِ دل آید بکنار
ورنہ باسعیِ عمل باغِ جناں ایں ہمہ نیست

وہی دولت ہے جو بے خونِ جگر ہاتھ آئے
گر وہ محنت سے ملے، باغِ جناں کچھ بھی نہیں

پنج روزے کہ دریں مرحلہ مہلت داری
خوش بیاسائی زمانے کہ زماں ایں ہمہ نیست

یک زماں گر ملے مہلت تو غنیمت جانو
کہ کشاکش کے سوا کارِ زماں کچھ بھی نہیں

برلبِ بحرِ فنا منتظریم اے ساقی
فرصتے داں کہ ز لب تا بدہاں ایں ہمہ نیست

برلبِ بحرِ فنا بیٹھے ہیں ہم اے ساقی
لے کے مے آ کہ رہا وقت یہاں کچھ بھی نہیں

زاہدا ایمن مشو از بازئ غیرت زنہار
کہ رہِ صومعہ تا دیرِ مغاں ایں ہمہ نیست

زہد و تقویٰ پہ نہ ہو اتنا تو نازاں زاہد!
کہ رہِ صومعہ تا دیرِ مغاں کچھ بھی نہیں

دردمندیِ چو من سوختۂ زار و نزار
ظاہراً حاجتِ تقریر و بیاں ایں ہمہ نیست

ایسا بے بس ہے دلِ سوختۂ زار مرا
کہ اسے حاجتِ تقریر و بیاں کچھ بھی نہیں

ازتہتک مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش　　　فکرِ رسوائی نہ کر، عیش سے رہ گُل کی طرح
زانکہ تمکینِ جہانِ گذراں ایں ہمہ نیست　　　کہ یہ سب عزِّ جہانِ گزراں کچھ بھی نہیں

نامِ حافظ رقمِ نیک پذیرفت ولے　　　نامِ حافظ کو ملی ہے رقمِ نیک مگر
پیشِ رنداں رقمِ سود و زیاں ایں ہمہ نیست　　　پیشِ رنداں رقمِ سود و زیاں کچھ بھی نہیں

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست
ساقی کجاست گو سببِ انتظار چیست

مے کے بغیر بزم ہے کیا، نو بہار کیا
ساقی کہاں ہے اور ہے یہ انتظار کیا

معنیِ آبِ زندگی و روضۂ ارم
جز طرفِ جویبار و مے خوشگوار چیست

معنیِ آبِ زندگی و روضۂ ارم
جز طرفِ جوئبار و مے خوشگوار کیا

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست

تھوڑی بہت خوشی بھی زمانے میں ہے بہت
جز رنج ورنہ عمر کا انجامِ کار کیا

پیوندِ عمر بستہ بموئیست ہوش دار
غمخوارِ خویش باش غمِ روزگار چیست

دامِ زماں سے بچ کے میں الجھا ہوں زلف میں
ہے تیرا غم تو مجھ کو غمِ روزگار کیا

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
اے مدعی نزاعِ تو با پردہ دار چیست

رازِ درونِ پردہ تو مستوں سے پوچھیے
ہوش و خرد سے واسطۂ پردہ دار کیا

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند
ما دل بعشوۂ کہ دہیم اختیار چیست

درویش و رند اصل میں دونوں ہی ایک ہیں
دل دے کے ان کے پاس رہا اختیار کیا

سہو و خطائے بندہ چو گیرند اعتبار
معنیِ عفو و رحمتِ پروردگار چیست

مکر و فریب دنیا میں ہیں کامیاب جب
معنیِ عفو و رحمتِ پروردگار کیا

زاہد شرابِ کوثر و حافظ پیالہ خواست
تا در میانہ خواستۂ کردگار چیست

کوثر کا خمر شیخ کو، حافظ کو جامِ مے
دونوں میں ہے پسند تجھے کردگار کیا

دل سراپردۂ محبتِ اوست
دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست

دل ہے آرام گاہِ الفتِ دوست
دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ دوست

منکہ سر در نیاورم بدو کون
گردنم زیرِ بارِ منّتِ اوست

خسرو و بختیار و داراشکوہ
سب کے سب زیرِ بارِ منّتِ دوست

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت ہے
طوبیٰ زاہد کو، ہم کو قامتِ دوست

دورِ مجنوں گذشت و نوبتِ ماست
ہر کسے پنج روزہ نوبتِ اوست

میں بھی اک جانشینِ قیس کا ہوں
یوں تو ملتی ہے سب کو الفتِ دوست

من کہ باشم در آں حرم کہ صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمتِ اوست

میں ہی کیا اس حرم میں، یاں ہے صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمتِ دوست

ملکتِ عاشقی و گنجِ طرب
ہر چہ دارم ز یُمنِ ہمّتِ اوست

دولتِ عاشقی و گنجِ طرب
جو بھی کچھ ہے، وہ ہے بدولتِ دوست

من و دل گر فنا شویم چہ باک
غرض اندر میاں سلامتِ اوست

میں فنا ہو گیا تو کیا غم ہے
کر خدایا مگر حفاظتِ دوست

بے خیالش مباد منظرِ چشم
زانکہ ایں گوشہ خاصِ دولتِ اوست

منظرِ چشم اُس بغیر نہیں
ہے یہی کُنجِ خاصِ دولتِ دوست

گر من آلوده دامنم چه عجب
همه عالم گواهِ عصمتِ اوست

عیب دیتا ہے مجھ کو، لیکن ہے
سارا عالم گواہِ عصمتِ دوست

هر گلِ نو که شد چمن آرائے
اثرِ رنگ و بوی صحبتِ اوست

ہر گلِ نو بہار رکھتا ہے
اثرِ رنگ و بوئے صحبتِ دوست

فقرِ ظاہر مبیں که حافظ را
سینه گنجینهٔ محبّتِ اوست

فقر و غربت میں بھی ہے حافظ کا
سینہ گنجینۂ محبّتِ دوست

دیدی کہ یار جز سرِ جور و ستم نداشت
بشکست عہدِ ما و از وٗ ہیچ غم نداشت

اُس سنگ دل کا کام سوائے ستم نہیں
وعدے کو توڑنے میں کسی سے بھی کم نہیں

یا رب مگیرش ار چہ دلِ چوں کبوترم
افگند و کشت و حرمتِ صیدِ حرم نداشت

زخمی کیا ہے کیسا کبوتر سمجھ کے دل
اُس کو ذرا بھی حرمتِ صیدِ حرم نہیں

بر من جفا ز بختِ بد آمد و گر نہ یار
حاشا کہ رسمِ جور و طریقِ ستم نداشت

قسمت میں ہیں ہماری جفائیں وگرنہ وہ
رکھتا رسومِ جور و طریقِ ستم نہیں

دل ایں ہمہ جفا کہ بخواری کشید ازو
ہر جا کہ رفت ہیچ کسش محترم نداشت

رسوا کیا ہے عشق نے کچھ دل کو اسطرح
رندوں کی بزم میں بھی وہ کچھ محترم نہیں

ساقی بیارِ بادہ و با مُدّعی بگو
انکارِ ما مکن کہ چنیں جامِ جم نداشت

ساقی شراب دے مجھے مت دے رقیب کو
دیکھ اس کے پاس مجھ سا کوئی جامِ جم نہیں

ہر رہروے کہ رہ بحریمِ درش نبرد
مسکیں بُرید وادی و رہ در حرم نداشت

کرتا نہیں طواف جو تیرے حریم کا
جنگل ہے اس کی راہ میں راہِ حرم نہیں

خوش وقت رندِ مست کہ دُنیا و آخرت
برباد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت

خوش وقت ہے وہ رند جسے دو جہان میں
بربادیاں قبول غمِ بیش و کم نہیں

حافظ ببر تو گوئے فصاحت کہ مدّعی
ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت

حافظ ترے بیاں کی فصاحت کو دیکھ کر
ہوتا ہے دشمنوں کو ترے رشک کم نہیں

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ درویشان ست
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشان ست

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ درویشاں ہے
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشاں ہے

گنجِ عزلت کہ طلسماتِ عجائب دارد
فتحِ آں در نظرِ ہمّتِ درویشان ست

یوں تو ہیں گوشہ نشینی میں طلسمات بہت
معجزہ اُس کو جسے ہمّتِ درویشاں ہے

قصرِ فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت
منظرے از چمنِ نزہتِ درویشان ست

قصرِ فردوس کہ رضوان ہے درباں جس کا
منظرِ یک چمنِ نزہتِ درویشاں ہے

آنچہ زر میشود از پرتوِ آں قلبِ سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشان ست

ایک پرتو سے بنیں جن کے سیہ دل زرّیں
کیمیا ان کے لئے صحبتِ درویشاں ہے

وانکہ پیشش بنہد تاجِ تکبّر خورشید
کبریائیست کہ در حشمتِ درویشان ست

جھک کے پاؤں پہ رکھے تاجِ تکبّر سورج
جب اُسے آئے نظر حشمتِ درویشاں ہے

دولتے را کہ نباشد غمِ آسیبِ زوال
بے تکلف بشنو دولتِ درویشان ست

دولت ایسی نہ ہو آسیبِ تنزّل جس کو
ہے اگر کوئی تو وہ دولتِ درویشاں ہے

خسرواں قبلۂ حاجاتِ جہانند و لے
سببش بندگیٔ حضرتِ درویشان ست

خسرواں قبلۂ حاجاتِ زمانہ جو ہیں
ان کو بھی بندگیٔ حضرتِ درویشاں ہے

روئے مقصود کہ شاہانِ جہاں می طلبند
مظہرش آئینۂ طلعتِ درویشان ست

خوبروئی کریں شاہانِ جہاں جس کی طلب
پرتوِ آئینۂ طلعتِ درویشاں ہے

اے توانگر مفروش این ہمہ نخوت کہ ترا
سروزری در کنفِ ہمتِ درویشان ست

کہہ دو مغرور رئیسوں سے کہ ان کی ساری
شان و شوکت کی پنہ خلوتِ درویشاں ہے

گنجِ قاروں کہ فرو میرود از قہر ہنوز
خواندہ باشی تو کہ از غیرتِ درویشان ست

گنجِ قاروں کہ تہِ خاک ہوا جاتا ہے
شرم کا اُسکی سبب غیرتِ درویشاں ہے

بندۂ آصفِ عہدیم کہ در سلطنتش
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشان ست

بندۂ عہدِ سلیمانی ہیں ہم اس میں حضور!
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشاں ہے

اے دل ار آبِ حیاتِ ابدی می طلبی
منبعش خاکِ درِ خلوتِ درویشان ست

دل اگر چاہے بقا' دوا سے وہ آبِ خضر
جس کا سرچشمہ درِ خلوتِ درویشاں ہے

از کراں تا بکراں لشکرِ ظلمست اگر
از ازل تا بہ ابد فرصتِ درویشان ست

لشکرِ ظلم ہے دنیا میں کراں تا بکراں
پر ازل تا بہ ابد فرصتِ درویشاں ہے

حافظ اینجا بادب باش کہ سلطانی و ملک
ہمہ در بندگیِ حضرتِ درویشان ست

حافظا! شرطِ ادب ہے کہ یہاں سلطاں بھی
دست بستہ بدرِ خلوتِ درویشاں ہے

روزگاریست کہ سودائے بتاں دینِ من ست
غمِ ایں کار نشاطِ دلِ غمگینِ من ست

ایک مدت سے ہے سودائے بتاں دین مجھے
اور غمِ عشق نشاطِ دلِ غمگین مجھے

دیدنِ روئے ترا دیدۂ جاں می باید
ویں کجا مرتبۂ چشمِ جہاں بینِ من ست

چاہیئے ہے ترے دیدار کو اک دیدۂ جاں
پر نہیں مرتبۂ چشمِ جہاں بین مجھے

تا مرا عشقِ تو تعلیمِ سخن گفتن کرد
خلق را وردِ زباں مدحت و تحسینِ من ست

عشق نے جب سے سخن گوئی مجھے بخشی ہے
سارا دیتا ہے جہاں مدحت و تحسین مجھے

دولتِ فقر خدایا بمن ارزانی دار
کیں کرامت سببِ حشمت و تمکینِ من ست

دولتِ فقر کی یارب مجھے ارزانی ہو
ہو فقیری کے سبب حشمت و تمکین مجھے

واعظِ شحنہ شناس ایں عظمت گو مفروش
زانکہ منزل گہِ سلطاں دلِ مسکینِ من ست

دیکھ نفرت سے نہ واعظ! کہ دیا ہے رب نے
ایک منزل گہِ سلطان دلِ مسکین مجھے

رسمِ عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی
کار آں شوخِ سیہ چردۂ شیرینِ من ست

رسمِ عاشق کشی اور شیوۂ شہر آشوبی
لاکے دو وہ رُخِ نمکین، لبِ شیریں مجھے

از کہ دریا گری آموخت خیالِ تو مگر
رہنمائش شد ایں اشک چو پروینِ من ست

ہجر کی رات میں گرتے رہے بارش کی طرح
وہ میرے اشک کے موتی جو ہیں پروین مجھے

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارت گہِ کیست
کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرینِ من ست

یہ حرم کون سا ہے کس کی زیارت گہ ہے
جس کے ہیں خارِ مغیلاں گل و نسرین مجھے

یار ما باش کہ زیبِ فلک و زینتِ دہر
از مہِ روئے تو و اشکِ چو پروینِ من ست

کرتے ہیں زیبِ فلک، زینتِ دنیا دونوں
رُخ جو مہتاب ترا، اشک جو پروین مجھے

حافظ از حشمتِ پرویز دگر قصہ مخواں
کہ لبش جرعہ کشِ خسروِ شیرینِ من ست

چھوڑ یہ مدحتِ پرویز، سنا اے حافظ
قصۂ نوشِ لبِ خسروِ شیریں یا مجھے

روئے تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست
در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست

دیکھے بغیر تجھکو ہزاروں رقیب ہیں
غنچہ ابھی کھلا نہیں، صد عندلیب ہیں

گر آمدم بکوئے تو چنداں غریب نیست
چوں من دریں دیار ہزاراں غریب ہست

مجھ سا یہاں پہ کوئی غریب الوطن نہیں
یُوں تو ترے وطن میں ہزاروں غریب ہیں

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد
لیکن امیدِ وصل توام عنقریب ہست

فرقت میں روتے روتے قرار آ گیا مجھے
لگتا ہے ایسا وصل کے دن کچھ قریب ہیں

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست
ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست

کچھ شرط خانقاہ و خرابات کی نہیں
ہر سمت عکس ہائے جمالِ حبیب ہیں

آنجا کہ کارِ صومعہ را جلوہ میدہند
ناقوسِ دیر و راہب و نامِ صلیب ہست

ہر گاہ کاروبارِ عبادت میں جلوہ گر
ناقوس و دیر و راہب و نامِ صلیب ہیں

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

عاشق تھا کون حق کا جسے حق نہ مل سکا
کمیاب دردِ دل ہے، بہت سے طبیب ہیں

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

فریاد میں اثر نہ ہو کیوں حافظا کہ جب
تُو نادرہ سخن، ترے قصے عجیب ہیں

رُواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تست
کرم نما و فرو آ کہ خانہ خانۂ تست

مکان دیدہ ترا دل قیام خانہ ترا
تو آ کبھی تو کہ سُونا ہے آشیانہ ترا

بلطفِ خال و خط از عارفاں ربودی دل
لطیفہ‌ہائے عجب زیرِ دام و دانۂ تست

ہیں خال و خد سے تیرے صید عارفوں کے دل
کشش ہے دام میں تیرے لذیذ دانہ ترا

دلت بوصلِ گُل اے بلبلِ چمن خوش باد
کہ در چمن ہمہ گلبانگِ عاشقانۂ تست

چمن کا ساز ہے گلبانگ سے تری بلبل
گلوں کا رنگ ہے سب رنگِ عاشقانہ ترا

علاجِ ضعفِ دلِ ما بلب حوالت کن
کہ آں مُفرّحِ یاقوت در خزانۂ تست

علاجِ ضعفِ دلِ زار دو لبوں میں ترے
ہے پُر مفرّحِ یاقوت سے خزانہ ترا

بہ تن مُقصّرم از دولتِ ملازمتت
ولے خلاصۂ جاں خاکِ آستانۂ تست

اگرچہ میں رہا محروم دولتِ خدمت
بنا خلاصۂ جاں لیکن آستانہ ترا

چہ جائے من کہ بلغزد سپہرِ شعبدہ باز
ازیں حِیَل کہ در انبانۂ بہانۂ تست

میں کیا، لرزتا ہے یہ آسمانِ ساحر بھی
جو ماننے کو ہے تیار ہر بہانہ ترا

من آں نیم کہ دہم نقدِ دل بہ ہر شوخے
درِ خزانۂ بمہرِ تو و نشانۂ تست

میں وہ نہیں کہ ہر اک خوبرو کو دل دے دوں
کہ مُہر اس پہ ہے تیری، ہے یہ خزانہ ترا

تو خود چہ لعبتی اے شہسوارِ شیریں کار
کہ توسنے چو فلک رامِ تازیانۂ تست

تو کیا بُت ہے کہ اے شہسوارِ شیریں لب
جھکائے توسنِ گردوں کو تازیانہ ترا

سرودِ مجلست اکنوں فلک برقص آرد
کہ شعرِ حافظِ شیریں سخن ترانۂ تست

سرودِ بزم سے رقصاں ہوا فلک جب سے
ہے شعرِ حافظِ شیریں سخن ترانہ ترا

رسیدہ ام بمقامے کہ لامکاں آنجاست
نہ نامِ روئے زمین و نہ آسماں آنجاست

مقام میرا ہے ایسا کہ لامکاں ہے یہاں
نہ نام روئے زمیں اور نہ آسماں ہے یہاں

دو دیدہ باز مکن در رُوش دو لب مکشا
نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ بیاں آنجاست

نہ آنکھیں کھول نہ جنبش لبوں کو دے اس جا
نہ تابِ دید نہ ہی طاقتِ بیاں ہے یہاں

بوادیٔ کہ گذشتم نہ جائے چون و چراست
نہ صورت ست نہ شکل و نہ جسم و جاں آنجاست

یہ وادی اس میں نہیں کوئی جائے چون و چرا
نہ کوئی شکل نہ صورت نہ جسم و جاں ہے یہاں

چرا تو عاشقِ آں گل نمی شوی بلبل
کہ نے بہار کند گاہ و نے خزاں آنجاست

نہ کر تو الفتِ گل اس چمن میں اے بلبل
نہ ہے یہاں پہ بہاراں نہ ہی خزاں ہے یہاں

وبالِ کشتنِ فرہاد بر سرش ز آنست
کہ درِ مقامِ تعشق نہ امتحاں آنجاست

بہائے نہر بھی فرہاد اور دے جاں بھی
یہ کیسا عشق کو درپیش امتحاں ہے یہاں

خطاست کلمۂ منصور در رہِ وحدت
چہ گو نہ صوتِ لب و جنبشِ زباں آنجاست

خطا ہے نعرۂ منصور راہِ وحدت میں
صدائے لب ہے نہ ہی جنبشِ زباں ہے یہاں

بگردِ خانۂ محبوب خود مرو حافظ
کہ نیم شب شد و بیدار پاسباں آنجاست

نہ گردِ خانۂ محبوب آئیو حافظ
کہ رہتا رات میں بیدار پاسباں ہے یہاں

زاہدِ ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست
در حقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

زاہدِ ظاہر پرست احوال سے آگہ نہیں
جو بھی کہتا ہے کہے، ہم کو ذرا اکرہ نہیں

در طریقت ہر چہ پیشِ سالک آید خیرِ اوست
در صراطِ المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

صوفیوں کی راہ میں جو کچھ بھی آئے ٹھیک ہے
ہے صراطِ المستقیم اس میں کوئی گمرہ نہیں

تا چہ بازی رُخ نماید بیدقے خواہیم راند
عرصۂ شطرنجِ رنداں را مجالِ شاہ نیست

دیکھتے بازی کا رُخ ہیں اک پیادہ چل کے ہم
عرصۂ شطرنجِ رنداں میں مجالِ شہ نہیں

اینچہ استغناست یارب وینچہ قادر حاکم ست
کایں ہمہ زخمِ نہان ہست و مجالِ آہ نیست

یہ ہے کیسی بے نیازی کیسا یہ انصاف ہے
اس قدر زخمِ نہاں اور درد بے پردہ نہیں

چیست ایں سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش
زیں معما ہیچ دانا در جہاں آگاہ نیست

ہے کہاں دار الحقیقت، کون ہے اس کا مکیں
عقلمندانِ جہاں اس راز سے آگہ نہیں

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
گیر و دار و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

جس کا جی چاہا وہ آیا جس نے چاہا وہ گیا
یاں پہ کوئی گیر و دار و حاجبِ درگہ نہیں

بر درِ میخانہ رفتن کارِ یکرنگاں بود
خود فروشاں را بکوئے میفروشاں راہ نیست

رہنا میخانے کے در پر مخلصوں کا کام ہے
خود فروشوں کی یہ کوئے میفروشاں رہ نہیں

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم ست
ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

بندۂ پیرِ مغاں ہیں اُس کا دائم ہے کرم
ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہے اور گہ نہیں

صاحبِ دیوانِ ما گویا نمی داند حساب
کاندریں طغرا نشانِ حسبۃِ اللہ نیست

صاحبِ دیوان کو کرنا نہیں آتا حساب
حکم میں اُس کے نشانِ حسبۃِ اللہ نہیں

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

اِک خطائے قامتِ ناساز بے اندام ہے
ورنہ یہ خلعت کسی بھی جسم پر کوتہ نہیں

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتی ست
عاشقِ دردی کش اندر بندِ مال و جاہ نیست

وجہِ عالی شان ہے حافظ کی عالی ہمتی
ورنہ تو دُردی کشوں کو بندشِ رُتبہ نہیں

زگریہ مردمِ چشمم نشستہ در خون ست
ببیں کہ در طلبت حالِ مردماں چون ست

ترے فراق میں یہ چشم چشمۂ خوں ہے
تری طلب میں ہوا حالِ عاشقاں یوں ہے

بیادِ لعلِ لب و چشمِ مستِ میگونت
زجامِ غم مئے لعلے کہ میخورم خون ست

بیادِ لعلِ لب و چشمِ مستِ بادہ گوں
ہے جامِ غم میں مئے لعل فام یا خوں ہے

زمشرقِ سرِ کوئی آفتابِ طلعتِ تو
اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست

جو نکلے کوچۂ مشرق سے آفتاب ترا
تو خوش نصیبی ہے یہ قسمت ہمایوں ہے

حکایتِ لبِ شیریں کلامِ فرہاد ست
شکنجِ طرۂ لیلیٰ مقامِ مجنون ست

حکایتِ لبِ شیریں ہے گفتۂ فرہاد
شکنجِ گیسوئے لیلیٰ مقامِ مجنوں ہے

دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجوی ست
سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست

ہے سرو قامتِ دلبر سے میری دلجوئی
قرارِ دل بہ کلامِ لطیف و موزوں ہے

زدورِ بادہ بجاں راحتے رساں ساقی
کہ رنجِ خاطرم از جورِ دورِ گردون ست

عطا ہو راحتِ جاں دورِ جام سے ساقی
کہ رنج دیتا بہت جورِ دورِ گردوں ہے

ازاں زماں کہ زدستم برفت یارِ عزیز
کنارِ دیدۂ من ہمچو رودِ جیحون ست

گیا ہے چھوڑ کے یارِ عزیز جب سے ہمیں
بہایا خون کے اشکوں سے رُودِ جیحوں ہے

چگونہ شاد شود اندرون غمگینم
باختیار کہ از اختیار بیرون ست

دُکھی بہت ہوں بھلا کس طرح سے میں خوش ہوں
کہ اختیار سے باہر یہ طبعِ محزوں ہے

زبیخودی طلبِ یار میکند حافظ
چو مفلسے کہ طلبگارِ گنجِ قارون ست

جو بیخودی میں کرے یار کی طلب حافظ
فقیر ہے یہ طلب گارِ گنجِ قاروں ہے

زآں یارِ دلنوازم شکریست با شکایت
گر نکتہ دانِ عشقی خوش بشنو ایں حکایت

اُس دلنواز کا ہے اک شکر با شکایت
اے نکتہ دانِ الفت سن یہ عجب حکایت

بے مزد بود و منّت ہر خدمتے کہ کردیم
یارب مباد کس را مخدومِ بے عنایت

بے مزد ہم سے خدمت کروائے جو، خدایا
ایسا نہ دے کسی کو مخدومِ بے عنایت

رندانِ تشنہ لب را آبے نمید ہد کس
گویا ولی شناساں رفتند ازیں ولایت

رندانِ تشنہ لب کو پانی ملے نہ اب یاں
گویا ولی شناسوں نے چھوڑ دی ولایت

در زلفِ چوں کمندش اے دل مپیچ کآنجا
سرہا بریدہ بینی بے جرم و بے جنایت

اے دل کمندِ گیسو میں پھنس نہ جائیو تو
کٹتے ہیں سر وہاں پر بے جرم و بے جنایت

ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست
کش صد ہزار منزل بیش ست در بدایت

ہیں منزلیں ہزاروں اک ابتدا میں جس کی
کیسے ملے کسی کو اس راہ کی نہایت

چشمت بغمزہ ما را خوں خورد و می پسندی
جاناں روا نباشد خوں ریز را حمایت

آیا پسند تجھ کو مژگاں کا قتل کرنا
جاناں روا نہیں ہے خوں ریز کی حمایت

اے آفتابِ خوباں میسوزد اندرونم
یک ساعتم بگنجاں در سایۂ عنایت

دل جل رہا ہے جب سے دیکھی ہے تاب تیری
اے آفتابِ خوباں کر سایۂ عنایت

در ایں شبِ سیاہم گم گشتہ راہ مقصود
از گوشہ بروں آ اے کوکبِ ہدایت

تاریک رات میں میں بھٹکا ہوں راستے سے
آ برج سے نکل کے اے کوکبِ ہدایت

ہر چند بردی آبم روازدرت فتابم
جوراز حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود
زنہار ازیں بیاباں ویں راہِ بے نہایت

عشقت رسد بفریاد گر خود بسانِ حافظ
قرآں ز بر بخوانی با چاردہ روایت

بے آبرو کیا ہے جورِ حبیب نے گر
بہتر عدو کی اُس سے پھر بھی نہیں عنایت

دیتی ہے ہر قدم پر وحشت سے بڑھ کے وحشت
اس دشتِ عاشقی کی ہر راہِ بے نہایت

معشوق دست بستہ آئے گا پاس تیرے
قرآں جب پڑھے گا حافظؔ تو با روایت

صحنِ بستاں ذوق بخش و صحبتِ یاراں خوش ست
وقتِ گل خوش باد کز وے وقتِ میخواراں خوش ست

بوستاں ہے ذوق بخش اور صحبتِ یاراں ہے خوش
خوش ہو وقتِ گل کہ تجھ سے وقتِ مے خواراں خوش

از صبا ہر دم مشامِ جانِ ما خوش میشود
آرے آرے طیبِ انفاسِ ہواداراں خوش ست

دم بدم کیسے مہکتے ہیں صبا سے جان و دل
کس قدر خوشبوئے انفاسِ ہواداراں ہے خوش

تا کشودہ گل نقاب آہنگِ رحلت ساز کرد
نالہ کن بلبل کہ گلبانگِ دلِ افگاراں خوش ست

گل نے بن چہرہ دکھائے قصدِ رحلت کر لیا
نالہ کر بلبل کہ گلبانگِ دلِ افگاراں ہے خوش

مرغِ شبخواں را بشارت باد کاندر راہِ عشق
دوست را با نالۂ شبہائے بیداراں خوش ست

مرغِ شب خواں کو بشارت ہو کہ راہِ عشق میں
دوست کو یہ نالۂ شب ہائے بیداراں ہے خوش

گرچہ در بازارِ دہر از خوش دلی جز نام نیست
شیوۂ رندی و خوش باشیِ عیاراں خوش ست

خوش دلی کم ہے بہت دنیا میں لیکن شکر ہے
شیوۂ رندی و خوش باشیِ عیاراں ہے خوش

از زبانِ سوسن ایں آوازہ ام آمد بگوش
کاندریں دیرِ کہن کارِ سبکباراں خوش ست

آئی سوسن کی زباں سے کان میں میرے صدا
اِس جہانِ پیر میں کارِ سبکساراں ہے خوش

حافظا ترکِ جہاں گفتن طریقِ خوشدلیست
تا نہ پنداری کہ احوالِ جہانداراں خوش ست

ترکِ دُنیا کے بدوں حافظ نہیں ملتی خوشی
ہے غلط بالکل کہ احوالِ جہانداراں ہے خوش

صبا اگر گذرے افتدت بکشورِ دوست
بیار نفحۂ از گیسوئے معنبرِ دوست

صبا گزر ہو ترا گر کبھی بہ کشورِ دوست
بکھیر دیجیو وہ گیسوئے معنبرِ دوست

بجانِ او کہ بشکرانہ جاں برافشانم
اگر بسوئے من آری پیامے از برِ دوست

قسم ہے یار کی جاں کی کہ جان دیدوں گا
میں اس پہ لے کے جو آئے پیامِ دلبرِ دوست

وگر چنانچہ دراں حضرتت نباشد بار
برائے دیدہ بیاور غبارے از درِ دوست

رسائی گر نہ ہو درگاہِ یار میں تیری
برائے چشم اڑا لا تو خاک از درِ دوست

منِ گدا و تمنائے وصلِ او ہیہات
مگر بخواب ببینم جمال و منظرِ دوست

اگر ہے دید کی اُمّید اب تو بس یہ ہے
کہ دیکھوں خواب میں شاید جمال و منظرِ دوست

دلِ صنوبریم ہمچو بید لرزاں ست
ز حسرتِ قد و بالائے چوں صنوبرِ دوست

دلِ صنوبرِ عاشق ہے بید کی صورت
لرزتا دیکھ کے ہے قامتِ صنوبرِ دوست

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد مارا
بعالمے نفروشیم موئے از سرِ دوست

نہیں خرید تا دھیلے میں ہم کو وہ لیکن
نہ بیچیں ہم کسی قیمت پہ بھی موئے سرِ دوست

چہ عذر بازِ سگِ کوئے تو توانم خواست
اگر شبے بتوانیم بود بر درِ دوست

کریں گے عذر سگِ کوئے یار سے ہم کیا
اگر پہنچ بھی گئے ایک رات بر درِ دوست

چہ باشد ار شود از قیدِ غم دلش آزاد
چو ہست حافظِ مسکیں غلام و چاکرِ دوست

دل اس کا قیدِ الم سے نہیں ہوا فارغ
ہے گرچہ حافظِ مسکیں غلام و چاکرِ دوست

صوفی از پرتوِ مے رازِ نہانی دانست
گوہرِ ہر کس ازیں لعل توانی دانست

صوفیٔ از پرتوِ مے رازِ نہانی جانے
قدرِ ہر کس، جو پیے آگ سا پانی جانے

شرحِ مجموعۂ گُل مُرغِ سحر داند و بس
کہ نہ ہر کو ورقے خواند معانی دانست

شرحِ مجموعۂ گل مرغِ سحر سے پوچھو
ورقِ گُل کوئی پڑھ کے نہ معانی جانے

عرضہ کردم دو جہاں بر دلِ کار افتادہ
بجز از عشقِ تو باقی ہمہ فانی دانست

دولتِ ہر دو جہاں گرچہ ملی ہے دل کو
تیری الفت کے سوا سب کو یہ فانی جانے

آں شد اکنوں کہ ز افواہِ عوام اندیشم
محتسب نیز ازیں عیشِ نہانی دانست

پہلے ڈرتا تھا میں افواہ سے لیکن اب تو
محتسب خود ہی مرا عیشِ نہانی جانے

دلبر آسایشِ ما مصلحتِ وقت ندید
ورنہ از جانبِ ما دلِ نگرانی دانست

اُس کو آرام مرا مصلحتاً تھا نہ قبول
ورنہ وہ خوب مری "دل نگرانی" جانے

سنگ و گل را کند از یُمنِ نظر لعل و عقیق
ہر کہ قدرِ نفسِ بادِ یمانی دانست

سنگ و گل کو کرے یاقوت و عقیق اسکی نظر
جو بھی قدرِ نفسِ بادِ یمانی جانے

اے کہ از دفترِ عقل آیتِ عشق آموزی
ترسم ایں نکتہ بہ تحقیق ندانی دانست

دفترِ عقل سے ملتی نہیں شرحِ الفت
دلِ مشتاق ہی اِک اُس کے معانی جانے

مے بیاور کہ ننازد بہ گُلِ باغِ جہاں
ہر کہ غارتگریِ بادِ خزانی دانست

گُل و گلزارِ جہاں پر نہ کرے ناز کبھی
جو بھی غارتگریِ بادِ خزانی جانے

حافظ ایں گوہرِ منظوم کہ از طبع انگیخت
اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی دانست

نظم میں موتی پروتا ہے جو حافظ ان کو
اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی جانے

صبحِ دولت طلوعِ طلعتِ اوست
شامِ ظلمت نشانِ ظلمتِ اوست

صبحِ دولت طلوعِ طلعتِ دوست
شامِ ظلمت نشانِ ظلمتِ دوست

مہر از خوانِ او نوالہ رساں
ماہِ نو خم ز بہرِ خدمتِ اوست

خوان سے اُس کے مہر کو روزی
ماہِ نو خم ہے بہرِ خدمتِ دوست

از قدش پائے سرو ماندہ بہ گِل
لالہ را داغِ دل بفرقتِ اوست

سرو جھکتے ہیں دیکھ کر قامت
داغِ لالہ ہیں سب بہ فرقتِ دوست

رنگ و بوئے گُل از رُخش بہ چمن
نالۂ بلبل از محبّتِ اوست

رنگ و بو گُل میں اُس کے رُخ کا فیض
نالۂ بُلبل کا وجہِ الفتِ دوست

سوسنِ دہ زباں خموش بہ باغ
لال ماندہ ز صنعِ قدرتِ اوست

سوسنِ دہ زباں ہوئی خاموش
دیکھ کر رنگِ حسنِ صنعتِ دوست

فقر اگر رنجِ محنت ست اَمّا
گنجِ عزّت بکنجِ عزلتِ اوست

رنجِ محنت ہے فقر میں لیکن
گنجِ عزّت ہے کُنجِ عزلتِ دوست

بہ دوا جانبِ طبیب مرو
صحتِ عاجل از طبابتِ اوست

نہ وہ جائے طبیب کی جانب
دیوے جس کو شفا طبابتِ دوست

در طریقِ سلوک سالک را
ہر چہ پیش آید از ارادتِ اوست

در طریقِ سلوک سالک کو
آئے در پیش جو ارادتِ دوست

قمری و عندلیب و حافظ نیست
ہمہ گویا بہ ذکرِ مدحتِ اوست

قمری و عندلیب و حافظ کو
ہے شب و روز ذکرِ مدحتِ دوست

کنوں کہ در کفِ گل جامِ بادۂ صاف ست
بصد ہزار زباں بُلبلش دراوصاف ست

ہے جبکہ آج کفِ گل میں جامِ بادۂ صاف
بصد ہزار زباں گائے عندلیب اوصاف

بخواہ دفترِ اشعار و رُو بصحرا کن
چہ وقتِ مدرسہ و بحثِ کشف و کشّاف ست

چل اپنا دفترِ اشعار لے کے صحرا میں
نہیں ہے تیرے لئے بحثِ کاشف و کشّاف

فقیہہ مدرسہ دی مست بود و فتویٰ داد
کہ مے حرام ولے بہ ز مالِ اوقاف ست

دیا ہے جھوم کے فتویٰ یہ آج مفتی نے
نہیں شراب سے بہتر یہ دولتِ اوقاف

بدُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عینِ الطاف ست

نہ دُرد و صاف کی ساقی سے کچھ شکایت کر
وہ جو بھی جام میں ڈالے ہیں اُسکے عینِ الطاف

ببر ز خلق و ز عنقا قیاسِ کار بگیر
کہ صیتِ گوشہ نشیناں ز قاف تا قاف ست

کنارا خلق سے کر لے سبق تو عنقا سے
کہ گوشہ گیروں کا چرچا ہے قاف سے تا قاف

حدیثِ مدّعیان و خیالِ ہمکاراں
ہماں حکایتِ زر دوز و بوریا باف ست

حدیثِ مدّعیان و خیالِ ہمکاراں
ہیں یہ حکایتِ زردوز و ذکرِ بوریا باف

خموش حافظ و ایں نکتہ ہائے چوں زرِ سُرخ
نگاہدار کہ قلّابِ شہر صرّاف ست

یہ نکتہ ہائے زرِ سرخ ہیں، چھپا حافظ
کہ ہیں فریبی و مکّار شہر کے صرّاف

لعلِ سیراب بخوں تشنہ لبِ یارِ من ست	تشنۂ خوں جو ہوا لعلِ لبِ یار مرا
از پئے دیدنِ او دادنِ جاں کارِ من ست	بچ کے اب کیسے رہے گا یہ دلِ زار مرا
شرم ز آں چشمِ سیہ بادش و مژگانِ دراز	دیکھ مژگانِ دراز و نظرِ چشمِ سیاہ
ہر کہ دل بردنِ او دید و در انکارِ من ست	کر سکے لٹنے سے دل کس طرح انکار مرا
سارباں رخت بدروازہ مبر کاں سرِ کوہ	سارباں رک نہ یہاں، چل سرِ کوہ لے کے مجھے
شاہراہیست کہ منزل گہِ دلدارِ من ست	ہے وہاں، کہتے ہیں، کاشانۂ دلدار مرا
بندۂ طالعِ خویشم کہ دریں قحطِ وفا	خوش نصیبی کہ ہوا قحطِ وفاداری میں
عشقِ آں لولیِ سرمست خریدارِ من ست	عشقِ معشوقۂ سرمست، خریدار مرا
طبلۂ عطرِ گل و درجِ عبیر افشانش	شیشۂ عطرِ گل و ظرفِ عبیر و سنبل
فیضِ یک شمہ ز بوئے خوشِ عطّارِ من ست	سب کو دیتا ہے مہک گیسوئے عطّار مرا
باغباں ہمچو نسیم ز درِ خویش مراں	باغباں مجھ کو نہ کر صحبتِ گل سے قاصر
کآب گلزارِ تو از اشکِ چو گلنارِ من ست	کر تا رنگیں ہے چمن دیدۂ خونبار مرا
شربتِ قند و گلاب از لبِ یارم فرمود	شربتِ قندِ لبِ یار کیا ہے تجویز
نرگسِ او کہ طبیبِ دلِ بیمارِ من ست	آنکھ نے ہے جو طبیبِ دلِ بیمار مرا
آنکہ در طرزِ غزل نکتہ بہ حافظ آموخت	تجھ کو اندازِ غزل جس نے سکھایا حافظ
یارِ شیریں سخنِ نادرہ گفتارِ من ست	ہے وہ شیریں سخنِ نادرہ گفتار مرا

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں بدہ پیغامِ دوست
تا کنم جاں از سرِ رغبت فدائے نامِ دوست

مرحبا اے نامہ بر دے لا کے اِک پیغامِ دوست
تا کہ رغبت سے کریں ہم جاں فدائے نامِ دوست

والہ و شیدا است دائم ہمچو بُلبل در قفس
طوطیِ طبعم ز شوقِ شکرّ و بادامِ دوست

شائق و شیدا بنائے مثلِ بلبل قید میں
طبع کی طوطی کو شوقِ شکرّ و بادامِ دوست

زلفِ او دام است و خالش دانۂ آں دام و من
بر امیدِ دانۂ افتادم اندر دامِ دوست

خالِ رخ دانہ ہو جب، گیسوئے مشکیں دام ہو
شوقِ دانہ سے گریں ہم کیوں نہ اندر دامِ دوست

سر ز مستی برنگیرد تا بہ صبحِ روزِ حشر
ہر کہ چوں من در ازل یک جرعہ خورد از جامِ دوست

صبحِ محشر تک اٹھائے سر نہ مستی سے کوئی
ہاتھ میں روزِ ازل آجائے جسکے جامِ دوست

من نوشتم نامۂ از شرحِ حالِ خود ولے
دردِ سر باشد نمودن بیش ازیں ابرامِ دوست

شرحِ حالِ دل لکھی تو ہے مگر ڈر ہے مجھے
بن نہ جائے دردِ سر میرا کہیں ابرامِ دوست

میلِ من سوئے وصال و قصدِ او سوئے فراق
ترکِ کامِ خود گرفتم تا برآید کامِ دوست

قصد اُس کا سوئے فرقت، وصل چاہے دل میرا
ترکِ مقصد میں مرے گویا ہے پنہاں کامِ دوست

گر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچوں توتیا
خاکِ راہے کاں مشرّف گردد از اقدامِ دوست

آنکھ میں اپنی لگاؤں اُس کو سرمے کی طرح
خاکِ رہ کرتے مشرف ہیں جسے اقدامِ دوست

حافظ اندر دردِ غم میسوز و با درماں مساز
زانکہ درمانے ندارد دردِ بے درمانِ دوست

چارہ سوزِ عاشقی کا ہے نہیں حافظ کوئی
دردِ بے درماں ہے میرا دردِ بے آرامِ دوست

نمیدانم دلِ بلبل زعشق روئے گل چوں ست	کرے الفت میں گل کی نالہ بلبل اسقدر کیوں ہے
دلے در غنچہ می بینم بپیکانہاش در خوں ست	کہ ہوتا اُس کے تیرِ آہ سے غنچے کا دل خوں ہے
عجب باشد کہ بلبل را قرار و صبر کم گردد	چمن میں جانِ بلبل کو قرار و صبر ہو کیسے
ریاحین را چو ہر ساعت جمال و حسن افزوں ست	گلوں کا جبکہ ہر ساعت جمال و حسن افزوں ہے
نظر کُن بر گلِ رعنا کہ شکلِ او چہ افتادہ	گلِ رعنا کے خد و خال کی زیبائی تو دیکھو
چہ جرمِ بلبلِ شیدا اگر بیچارہ مفتوں ست	خطا بلبل کی کیا اس میں؛ اگر بیچارہ مفتوں ہے
چو از پردہ بروں آمد گل آنگہ بلبلِ مسکیں	وہ گل پردے سے باہر آگیا ہے، بلبلِ مسکیں
اگر در پردہ مینالد دلش از پردہ بیروں ست	درونِ پردہ نالہ کش ہے، دل پردے سے بیروں ہے
اگر مستی کند بلبل دریں موسم روا باشد	اگر مستی کرے بلبل تو اِس موسم میں ہے جائز
کہ بر ہر شاخ از گلہا ہزاراں جامِ میگوں ست	بنا جبکہ گلستانوں میں ہر گل جامِ میگوں ہے
دریں موسم کہ بوئے عیش از عالم نمی آید	کہیں سے گر نہ بوئے عیش آئے موسمِ گل میں
تو خود دانی نگارینا کہ حالِ عاشقاں چوں ست	تیرے عاشق کا دل اے جاں بہت ہوتا دگرگوں ہے
زمانِ عشرت و شادی کہ می جستی بجاں حافظؔ	زمانِ عشرت و شادی بہت کم ہے زمانے میں
غنیمت داں کنوں عشرت کہ وقتِ عیش اکنوں ست	غنیمت جان حافظؔ جو بھی دیتا دستِ گردوں ہے

الغیاث اے مایۂ جاں الغیاث
کفر زلفت برد ایماں الغیاث

الغیاث اے مایۂ جاں الغیاث
لوٹتی ہے زلف ایماں الغیاث

با ہمی لیسیم لب از تشنگی
در لبانت آبِ حیواں الغیاث

تشنگی سے چاٹتے ہیں ہونٹ ہم
لب میں تیرے آبِ حیواں الغیاث

وہ کجا شد شربتِ دیدارِ تو
میکشد تلخیِ ہجراں الغیاث

شربتِ دیدار تیرا کیا ہوا
رہ گئی تلخیِ ہجراں الغیاث

ما ز گریہ غرق در خوں گشتہ ایم
لعلِ تو پیوستہ خنداں الغیاث

غرق ہیں آنکھیں ہماری خون میں
لب ترے لیکن ہیں خنداں الغیاث

غمزۂ شوخِ تو از راہِ اجل
میزند دز دیدہ پیکاں الغیاث

قلب پر اُس شوخ کی ترچھی نظر
مارے اِک دزدیدہ پیکاں الغیاث

از خدنگِ و ناوکِ مژگانِ تو
زخمِ ہا افتادہ در جاں الغیاث

ناوک و پیکاں نے مژگاں کے ترے
کر دیے زخمی دل و جاں الغیاث

ہمچو گوی از زخمِ چوگانِ فلک
ہر طرف گشتیم غلطاں الغیاث

کھا کے چوگانِ فلک کی چوٹ ہم
ہر طرف جاتے ہیں غلطاں الغیاث

چشمِ بیمارت مرا بیمار کرد
جز لبانت نیست درماں الغیاث

تیری بیمار آنکھ کا بیمار ہوں
جُز ترے لب کیا ہے ارماں الغیاث

چوں دو زلفت کرد سرگرداں مرا
گردشِ گردونِ گرداں الغیاث

دے گئی زلفِ دوتا چکّر ہمیں
گردشِ گردونِ گرداں الغیاث

پیچشِ زلفِ تو در جانم فتاد
رشتۂ تن گشت پیچاں الغیاث

پیچ کاکل میں ترے الجھی ہے جاں
رشتۂ تن بھی ہے پیچاں الغیاث

باطنابِ زلف حافظ را بکش
ماندہ درِ چاہِ زنخداں الغیاث

زلف کی زنجیر سے حافظ کو کھینچ
وہ ہے در چاہِ زنخداں الغیاث

بازم ہوائے آں گلِ رعناست الغیاث
دیگر دلم رمیدہ و شیداست الغیاث

پھر ایک مہ جبیں کی تمنا ہے الغیاث
پھر دل مرا رمیدہ و شیدا ہے الغیاث

آں دل کہ کنجِ عافیتے برگزیدہ بود
ایں دم بعزمِ درد و بلاہاست الغیاث

اک کنجِ عافیت میں جو رہتا تھا میرا دل
کرتا وہ کیسا درد گوارا ہے الغیاث

صوفی کہ جامِ صاف دمادم ہمی کشید
حیرانِ کوئے او شدہ رسواست الغیاث

صوفی کہ جس کو جامِ حقیقت کی تھی طلب
کیسا وہ کوئے یار میں رسوا ہے الغیاث

عارف کہ غرق بود بناموسِ ننگ و نام
افتادہ در ملامت و سوداست الغیاث

وہ شیخ جس کو جستجوئے ننگ و نام تھی
اس کو بھی آج یار کا سودا ہے الغیاث

از جانِ زارِ حافظ و سرگشتگانِ شوق
فریاد و شور و ولولہ برخاست الغیاث

دیوانگیِ شوق میں حافظ کی جان سے
فریاد و شور و ولولہ اٹھتا ہے الغیاث

دردِ ما را نیست درماں الغیاث	درد کا کوئی نہ درماں الغیاث
ہجرِ ما را نیست پایاں الغیاث	ہجر کا کوئی نہ پایاں الغیاث
دین و دل بردند و قصدِ جاں کنند	قصدِ جاں کرتے ہیں لے کے دین و دل
الغیاث از جورِ خوباں الغیاث	الغیاث اے جورِ خوباں الغیاث
در بہائے بوسۂ جانے طلب	ایک بوسہ دے کے کرتے ہیں طلب
می کنند ایں دلستانان الغیاث	جاں ہماری دلستاناں الغیاث
خونِ ما خوردند ایں کافر دلاں	پیتے ہیں کافر ہمارا خونِ دل
اے مسلماناں چہ درماں الغیاث	اے مسلماں! کیا ہے درماں؟ الغیاث
دادِ مسکیناں بدہ اے روزِ وصل	دے پنہ مشتاق کو اے روزِ وصل
از شبِ یلدائے ہجراں الغیاث	از شبِ تاریکِ ہجراں الغیاث
ہر زمانم دردِ دیگر میرسد	اک نیا غم ہر زماں دیتے ہیں وہ
زیں حریفاں بردل و جاں الغیاث	جان و دل جن پر ہیں قرباں الغیاث
ہمچو حافظ روز و شب بے خویشتن	بے خودی میں ہم ہیں حافظ کی طرح
گشتہ ام سوزاں و گریاں الغیاث	روز و شب سوزاں و گریاں الغیاث

آتش اندر آبِ افسردہ ست یا مے در زجاج
یا درخشاں درمیانِ چشمۂ حیواں سراج

آگ ہے آبِ فسردہ میں کہ مے اندر زجاج
یا درخشاں درمیانِ چشمۂ حیواں سراج

از کفِ آزادگاں غائب مدار آن جام را
کاہلِ دل را کارِ عشرت زآں ہمی گیرد رواج

اہلِ دل کا کارِ عشرت مے بدوں چلتا نہیں
پینا جی بھر کے شرابِ آزادگاں کا ہے رواج

ساقیا دُردہ زبہرِ اہلِ روح و اہلِ دل
آں چناں راحے کہ با جاں ہست آں را امتزاج

اہلِ جان و اہلِ دل کو دے ذرا سی ساقیا
وہ شرابِ ناب جس کا روح سے ہو امتزاج

من چنیں زآغازِ فطرت عاشق و مست آمدم
بر سرا ہم رو ازیں رہ تا بوقتِ اندراج

آیا تھا دنیا میں بے خود اور بے خود ہی گیا
ٹھیک ہی ہو گا جو ہے دفتر میں میرے اندراج

برفگن برقع ز رخ کز نازکی مانی بداں
تازہ گل کز روئے باید بادِ شبگیری رواج

پھینک دے برقع، اٹھا چہرے سے یا اپنے نقاب
یہ چھپانا روئے گل کب سے ہے گلشن کا رواج

احتیاجِ من بوصلِ خویشتن دانستۂ
دوستاں را دستگیری کن بوقتِ احتیاج

احتیاجِ وصل میرا جانتا ہے جبکہ تو
دوستوں کی دستگیری کر بوقتِ احتیاج

عاشقانِ کوئے جاناں با گدائی سرخوش اند
ایں چنیں شہ را کجا باشد نظر بر تخت و تاج

عاشقانِ کوئے جاناں ہیں فقیری ہی میں مست
بادشہ ہیں ان کو ہے لیکن نہ فکرِ تخت و تاج

بشنو ایں نکتہ تو از حافظ کہ باشد سودمند
بادہ نوش و خیر کن کیں بہ زمانِ میرِ حاج

بادہ نوشی، بُت پرستی کرتا ہے حافظ مگر
رسم اُنکی ہے بھلائی عاجزی اُس کا رواج

سزد کہ از ہمہ دلبراں ستانی باج
چراکہ بر سرِ خوبانِ عالمی چوں تاج

یہ دلبرانِ جہاں دیویں کیوں نہ اُس کو خراج
وہ جبکہ بر سرِ خوبانِ عالمی ہے تاج

دو چشمِ شوخِ تو برہم زدہ خطا و ختن
بچینِ زلفِ تو ماچین و ہند دادہ خراج

ہیں چشمِ شوخ سے تیری، خفا خطا و ختن
خمیدہ زلف کو دیتے ہیں چین و ہند خراج

بیاضِ روئے تو روشن چو عارضِ خورشید
سوادِ زلفِ تو تاریک تر ز ظلمتِ داج

ہے اُس کے عارضِ روشن سے آفتاب کو تاب
سیاہ زلف سے اُسکی بنی ہے ظلمتِ داج

لبِ تو خضر و دہانِ تو آبِ حیوان ست
قدِ تو سرو و میانِ تو موی و گردن عاج

لبوں میں لعلِ بدخشاں، دہن میں آبِ خضر
قد اُس کا سرو، کمر بے وجود، گردن عاج

ازیں مرض بحقیقت کجا شفا یابم
کہ از تو دردِ دلِ من نمیرسد بعلاج

کسی طبیب سے کس طرح ہم اُمید رکھیں
کہ وہ بھی اب نہیں کر سکتا دردِ دل کا علاج

دہانِ تنگ تو دادہ بآبِ خضر بقا
لبِ چو قندِ تو بُرد از نباتِ مصر رواج

دہانِ تنگ سے اُس کے ملی خضر کو بقا
رکھی ہے اُس کے لبوں نے نباتِ مصر کی لاج

چرا ہمی شکنی جانِ من ز سنگ دلی
دلِ ضعیف کہ ہست او بنازکی چو زجاج

نہ ٹوٹ جائے کہیں، رکھ سنبھال کر اسکو
بہت ضعیف ہے نازک ہے میرے دل کا زجاج

فتادہ در دلِ حافظ ہوائے چوں تو شہے
کمینہ بندۂ خاکِ درِ تو بودے کاج

ہوس ہے اُس شہِ خوباں کی دل میں حافظ کے
ہزار شاہ بنے ایک غلام جس کے آج

از منِ سوختہ آں یار نمی پرسد ہیچ
خبرے زیں دلِ افگار نمی پرسد ہیچ

عاشقِ سوختہ کو یار نہ پوچھے ہے کچھ
حالِ زارِ دلِ افگار نہ پوچھے ہے کچھ

اُو طبیبِ من و من خستہ و بیمارِ غمش
چہ طبیبے ست کہ بیمار نمی پرسد ہیچ

وہ معالج ہے، میں بیمار ہوں جسکے باعث
وہ مسیحا مرا آزار نہ پوچھے ہے کچھ

دی طبیبے بسرم آمد و احوالم دید
گفت چو نیست ترا یار نمی پرسد ہیچ

کرکے تشخیص معالج نے یہ پوچھا مجھ سے
بات کیا ہے کہ ترا یار نہ پوچھے ہے کچھ

جانم از فرقتِ رویش بلب آمد صد بار
کہ ازیں دل شدہ آں یار نمی پرسد ہیچ

جاں بلب آتی ہے صد بار مری فرقت میں
حال اک بار بھی وہ یار نہ پوچھے ہے کچھ

دوش در خواب چو من ماہِ رُخِ او دیدم
گفت گہ گاہ ترا یار نمی پرسد ہیچ

رات کو خواب میں دیتا ہے تسلی لیکن
صبح ہوتا ہوں جو بیدار نہ پوچھے ہے کچھ

اے طبیبِ ازلی یک نظرے کن مارا
حافظِ سوختہ را یار نمی پرسد ہیچ

اے طبیبِ ازلی ایک نظر حافظ پر
یار کر کے اُسے بیمار نہ پوچھے ہے کچھ

آں کیست کز روئے کرم با من وفاداری کند
بر جائے بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند

کیا ہے کوئی معشوق جو عہدِ وفاداری کرے
اک عاشقِ بدکار سے بھی جو نکوکاری کرے

اوّل بہ بانگِ نائے و نے گوید بمن پیغامِ وے
وانگہ بیک پیمانہ مے با من ہواداری کند

پیغام بھیجے رنگ کے اور ساتھ بانگِ چنگ کے
دے مجھ کو اِک پیمانہ مے کچھ میری غمخواری کرے

دلبر کہ جاں فرسود ازو کامِ دلم نکشود ازو
نومید نتواں بود ازو باشد کہ دلداری کند

وہ دل شکن، دلبر ہے جو، جاں سوز جاں افزا ہے جو
نومید تو اے دل نہ ہو، شاید کہ دلداری کرے

گفتم گرہ نکشودہ ام زاں طرّہ تا من بودہ ام
گفتا منش فرمودہ ام تا با تو طرّاری کند

اللہ یہ زلفِ صنم، ہیں جس میں صد جور و ستم
دکھلا کے اپنے پیچ و خم، کیا کیا نہ طرّاری کرے

پشمینہ پوشِ تندخو کز عشق نشنیدست بو
از مستیش رمزے بگو تا ترکِ ہشیاری کند

پشمینہ پوشِ تندخو جس میں نہیں الفت کی بو
دیدو اسے جام و سبو تا ترکِ ہشیاری کرے

چوں من گدائے بے نشاں مشکل بود یارِ فلاں
سلطاں کجا عیشِ نہاں با رندِ بازاری کند

مجھ سا فقیرِ بے نشاں کیسے بنے یارِ فلاں
سلطان کیوں عیشِ نہاں با رندِ بازاری کرے

زاں طرّۂ پُر پیچ و خم سہل است اگر بینم ستم
از بند و زنجیرش چہ غم آنکس کہ عیاری کند

وہ گیسوئے پُر پیچ و خم، وہ بند و زنجیرِ الم
بھر بھر کے دلداری کا دم کیسی یہ عیاری کرے

شد لشکرِ غم بے عدد از بخت میخواہم مدد
تا فخرِ دیں عبدالصمد باشد کہ غمخواری کند

ہے لشکرِ غم بے عدد میں بخت سے چاہوں مدد
تا فخرِ دیں عبدالصمد شاید کہ غم خواری کرے

با چشمِ پُر نیرنگِ او حافظ مکن آہنگِ او
کاں طرّۂ شب رنگِ او بسیار مکّاری کند

اس آنکھ میں نیرنگ ہے، حافظ عجب آہنگ ہے
وہ طرّۂ شب رنگ ہے بسیار مکّاری کرے

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

مٹی کو اک نگاہ سے جو کیمیا کریں
ہم پہ بھی ایک چشمِ عنایت ذرا کریں

دردم نہفتہ بہ ز طبیبانِ مُدّعی
باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند

دنیا میں کچھ علاج نہیں درد کا مرے
شاید فرشتے موت کے ہی کچھ دوا کریں

معشوق چوں نقاب ز رخ بر نمیکشد
ہر کس حکایتے بہ تصوّر چرا کنند

چہرے سے جب نقاب اٹھاتا نہیں ہے وہ
اُس کا بیانِ حسن، تصوّر سے کیا کریں

چوں حسنِ عاقبت نہ برندی و زاہدیست
آں بہ کہ کارِ خود برعایت رہا کنند

کام آخرت میں جبکہ نہ رندی نہ زہد آئے
لازم ہے ہم پہ، رحم کی اُس کے دُعا کریں

بیمعرفت مباش کہ در من یزیدِ عشق
اہلِ نظر معاملہ با آشنا کنند

بے معرفت نہ ہو کہ یہ بازارِ عشق ہے
اہلِ نظر معاملہ با آشنا کریں

بگذر ز کوئے میکدہ تا زمرۂ حضور
اوقاتِ خود ز بہرِ تو صرفِ دعا کنند

ہے میکدہ یہ ایسا کہ گزرے یہاں سے جو
اُس کے لئے ہزار فرشتے دُعا کریں

پیراہنے کہ آید ازو بوئے یوسفم
ترسم برادرانِ غیورش قبا کنند

آتی ہے جب کسی سے مجھے بوئے یوسفی
ڈرتا ہوں چاک بھائی نہ اُس کی قبا کریں

گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار
صاحبدلاں حکایتِ دل خوش ادا کنند

پتھر بھی سُن کے حال جو رو دے عجب نہیں
دل والے ہی حکایتِ دل خوب ادا کریں

حالے درونِ پردہ بسے فتنہ می رود
تا آں زماں کہ پردہ برافتد چہا کنند

ہیں فتنہ خیز پردے میں رہ کے جو اس قدر
آئیں برونِ پردہ قیامت بپا کریں

پنہاں زحاسداں بخودم خواں کہ منعماں
خیرِ نہاں برائے رضائے خدا کنند

چھپ کے تو حاسدوں سے بلا لے کہ نیک دل
خیرِ نہاں برائے رضائے خدا کریں

مے خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب
بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنند

مے پی کہ وہ گناہ جو در پردہ ہو، بھلا
اُس زہد سے جو شیخ برو و ریا کریں

حافظ مدام وصل میسر نمی شود
شاہاں کم التفات بحالِ گدا کنند

حافظ کسی کو ملتا نہیں وصلِ دائمی
ہم چاہے جتنی اس کی تمنا کیا کریں

آنکہ رخسارِ ترا رنگِ گل و نسریں داد
صبر و آرام تواند بمنِ مسکیں داد

جب رُخِ یار کو رنگِ گل نسرین دیا
صبر و آرام نہ کیوں در دلِ مسکین دیا

وانکہ گیسوئے ترا رسمِ تطاول آموخت
ہم تواند کرمش دادِ منِ غمگیں داد

ریشمی زلف کے پیچوں میں رکھے جور و ستم
اور سینے میں ہمیں اک دلِ غمگین دیا

من ہما روز ز فرہاد طمع ببریدم
کہ عنانِ دل شیدا بکفِ شیریں داد

جانِ فرہاد سے مایوس ہوئے ہم جب سے
اُس نے دل کو بکفِ خسرو و شیرین دیا

گنج زر گر نبود گنجِ قناعت باقیست
آنکہ آں داد بشاہاں بگدایاں ایں داد

گنجِ زر گر نہ سہی گنجِ قناعت تو بہت
ہم فقیروں کے لئے باعثِ تسکین دیا

خوش عروسیت جہاں از رہِ صورت لیکن
ہر کہ پیوست بدو عمرِ خودش کابیں داد

یہ جہاں ایک دُلھن ہے کہ ہوا جو اس کا
عوضِ مہر اُسے عمر کا کابین دیا

بعد ازیں دستِ من و دامنِ آں سروِ بلند
خاصہ اکنوں کہ صبا مژدۂ فروردیں داد

ڈھونڈتی آنکھ ہے گلرخ کو صبا نے جب سے
مژدۂ فصلِ گل و موسمِ رنگین دیا

در غم و غصۂ دوراں دلِ حافظ خوں شد
از فراقِ رخت اے خواجہ قوام الدیں داد

غمِ دوراں نے کیا خونِ جگر حافظ کا
جب سے اک شوخ کو اُس نے دلِ مسکین دیا

آں یار کزو خانۂ ما جائے پری بود
سر تا بقدم چوں پری از عیب بری بود

وہ یار کہ گھر جس سے مرا قصرِ پری تھا
پریوں کی طرح عیب سے بالکل وہ بری تھا

دل گفت فروکش کنم ایں شہر بہ بویش
بیچارہ ندانست کہ یارش سفری بود

جس شہر میں جا کر میں بسا یار کی خاطر
معلوم ہوا وہ تو وہاں بھی سفری تھا

منظورِ خردمندِ من آں ماہ کہ او را
در حسنِ ادب شیوۂ صاحب نظری بود

تھا یارِ خردمند مرا چاند وہ جس کو
در حسنِ ادب شیوۂ صاحب نظری تھا

از چنگِ منش اخترِ بدمہر بدر کرد
آرے چہ کنم آفتِ دورِ قمری بود

اک اخترِ بدمہر نے چھینا اُسے مجھ سے
قسمت تھی مری فتنۂ دورِ قمری تھا

عذرے بنہ ایدل کہ تو درویشی و او را
در مملکتِ حسن سرِ تاجوری بود

جائز ہے فقیروں کی اگر کی نہیں پرسش
اُس حسن کے خسرو کو سرِ تاجوری تھا

خوش بود لبِ آب و گل و سبزہ و لیکن
افسوس کہ آں گنج رواں رہگذری بود

اچھے تو لبِ جو و گل و سرو تھے لیکن
افسوس کہ وہ سروِ رواں رہگذری تھا

خود را بکشد بلبل ازیں غصہ کہ گل را
با بادِ صبا وقتِ سحر جلوہ گری بود

بلبل جلا کیوں رشک میں بادِ سحری کے
گلشن میں سدا شیوۂ گل جلوہ گری تھا

اوقاتِ خوش آں بود کہ با دوست بسر شد
باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

تھا وقت وہی یار کی صحبت میں جو گزرا
جو اور تھا بے حاصلی و بے خبری تھا

تنہا نہ ز رازِ دل من پردہ برافتاد
تا بود فلک شیوۂ او پردہ دری بود

اک ہم ہی نہ تھے راز ہوا فاش کہ جن کا
جب سے تھا فلک طورِ فلک پردہ دری تھا

ہر گنجِ سعادت کہ خدا داد بحافظ
از یمنِ دعائے شب و وردِ سحری بود

ہر گنجِ سعادت جو ملا تھا تجھے حافظ
تاثیرِ دعائے شب و وردِ سحری تھا

بُلبلے خونِ جگر خورد و گُلے حاصل کرد
بادِ غیرت بصدش حالِ پریشاں دل کرد

ایک پل بلبل نے وصلِ گُل اگر حاصل کیا
مدّتوں فرقت نے کیسا پھر پریشاں دل کیا

طوطئےُ را بہوائے شکرے دل خوش بود
ناگہش سیلِ فنا نقشِ امل باطل کرد

تھا بہت بلبل مگن اس کا مگر نقشِ امل
کس طرح سیلِ فنا نے ناگہاں باطل کیا

قُرّۃ العینِ من آں میوۂ دل یادش باد
کہ خود آساں بشد و کارِ مرا مشکل کرد

موت نے اے جانِ من مشکل تری آسان کی
مر کے تُو نے زندگی کو میری کیوں مشکل کیا

سارباں بارِ من افتاد خدا را مددے
کہ امیدِ کرمم ہمرہِ ایں محمل کرد

گر پڑا ہے بوجھ میرا، کر مدد اے سارباں!
مجھ کو امیدِ کرم نے ہمرہِ محمل کیا

رُوئے خاکی و نمِ چشمِ مرا خوار مدار
چرخِ فیروزہ طرب خانہ ازیں کہگل کرد

خاک کو چہرے کی میرے آنسوؤں میں گوندھ کر
چرخ نے اپنے طرب خانے کا اک کہگل کیا

آہ و فریاد کہ از چشمِ حسودِ مہ و مہر
در لحد ماہِ کماں ابروئے من منزل کرد

چاند سورج کے حسد سے جل بجھا ابرو کماں
قبر کی مٹی کو اپنی آخری منزل کیا

نزدِ شاہ رخ و فوت شد امکاں حافظؔ
چہ کنم بازیِ ایّام مرا غافل کرد

چال تھی حافظؔ کی لیکن چرخ بازی لے گیا
گردشِ ایّام نے کچھ یُوں اُسے غافل کیا

بُتے دارم کہ گردِ گُل ز سنبل سائباں دارد
بہارِ عارضش خطّے بخونِ ارغواں دارد

رُخِ گلرنگِ بت پر زلفِ سنبل سائباں رکھے
بہار عارض کی رنگ اپنا بخونِ ارغواں رکھے

غبارِ خط نہ پوشانید خورشیدِ رُخش یارب
حیاتِ جاودانش دہ کہ حسنِ جاوداں دارد

غبارِ عمر میں یارب چھپے مت مہرِ رُخ اُس کا
حیاتِ دائمی دے تا وہ حسنِ جاوداں رکھے

چو عاشق می شدم گفتم کہ بُردم گوہرِ مقصود
ندانستم کہ ایں دریا چہ موجِ بیکراں دارد

بہت آسان جانا گوہرِ مقصود کا ملنا
نہیں معلوم تھا دریا یہ موجِ بیکراں رکھے

چو در رویت بخندد گل، مشو در دامش اے بلبل
کہ بر گل اعتمادے نیست گو حسنِ جواں دارد

گُلِ خنداں کے دامِ عشق میں مت آئیو بُلبل
بھروسہ کچھ نہیں کتنا ہی وہ حسنِ جواں رکھے

خدارا داد من بستاں ازو اے شحنۂ مجلس
کہ مے با دیگراں خوردست و با من سرگراں دارد

یہ کیا انصاف ہے یارب کہ ساری رات وہ ظالم
پیے مے بیٹھ کے غیروں میں، مجھ سے سرگراں رکھے

چو دامِ طرہ افشاند بگردِ خاطرِ عاشق
بغمّازِ صبا گوید کہ رازِ من نہاں دارد

بکھیرے خود ہی دامِ زلف سے خاکِ دلِ عاشق
کہے پھر خود صبا سے، راز وہ اُس کا نہاں رکھے

ز خوفِ ہجرم ایمن کن اگر امیدِ آں داری
کہ از چشمِ بد اندیشاں خدایت در اماں دارد

بچا خوفِ شبِ تاریکِ ہجراں سے مجھے اے جاں
خدا تجھ کو بچائے چشمِ بد سے در اماں رکھے

چہ افتاد ست دریں رہ کہ ہر سلطانِ معنی را
دریں درگاہ می بینم کہ سر بر آستاں دارد

ہوا کیا عشق کی رہ میں ہے یارب حق شناسوں کو
کہ اس درگاہ میں بیٹھے ہیں سر بر آستاں رکھے

بفتراک ار ہمی بندی خدارا زود صیدم کن
کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد

ہے گر فتراک ہی میں ڈالنا، صیاد جلدی کر
کہ مشکل میں، تری تاخیر، اِن صیدوں کی جاں رکھے

زِ سروِ قدِّ دلجویت مکن محروم چشمم را
بدیں سرچشمہ اش بنشاں کہ خوش آبِ رواں دارد

نہ کر محروم میری چشمِ نم اُس سروِ دلجو سے
ترو تازہ جسے ہر دم مرا آبِ رواں رکھے

ز چشمت جاں نشاید بُرد کز ہر سو ہمی بینم
کمیں از گوشہ کردست و تیر اندر کماں دارد

بچاؤں کس طرح میں جان چشمِ مست سے اُس کی
لگائے گھات جو ہے، تیر جو اندر کماں رکھے

بیفشاں جرعۂ بر خاک و حالِ اہلِ شوکت بیں
کہ از جمشید و کیخسرو ہزاراں داستاں دارد

بیادِ اہلِ شوکت ایک جرعہ خاک پر پھینکو
کہ یہ جمشید و کیخسرو ہی کی ساری داستاں رکھے

چہ عذر از بختِ خود گویم کہ آں عیارِ شہر آشوب
بہ تلخی کُشت حافظ را و شکّر در دہاں دارد

کروں کیا بخت کا شکوہ اگر وہ شوخِ دل آرا
بہ تلخی جانِ حافظ لے، ولے شیریں زباں رکھے

بریدِ بادِ صبا دوشم آگہی آورد
کہ روزِ محنت و غم رو بکوتہی آورد

زہے نصیب صبا شب جو آگہی لائی
وہ روزِ محنت و غم رو بکوتہی لائی

بمطربانِ صبوحی دہیم جامۂ پاک
بدیں نوید کہ بادِ سحرگہی آورد

مصلّا اپنا دیا مطربِ صبوحی کو
نوید سن کے جو بادِ سحرگہی لائی

نسیمِ زلفِ تو شد خضرِ راہم اندر عشق
زہے رفیق کہ بختم بہ ہمرہی آورد

نسیمِ زلف بنی خضرِ راہِ الفت میں
زہے رفیق جو قسمت بہ ہمرہی لائی

بیا بیا کہ طہورِ بہشت را رضواں
دریں جہاں ز برائے دلِ رہی آورد

اُٹھو کہ شوخیٔ رضواں بہشت کا مشروب
جہاں میں آج برائے دلِ رہی لائی

بخیرِ خاطرِ ما کوش کایں کلاہِ نمد
بسے شکست کہ بر افسرِ شہی آورد

بھلائی کر کہ یہ اُونی کلاہِ درویشی
بہت شکستگی بر افسرِ شہی لائی

رساند رایتِ منصور بر فلک حافظ
چو التجا بجنابِ شہنشہی آورد

بلند پرچمِ منصور کر گئی حافظ
وہ التجا جو تجھے بر درِ شہی لائی

بوئے خوشِ تو ہر کہ ز بادِ صبا شنید
از یارِ آشنا سخنِ آشنا شنید

بادِ صبا سے جو بھی ترا ماجرا سنے
از یارِ آشنا سخنِ آشنا سنے

اینش سزا نبود دلِ حق گزارِ من
کز غمگسارِ خود سخنِ ناسزا شنید

ناحق سزا ملے ہے دلِ حق گزار کو
غمخوار سے وہ جب سخنِ ناسزا سنے

ما بادہ زیرِ خرقہ نہ امروز می خوریم
صد بار پیرِ میکدہ ایں ماجرا شنید

پی میں نے آج ہی نہیں خرقے کی آڑ میں
لوگوں نے ایسے قصّے مرے بارہا سنے

یا رب کجاست محرمِ رازے کہ یک زماں
دل شرحِ آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید

دے راز داں خدا مجھے ایسا جو بیٹھ کر
میری حکایتِ دلِ بے مدعا سنے

ساقی بیا کہ عشق ندا می کند بلند
آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

ساقی سناؤں کس کو حکایاتِ عاشقی
قصّہ مرا نہ کوئی جو میرے سوا سنے

نشنید ہر چہ گفتم و بگذشت ویں عجب
سلطاں شنیدہ ام کہ حدیثِ گدا شنید

اس نے سنی نہ بات مری اور چلا گیا
سلطان ہے وہی جو حدیثِ گدا سنے

ہر شام ماجرائے من و دل شمال گفت
ہر صبح گفتگوئے من و او صبا شنید

ہر شام مژدہ وصل کا بادِ نسیم دے
ہر صبح شکوہ ہجر کا بادِ صبا سنے

سرِّ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

اسرارِ پردہ دار کی ہو جس کو جستجو
جا کے وہ میفروش کی باتیں ذرا سنے

اے شاہِ حسن چشم بحالِ گدا فگن
کیں گوش بس حکایتِ شاہ و گدا شنید

اے شاہِ حسن! مجھ پہ اگر تو کرے نظر
سارا جہان قصۂ شاہ و گدا سنے

خوش می کنم بہ بادۂ مشکیں مشامِ جاں
کز دلق پوشِ صومعہ بوئے ریا شنید

خوشبوئے مے سے کر تو معطّر مشامِ جاں
زاہد کی جب حکایتِ مکر و ریا سنے

ما مے بنا نگِ چنگ نہ امروز می کشیم
بس دیر شد کہ گنبدِ چرخ ایں صدا شنید

پیتا بنا نگِ چنگ میں کچھ آج ہی نہیں
مدت سے یہ ہی گنبدِ ازرق صدا سنے

پندِ حکیم عینِ صواب ست و محضِ خیر
فرخندہ بخت آنکہ بسمعِ رضا شنید

پندِ حکیم، عینِ نکوئی و راستی
فرخندہ بخت وہ جو بگوشِ رضا سنے

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
دربندِ آں مباش کہ نشنید یا شنید

حافظ دعائیں مانگنا ہے کام آپ کا
کیجے نہ فکر کون سنے اور کیا سنے

پیش ازینت بیش ازیں غمخواریِ عُشّاق بود
مہرورزیِ تو با ما شہرۂ آفاق بود

وقت تھا ایسا بھی، وہ خود مائلِ عشاق تھا
لطفِ بے مقدار اُس کا شہرۂ آفاق تھا

یاد باد آں صحبتِ شبہا کہ با زلفِ توام
بحثِ سرِّ عشق و ذکرِ حلقۂ عُشّاق بود

یاد ہے راتوں کی وہ صحبت تری زلفوں کے ساتھ
بحثِ سرِّ عشق و ذکرِ حلقۂ عشاق تھا

حسنِ مہرویانِ مجلس گرچہ دل می برد و دیں
عشقِ ما بر لطفِ طبع و خوبیِ اخلاق بود

حسنِ مہرویانِ مجلس نے لیے گر دین و دل
دلربا کچھ کم نہ اُن کا لطفِ خوش اخلاق تھا

از دمِ صبحِ ازل تا آخرِ شامِ ابد
دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود

از دمِ صبحِ ازل تا آخرِ شامِ ابد
انحصارِ دوستی اک عہد، اک میثاق تھا

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد
ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

سایۂ معشوق عاشق پر پڑا تو کیا ہوا
اُس کا شیدائی تھا میں، وہ بھی مرا مشتاق تھا

بر درِ شاہم گدائے نکتۂ در کار کرد
گفت بر ہر خواں کہ بنشستم خدا رزّاق بود

اک فقیرِ بے نوا جاتا دروں پر تھا اگر
خوان پر شاہوں کے بھی اُس کا خدا رزّاق تھا

در شبِ قدر ار صبوحی کردہ ام عیبم مکن
سرخوش آمد یار و جامے بر کنارِ طاق بود

قدر کی شب میں نے پی ہے عیب لیکن مت لگا
پاس تھا معشوق، شیشہ بر کنارِ طاق تھا

پیش از این کیں سقفِ سبز و طاق مینا برکشید
منظرِ چشم مرا ابروئے جاناں طاق بود

سقفِ سبز و طاقِ مینا بننے سے پہلے کہیں
ابروئے جاناں کے اندر میں نے دیکھا طاق تھا

رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار
دستم اندر ساعدِ ساقیِ سیمیں ساق بود

رشتۂ تسبیح اگر ٹوٹا، تھی معذوری میری
ہاتھ اندر ساعدِ ساقیِ سیمیں ساق تھا

شعرِ حافظ در زمانِ آدم اندر باغِ خلد
دولتِ نسرین و گل را زینتِ اوراق بود

شعرِ حافظ عہدِ آدم میں بھی اندر خلد کے
دولتِ نسرین و گل تھا زینتِ اوراق تھا

ترسم کہ اشک در غمِ ما پردہ در شود
ویں رازِ سر بمہر بعالم سمر شود

شدّت سے درد کی جو مرا دیدہ تر ہوا
سیلابِ خونِ غم کا مرے پردہ دَر ہوا

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
آرے شود ولیک بخونِ جگر شود

کہتے ہیں لعل صبر سے بنتا ہے سنگ بھی
گر لعل وہ ہوا تو بخونِ جگر ہوا

خواہم شدن بمیکدہ گریان و داد خواہ
کز دستِ غم خلاصِ دل آنجا مگر شود

میخانے میں گیا تھا میں گریان و داد خواہ
جب اور کچھ نہ چارۂ دردِ جگر ہوا

ایں سرکشی کہ در سرِ سروِ بلندِ تست
کے با تو دستِ کوتہِ ما در کمر شود

تھی ایسی سرکشی ترے سروِ بلند کی
کوتاہ ہاتھ میرا کب اندر کمر ہوا

ایں قصرِ سلطنت کہ تو اش ماہِ منظری
سرہا بر آستانۂ او خاکِ در شود

وہ قصرِ حسن جس کا ہے تو ماہِ منظری
سر کونسا ہے جو نہ وہاں خاکِ در ہوا

از ہر کنار تیرِ دعا کردہ ام رواں
باشد کزیں میانہ یکے کارگر شود

ہر سمت میں نے تیرِ تمنا کئے رواں
اُن میں سے ایک بھی نہ مگر کارگر ہوا

از کیمیائے مہرِ تو زر گشت روئے من
آرے بہ یمُنِ ہمّتِ تو خاک زر شود

کیوں کیمیائے مہر سے دل زر نہ ہو مرا
چشمِ کرم سے تیری تو پتھّر بھی زر ہوا

اے دل حدیثِ ما برِ دلدار عرضہ کن
لیکن چناں مکن کہ صبا را خبر شود

دلدار کو سنا تو دیا حالِ زارِ دل
دشمن بھی راز سے مرے پر باخبر ہوا

اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت
از شام صبح گردد و از شب سحر شود

اے دل شبِ فراق کا غم کیا کہ آخرش
صبحوں سے رات، رات سے نورِ سحر ہوا

در تنگنائے حیرتم از نخوتِ رقیب
یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود

حیران ہوں تکبّر و زعمِ رقیب پر
کیا ہوگا، وہ گدا جو کہیں معتبر ہوا

بس نکتہ غیرِ حسن بباید کہ تا کسے
مقبولِ طبعِ مردمِ صاحب نظر شود

بے حسنِ باطنی، کبھی کوئی حسین شخص
مقبولِ طبع، مردمِ صاحب نظر ہوا؟

مہرِ تو در درونم و عشقِ تو در سرم
با شیر در دروں شد و با جاں بدر شود

سر میں ترا خیال تھا، تصویر دل میں تھی
بے خود تھا پر نہ تجھ سے کبھی بے خبر ہوا

اے مردمانِ دیدہ مگریید بعد ازیں
پائے خیالِ دوست مبادا کہ تر شود

آنکھوں نے غم میں اشک کے دریا بہا دیے
پائے خیالِ یار و لے کچھ نہ تر ہوا

ایدل چو نافہ سرِ زلفش بدستِ تست
دم درکش ارنہ بادِ صبا را خبر شود

ڈالیں جو اُس کی زلفِ معنبر میں انگلیاں
مشکین آرزو کا چمن کس قدر ہوا

حافظ سر از لحد بدر آرد بپائے بوس
گر خاکِ او بہ پائے شما پے سپر شود

اُٹھ کر لحد سے چومے ہیں حافظ نے پائے یار
بھولے سے اُس کا قبر سے جب بھی گزر ہوا

تنت بہ نازِ طبیباں نیاز مند مباد
وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد

کبھی بنازِ طبیباں نیاز مند نہ ہو
وہ نازنیں کبھی آزردۂ گزند نہ ہو

سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست
بہ ہیچ عارضہ شخصِ تو دردمند مباد

نہ دے ذرا بھی اُسے دردِ عاشقی یارب
وہ چاہے کتنا ہو بیدرد، دردمند نہ ہو

دریں چمن چو درآید خزاں بیغمائی
رہش بسروِ سہی قامتِ بلند مباد

چمن میں آئے خزاں جب تو راہ میں اُس کی
کبھی وہ سروِ سہی قامتِ بلند نہ ہو

درآں بساط کہ حسنِ تو جلوہ انداز د
مجالِ طعنۂ بد بینِ بد پسند مباد

جہاں بھی ناز سے یارب کرے وہ جلوہ گری
مجالِ طعنۂ بد بینِ بد پسند نہ ہو

جمالِ صورت و معنی بہ یُمنِ ہمتِ تست
کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد

جمالِ صورت و سیرت ہے جس کی برکت سے
وہ آشنائے الم، حسنِ دل پسند نہ ہو

ہر آنکہ روئے چو ماہت بچشمِ بد بیند
بر آتشِ تو بجز چشمِ او سپند مباد

جو اُس کے آتشیں رُخ پر نگاہِ بد ڈالے
سوا اُس آنکھ کے آتش میں اور سپند نہ ہو

شفا ز گفتۂ شکر فشانِ حافظ جوی
کہ حاجتت بہ علاجِ گلاب و قند مباد

شفا جسے ملے شیریں بیانِ حافظ سے
اُسے قبول علاجِ گلاب و قند نہ ہو

جاں بے جمالِ جاناں میلِ جہاں ندارد
ہر کس کہ ایں ندارد حقا کہ آں ندارد

جاں بے جمالِ جاناں امن و اماں نہ رکھے
آرام دل نہ رکھے، تسکینِ جاں نہ رکھے

با ہیچ کس نشانے زآں دلستاں ندیدم
یا من خبر ندارم یا او نشاں ندارد

ملتا نہیں کہیں جب ہم کو نشانِ دلبر
یا ہم ہی بے خبر ہیں یا وہ نشاں نہ رکھے

ہر شبنمے دریں رہ صد موجِ آتشیں ست
دردا کہ ایں معما شرح و بیاں ندارد

الفت کی راہ میں تو شبنم بھی آتشیں ہے
افسوس یہ معما شرح و بیاں نہ رکھے

سرمنزلِ قناعت نتواں ز دست دادن
اے سارباں فروکش کایں رہ کراں ندارد

اک منزلِ قناعت مِل جائے تو ٹھہر جا
یہ دشت آرزو کا ورنہ کراں نہ رکھے

گر خود رقیب شمع ست احوال ازو بپوشاں
کاں شوخ سر بریدہ بندِ زباں ندارد

مت شمع کو بتاؤ الفت کا رازِ پنہاں
یہ شوخ سر بریدہ بندِ زباں نہ رکھے

ذوقِ چناں ندارد بے دوست زندگانی
بے دوست زندگانی ذوقِ چناں ندارد

ذوقِ جہاں نہ رکھتے بے دوست زندگانی
بے دوست زندگانی شوقِ جواں نہ رکھے

احوالِ گنجِ قاروں کایام داد برباد
در گوشِ گل فروخواں تا زر نہاں ندارد

دوراں نے کر دیا ہے برباد گنجِ قاروں
کہہ دو یہ گل سے اپنے زر کو نہاں نہ رکھے

آنرا کہ خواندی استاد گر بنگری بہ تحقیق
صنعت گریست اما طبعِ رواں ندارد

استادِ شاعری کا کہتے ہیں لوگ جس کو
صنعت گری کرے ہے، طبعِ رواں نہ رکھے

چنگِ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت
بشنو کہ پندِ پیراں ہیچت زیاں ندارد

چنگِ خمیدہ قامت دلوے اگر بلاوا
اک پندِ پیر سن لو کچھ یہ زیاں نہ رکھے

اے دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز
مست ست و درحقِ او کس ایں گماں ندارد

اے دل طریقِ رندی تو سیکھ محتسب سے
ہے مست اور اس پر کوئی گماں نہ رکھے

کس در جہاں ندارد یک بندہ چو حافظ
زیرا کہ چوں تو شاہے کس در جہاں ندارد

تجھ سا غلام حافظ کوئی نہیں جہاں میں
اُس جیسا بادشہ بھی کوئی جہاں نہ رکھے

جمالت آفتابِ ہر نظر باد
زخوبی روئے خوبت خوب تر باد

تیری زیبائی، مہرِ ہر نظر ہے
تیری رعنائی، سب سے خوب تر ہے

ہمائے اوجِ شاہیں شہپرت را
دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر باد

ہمائے اوجِ شاہیں اللہ اللہ
دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر ہے

دلے کو بستۂ زلفت نباشد
ہمیشہ غرقۂ خونِ جگر باد

اسیرِ زلفِ جاناں گر نہیں دل
ہمیشہ غرقۂ خونِ جگر ہے

بُتا چوں غمزہ ات ناوک کشاید
دلِ مجروحِ من پیشش سپر باد

ترا تیرِ نظر چلنے سے پہلے
میرا زخمی جگر پیش از سپر ہے

چو لعلِ شکرینت بوسہ بخشد
مذاقِ جانِ من زو پر شکر باد

تمنا میں لبِ شکر فشاں کی
مذاقِ جاں میرا پُر شکر ہے

مرا از تست ہر دم تازہ عشقے
ترا ہر ساعتے حسنِ دگر باد

تیرے دم سے ہے ہر دم عشق تازہ
ترا ہر لمحہ اک حسنِ دگر ہے

کسے کو کشتۂ رویت نباشد
چو زلفت در ہم و زیر و زبر باد

جو دل زلفِ پریشاں میں نہ اُلجھا
پریشاں ہے بہت، زیر و زبر ہے

بجاں مشتاقِ روئے تست حافظ
ترا بر حالِ مشتاقاں نظر باد

بجاں مشتاق تیرے رُخ کا حافظ
کہ مشتاقوں ہی پر تیری نظر ہے

چو باد عزمِ سرِ کوئے یار خواہم کرد　　صبا میں عزمِ سرِ کوئے یار کرتا ہوں
نفس بہ بوئے خوشش مشکبار خواہم کرد　　بہ بوئے زلف نفس مشکبار کرتا ہوں

ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دیں　　وہ آبرو جو ملی تھی مجھے بہ دانش و دیں
نثارِ خاک رہِ آں نگار خواہم کرد　　جنوں کی ایک نگہ پر نثار کرتا ہوں

بہرزہ بے مے و معشوق عمر میگذرد　　یہ سوچ سوچ کے سود اپنے بار ہو شاید
بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد　　میں دل رباؤں سے پھر کاروبار کرتا ہوں

صبا کجاست کہ ایں جانِ خوں گرفتہ چو گل　　صبا میں گل کی طرح جانِ خوں گرفتہ کو
فدائے نکہتِ گیسوئے یار خواہم کرد　　فدائے نکہتِ گیسوئے یار کرتا ہوں

چو شمعِ صبح دمم شد ز مہرِ او روشن　　یہ زندگی ہوئی واضح، تری محبت سے
کہ عمر در سرِ ایں کاروبار خواہم کرد　　مثالِ شمعِ سحر، کاروبار کرتا ہوں

بیادِ چشمِ تو خود را خراب خواہم ساخت　　تباہ زندگی کر کے میں تیری الفت میں
بنائے عہدِ قدیم استوار خواہم کرد　　بنائے عہدِ قدیم استوار کرتا ہوں

نفاق و زرق نہ بخشد صفائے دل حافظ　　صفائے دل نہیں مکروفریب میں حافظ
طریقِ رندی و عشق اختیار خواہم کرد　　طریقِ رندی و عشق اختیار کرتا ہوں

چہ مستی ست ندانم کہ رو بما آورد
کہ بود ساقی و ایں بادہ از کجا آورد

کہاں سے نشّہ یہ ہم آج دل فزا لائے
یہ اہلِ میکدہ کیا جام میں ملا لائے

دلا چو غنچہ شکایت ز بختِ بستہ مکن
کہ بادِ صبح نسیمِ گرہ کشا آورد

کھلا نہ غنچۂ قسمت تو غم نہ کرے دل
کہ بادِ صبح نسیمِ گرہ کشا لائے

رسیدنِ گل و نسریں بخیر و خوبی باد
بنفشہ شاد و خوش آمد سمن صفا آورد

چمن میں آمدِ نسریں بخیر و خوبی ہو
بنفشہ شاد و خوش آئے، سمن صفا لائے

علاجِ ضعفِ دلِ ما کرشمۂ ساقی ست
برآر سر کہ طبیب آمد و دوا آورد

ہے ضعفِ دل کا مداوا کرشمۂ ساقی
ہزار ناز سے آئے وہ اور دوا لائے

صبا بخوش خبری ہُدہُدِ سلیمان ست
کہ مژدۂ طرب از گلشنِ سبا آورد

صبا بخوش خبری ہُدہُدِ سلیماں ہے
کہ مژدۂ طرب از گلشنِ سبا لائے

چہ راہ میزند ایں مطربِ مقام شناس
کہ درمیانِ غزل قولِ آشنا آورد

محل شناس ہوا آج اس قدر مطرب
کہ درمیانِ غزل قولِ آشنا لائے

تو نیز بادہ بچنگ آر و راہِ صحرا گیر
کہ مرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا آورد

شراب و چنگ اٹھاؤ چلو بیاباں میں
کہ مرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا لائے

مریدِ پیرِ مغانم ز من مرنج اے شیخ
چرا کہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد

مریدِ پیرِ مغاں ہم ہیں غم نہ کر زاہد
تو محض وعدے کرے اور وہ دوا لائے

فلک غلامیِ حافظ کنوں بطوع کند
کہ التجا بہ درِ دولتِ شما آورد

کرے غلامیِ حافظ نہ آسماں کیوں جب
وہ آپ کے درِ دولت پہ التجا لائے

خوش آمد گل وزاں خوشتر نباشد
کہ در دستت بجز ساغر نباشد

فضائے فصلِ گل بہتر نہیں ہے
جو ہاتھوں میں ترے ساغر نہیں ہے

زمانِ خوشدلی دریاب دریاب
کہ دائم در صدف گوہر نباشد

زمانِ عیش ہاتھوں ہاتھ لینا
کہ دائم در صدف گوہر نہیں ہے

غنیمت داں مے خور در گلستاں
کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد

غنیمت جان اور پی مے چمن میں
کہ گل تا ہفتۂ دیگر نہیں ہے

عجب راہیست راہِ عشق کانجا
کسے سر برکند کش سر نباشد

رہِ الفت عجب ہے راہ جس میں
وہ بالا ہے جس کے سر نہیں ہے

بشوئی اوراق اگر ہمدرسِ مائی
کہ علمِ عشق در دفتر نباشد

کتابیں پھینک بن ہمدرس میرا
کہ علمِ عشق در دفتر نہیں ہے

ز من بنیوش و دل در شاہدے بند
کہ حسنش بستۂ زیور نباشد

دے زیورِ جان و دل کا اس حسیں کو
جسے کچھ حاجتِ زیور نہیں ہے

بیا اے شیخ در خمخانۂ ما
شرابے خور کہ در کوثر نباشد

چڑھا لے شیخ خمخانے میں میرے
وہ بادہ جو کہ در کوثر نہیں ہے

ایا پُر لعل کردہ جامِ زریں
ببخشا بر کسے کش زر نباشد

مرے ساقی! مجھے بھی لعل بادہ
جو میرے پاس جامِ زر نہیں ہے

شرابِ بے خمارم بخش ساقی
کہ با او ہیچ دردِ سر نباشد

ہمیں بخشی ہے مے ساقی نے ایسی
ہے جس میں کیفِ دردِ سر نہیں ہے

بنام ایزد بتِ سیمیں تنم ہست
کہ در بت خانۂ آزر نباشد

یہ میرا سیم تن بت بت ہے ایسا
کہ در بت خانۂ آزر نہیں ہے

من از جاں بندۂ سلطان اویسم
اگرچہ یادش از چاکر نباشد

ہوں دل سے بندۂ سلطان اویس اک
انھیں گو یاد یہ چاکر نہیں ہے

بتاجِ عالم آرایش کہ خورشید
چنیں زیبندۂ افسر نباشد

وہ تاجِ عالم آرا جس کے آگے
یہ سورج لائقِ افسر نہیں ہے

کسے گیرد خطا در نظمِ حافظ
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد

نکالے عیب جو حافظ کے فن میں
لطافت اُس میں ذرّہ بھر نہیں ہے

دلبر برفت و دلشدگاں را خبر نکرد	جانے کی اپنے اس نے کسی کو خبر نہ کی
یادِ حریفِ شہر و رفیقِ سفر نکرد	یادِ حریفِ شہر و رفیقِ سفر نہ کی
یا بخت من طریقِ محبت فروگذاشت	یا میرا بخت بھول گیا طرزِ عشق یا
یا او بشاہراہِ حقیقت گذر نکرد	اُس نے بہ شاہراہِ حقیقت گزر نہ کی
من ایستادہ تا کنمش جاں فدا چو شمع	میں شمع بن کے راہ میں اس کی کھڑا رہا
او خود گذر بمن چو نسیمِ سحر نکرد	اس نے نسیم بن کے بھی یاں سے گزر نہ کی
گفتم مگر بہ گریہ دلش مہرباں کنم	چاہا تھا کرنا دل ذرا نالے سے مہرباں
در سنگِ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد	تاثیر کوئی سنگ پہ باراں نے پر نہ کی
ہر کس کہ دید روئے تو بوسید چشمِ من	جس نے وہ عکس دیکھا میری آنکھ چوم لی
کارے کہ کرد دیدۂ من بے نظر نکرد	بے سود میں نے عشق میں کچھ چشم تر نہ کی
در حیرتم کہ مہر چہ شد ہمدمِ رقیب	حیرت ہے کس طرح وہ ہوا ہمدمِ عدو
خرمہرہ ہیچ کس چو قرینِ گہر نکرد	کوڑی کبھی کسی نے قرینِ گہر نہ کی
مرغِ دل ار چہ بال و پرش غم بسوختہ است	دل جل کے خاک ہو گیا اُس کے فراق میں
سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد	دیوانگیِ عشق مگر سر بدر نہ کی
کلکِ زباں بریدۂ حافظ در انجمن	کلکِ زباں بریدۂ حافظ نے بزم میں
باکس نگفت رازِ تو تا ترکِ سر نکرد	بات ایک رازِ عشق کی تا قطعِ سر نہ کی

دل از من برد و رُو از من نہاں کرد
خدارا با کہ ایں بازی تواں کرد

تُو دل لے کے جو کرتا رُخ نہاں ہے
ستم کرتا یہ کیا اے میری جاں ہے

شبِ تنہائیم در قصدِ جاں بود
خیالش لطفہائے بیکراں کرد

شبِ تنہائی لیوے جان لیکن
تصور تیرا دیوے لطفِ جاں ہے

چرا چوں لالہ خونیں دل نباشم
کہ با من نرگسِ او سرگراں کرد

برنگِ لالہ دل ہوتا ہے خوں میں
جو ہوتی چشمِ نرگس سرگراں ہے

صبا گر چارہ داری وقت وقت است
کہ دردِ اشتیاقم قصدِ جاں کرد

صبا چارہ گری کر کچھ خدارا
کہ کرتا دردِ اُلفت قصدِ جاں ہے

کرا گویم کہ با ایں دردِ جانسوز
طبیبم قصدِ جانِ ناتواں کرد

غمِ جاں سوز سے کر وہ مسیحا
کرے اک قصدِ جانِ ناتواں ہے

بداں ساں سوخت چوں شمعم کہ بر من
صراحی گریہ و بربط فغاں کرد

کرے یوں سوختہ دیکھے جو مجھ کو
صراحی گریہ اور بربط فغاں ہے

میانِ مہربانان کے تواں گفت
کہ یارِ من چنیں گفت و چناں کرد

کسی سے کیا کہیں ہم کس طرح تُو
کہے کیا اور کرے کیا میری جاں ہے

عدو با جانِ حافظ آں نکردے
کہ تیرِ چشمِ آں ابرو کماں کرد

عدو نے بھی نہ حافظ سے کیا جو
کرے آنکھوں سے وہ ابرو کماں ہے

دست در حلقۂ آں زلفِ دوتا نتواں کرد
تکیہ بر عہدِ تو و بادِ صبا نتواں کرد

ہاتھ اندر خمِ گیسوئے دوتا کیونکر ہو
مطمئن دل مرا لے بادِ صبا کیونکر ہو

آنچہ سعی ست من اندر طلبت بنمودم
ایں قدر ہست کہ تغییرِ قضا نتواں کرد

ہوں طلبگار ترا کرتا تو کوشش ہوں بہت
نہ ہو تقدیر میں جب وصل ترا کیونکر ہو

دامنِ دوست بصد خونِ دل افتاد بدست
بفسونے کہ کند خصم رہا نتواں کرد

دامنِ دوست بصد خونِ جگر ہاتھ لگا
بہ طلسماتِ عدو پھر یہ رہا کیونکر ہو

عارضش را بمثل ماہِ فلک نتواں خواند
نسبتِ دوست بہر بے سر و پا نتواں کرد

عارضِ یار کی تشبیہ قمر سے مت کر
نسبتِ دوست ہر بے سر و پا کیونکر ہو

سروِ بالائے من آں دم کہ در آید بسماع
چہ محل جامۂ جاں را کہ قبا نتواں کرد

سروِ قد یار مرا وجد میں آ جائے اگر
ہاتھ میں دم نہ ہے جامہ قبا کیونکر ہو

مشکلِ عشق کہ در حوصلۂ دانشِ ماست
حلِ ایں نکتہ بدیں فکرِ خطا نتواں کرد

مشکلِ دل ہے مرے حوصلۂ دانش میں
عقل ناقص ہے تو پھر عقدہ کشا کیونکر ہو

من چہ گویم کہ ترا نازکیِ طبع لطیف
تا بحدیست کہ آہستہ دعا نتواں کرد

طبع نازک پہ تیری بار ہے فریاد مگر
اس تڑپ میں مری آہستہ دعا کیونکر ہو

نظرِ پاک تواں در رخِ جاناں دیدن
کہ در آئینہ نظر جز بصفا نتواں کرد

دیکھ سکتی ہے رخِ یار کو بس پاک نظر
کہ در آئینہ نظر جز بہ صفا کیونکر ہو

بجز ابروئے تو محرابِ دلِ حافظ نیست
طاعتِ غیرِ تو در مذہبِ ما نتواں کرد

ابروئے یار جو محرابِ دلِ حافظ ہے
بندگی غیر کی پھر اس کو روا کیونکر ہو

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند
گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

کل فرشتوں نے شور درِ میخانہ دیا
گِلِ آدم سے بنا کر مجھے پیمانہ دیا

ساکنانِ حرمِ سترِ عفافِ ملکوت
با منِ راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند

ساکنانِ حرمِ ستر و صفائے عرشی
کیا مجھ رند کو یہ بادۂ مستانہ دیا

شکرِ ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد
حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند

شکر ایزد کہ ہوئی صلح جب ان سے میری
رقص حوروں نے کیا، ساغرِ شکرانہ دیا

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

کر کے حکام نے تفریق بنی آدم کی
بات پہ ایک نہ کی جھوٹ کا افسانہ دیا

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

بار جس کا نہ اٹھا پائے تھے جنّات و مَلک
ایسا آدم کو بنا کر دلِ دیوانہ دیا

نقطۂ عشق دلِ گوشہ نشیناں خوں کرد
ہمچو آں خال کہ بر عارضِ جانانہ زدند

نقطۂ عشق جو درویش کا دل خون کرے
خالِ مشکیں ہے کہ بر عارضِ جانانہ دیا

ما بصد خرمنِ پندار ز رہ چوں نرویم
چوں رہِ آدمِ خاکی بیکے دانہ زدند

ہم بصد خرمنِ پندار نہ ہوں کیوں گمراہ
بہکا آدم مری جاں جب اسے اک دانہ دیا

آتش آں نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آتش آنست کہ در خرمنِ پروانہ زدند

نہیں وہ آگ کہ ہو شمع تبسم بر لب
آگ وہ ہے کہ جلا خرمنِ پروانہ دیا

کس چو حافظ نکشید از رخِ اندیشہ نقاب
تا سرِ زلفِ عروسانِ سخن شانہ زدند

رخ سے اندیشے کے حافظ نے اٹھا کے پردہ
اپنی گفتار کو رنگِ رخِ جانانہ دیا

دل من بدور رویت ز چمن فراغ دارد	ترے اس چمن میں کیسے کوئی دل فراغ رکھے
کہ چو سرو پائے بند است و چو لالہ داغ دارد	جہاں پائے سرو بندش، جہاں لالہ داغ رکھے
سر ما فرو نیاید بکمانِ ابروئے کس	کبھی یہ نہ سر جھکائیں کماں ابروؤں کے آگے
کہ درون گوشہ گیراں ز جہاں فراغ دارد	کہ ضمیر گوشہ گیراں ز جہاں فراغ رکھے
شب تیرہ چوں سر آرم رہِ پیچ پیچِ زلفت	شب تیرہ سر کروں میں خم و پیچ راہ گیسو
مگر آنکہ شمع رویت بہ رہم چراغ دارد	تری شمع رخ جو پیدا سے سرِ رہ چراغ رکھے
بفروغ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل	بفروغ چہرہ کا گل جو دلوں کو شب میں لوٹے
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد	ہے دلیر کیسا رہزن کہ بکف چراغ رکھے
سزدار چو ابر بہمن کہ بریں چمن بگریم	نہ کیوں ابر موسم گل کرے اس چمن پہ گریہ
طرب آشیانِ بلبل بنگر کہ زاغ دارد	طرب آشیانِ بلبل جو یہاں پہ زاغ رکھے
من و شمعِ صبحگاہی سزد ار بہم بگرییم	من و شمع صبحگاہی چلو ساتھ مل کے روئیں
کہ بسوختیم و از ما بتِ ما فراغ دارد	جو جلا کے دل ہمارا دلِ بت فراغ رکھے
بچمن خرام و بنگر بر تختِ گل کہ لالہ	ذرا دیکھ موسم گل کی بہار تختِ گل پہ
بہ ندیمِ شاہ ماند کہ بکف ایاغ دارد	ہے ندیم شاہ لالہ کہ بکف ایاغ رکھے
سرِ درسِ عشق دارد دلِ دردمندِ حافظ	دل دردمندِ حافظ ہے ملول عشق میں یوں
کہ نہ خاطرِ تماشا نہ ہوائے باغ دارد	کہ نہ خاطرِ تماشہ نہ ہوائے باغ رکھے

در ازل پرتوِ حسنت ز تجلی دم زد
عشق پیدا شد و آتش بہ ہمہ عالم زد

پرتوِ حسن سے جب یار جہاں برہم ہے
شعلۂ عشق سے آتش بہ ہمہ عالم ہے

جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت
عین آتش شد از یں غیرت و بر آدم زد

حسن کی تاب نہ جب لا سکے جنات و ملک
بن کے اُس برقِ تجلی کا دلِ آدم ہے

مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہِ راز
دستِ غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد

مدعی جب بہ تماشا گہِ اسرار گیا
خاک آتش سے ہوا سینۂ نامحرم ہے

عقل می خواست کز آں شعلہ چراغ افروزد
برقِ غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد

عقل نے شعلے سے جب شمع جلانی چاہی
برقِ الفت نے کیا سارا جہاں برہم ہے

جانِ علوی ہوسِ چاہِ زنخدانِ تو داشت
دست در حلقۂ آں زلفِ خم اندر خم زد

جانِ علوی کو ہو جب چاہِ زنخداں کی ہوس
ہاتھ میں لیتی وہ گیسوئے خم اندر خم ہے

دیگراں قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند
دلِ غم دیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد

عیش و آرام رقیبوں کو دیے قسمت نے
دلِ غمگیں کو ملا حصے میں غم ہی غم ہے

خواست تا جلوہ کند صورتِ خود را محبوب
خیمہ در معرکۂ آب و گلِ آدم زد

اپنے دیدار کی خواہش جو ہوئی ایزد کو
خاک سے پیدا کیا اس نے رُخِ آدم ہے

حافظ آں روز طرب نامۂ عشقِ تو نوشت
کہ قلم بر سرِ اسبابِ دلِ خرم زد

مستی نامہ ترے حافظ نے لکھا ہے اُس روز
جب خوشی کے سبھی اسباب کا سودا کم ہے

دوش آگہی زیارِ سفر کردہ داد باد
من نیز دل بباد دہم ہرچہ باد باد

لائی پیام یارِ سفر کردہ باد ہے
روشن ہوئی ہے چشم مسرت قلب شاد ہے

در چینِ طرۂ تو دلِ بے حفاظِ من
ہرگز نگفت مسکنِ مالوف یاد باد

جب سے مقیمِ زلف بنا ہے لحاظِ دل
آیا نہ اپنا گھر اسے اک دن بھی یاد ہے

دل خوش شدم بیادِ تو ہر گہ کہ در چمن
بندِ قبائے غنچۂ گل می کشاد باد

دل خوش ہوا ہے یاد سے تیری کہ در چمن
بندِ قبائے غنچۂ گل جو کشاد ہے

طرفِ کلاہ و شاہیت آمد بخاطرم
آنجا کہ تاج بر سرِ نرگس نہاد باد

نرگس کے سر پہ تاج رکھا دیکھ کر بہت
طرفِ کلاہِ یار مجھے آئے یاد ہے

کارم بداں رسید کہ ہمراہ خود کنم
ہر شام برقِ لامع و ہر بامداد باد

ہے کیا عجیب عشق یہ کیسی ہے دوستی
تحفہ ہے آگ اس کا فغاں اسکی داد ہے

از دست رفتہ بود وجودِ ضعیفِ من
صبحم بہ بوئے وصلِ تو جاں باز داد باد

میرے تنِ ضعیف میں جاں اس نے ڈال دی
جب صبحدم پیام ترا لائی باد ہے

امروز قدرِ پندِ عزیزاں شناختم
یارب روانِ ناصحِ ما از تو شاد باد

نکلی ہیں دل سے میرے دعائیں ہزار ہا
آئی مجھے جو پندِ عزیزوں کی یاد ہے

تاریخِ عیشِ ما شبِ دیدارِ دوست بود
عہدِ شباب و صحبتِ احباب یاد باد

عہدِ شباب و صحبتِ احباب سب ہے یاد
یادِ شبِ وصال سے دل میرا شاد ہے

هر شب ہزار غم بمن آید ز عشق تو
یارب کہ ہر دمم غم عشقت زیاد باد

مجھ کو دیے ہیں عشق نے تیرے ہزار غم
ہر غم ترا کرے میری الفت زیاد ہے

حافظ نہاد نیک تو کامت بر آورد
جانہا فدائے مردم نیکو نہاد باد

حافظ نہاد نیک تیری کام آ گئی
حق کو عزیز مردم نیکو نہاد ہے

در آں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد
گر خرمنے بسوزد چنداں عجب نباشد

جز برق کچھ بھی اندر شوق و طلب نہیں ہے
جل جائے اس سے خرمن تو کچھ عجب نہیں ہے

مرغے کہ با غمِ دل شد الفتش حاصل
بر شاخسارِ عمرش برگِ طرب نباشد

وہ عندلیب جس کو غم سے ہوئی ہے الفت
بر شاخِ عمر اُس کی برگِ طرب نہیں ہے

در کار خانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

بے کفر کب چلا ہے الفت کا کارخانہ
آتش کسے جلائے گر بولہب نہیں ہے

در کیشِ جاں فروشاں فضل و ہنر نزیبد
اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد

جانباز کو ہیں زیبا فضل و ہنر نہ کوئی
کوئی حسب نہیں ہے کوئی نسب نہیں ہے

در محفلے کہ خورشید اندر شمارِ ذرہ است
خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد

جس انجمن میں انجم ذروں کے ہوں برابر
کرنا غرور واں پر شرطِ ادب نہیں ہے

مے خور کہ عمرِ سرمد گر در جہاں توان یافت
جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد

مے پی کہ اس جہاں میں بس عمرِ جاوداں کا
جز بادۂ بہشتی کچھ اور سبب نہیں ہے

حافظؔ وصالِ جاناں با چوں تو تنگ دستے
روزے شود کہ با او پیوند شب نباشد

حافظؔ وصالِ جاناں شاید ہو روزِ محشر
قسمت میں تیری ورنہ وصلت کی شب نہیں ہے

دلم جز مہر مہرویاں طریقے بر نمیگیرد
ز ہر در میدہم پندش ولیکن در نمیگیرد

بغیر یار آرام دل مضطر نہیں ہوتا
میں سمجھاتا بہت ہوں پر اثر اس پر نہیں ہوتا

خدا را اے نصیحت گو حدیث از مطرب و مے گو
کہ نقشے در خیال ما ازیں خوشتر نمیگیرد

نصیحت چھوڑ و واعظ آج ذکر مطرب و مے کر
خیال نقش سے تو کوئی بھی خوشتر نہیں ہوتا

صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انگارند
عجب گر آتش ایں زرق در دفتر نمیگیرد

کتابوں میں چھپا کر آتش سیال لاتا ہوں
عجب ہے خاک جل کر یہ مرا دفتر نہیں ہوتا

نصیحت کم کن و ما را بہ فریاد دف و نے بخش
کہ غیر از راستی نقشے دریں جوہر نمیگیرد

سنو کچھ نالۂ نے بھی سنو فریاد طبلے کی
کہ غیر از راستی نغمے کا اور جوہر نہیں ہوتا

میان گریہ می خندم کہ چوں شمع اندریں مجلس
زبان آتشینم ہست اما در نمیگیرد

بشکل شمع گریاں خندہ و گریہ ہوں مجلس میں
اثر کچھ بھی زبان آتشیں کا پر نہیں ہوتا

سر و چشمے بایں خوبی تو گوئی چشم ازو بر گیر
برو کایں وعظ بے معنی مرا در سر نمیگیرد

کرو مت وصل جاناں کی طلب کہتا ہے یہ واعظ
کہ خالی وعظ بے معنی سے اُس کا سر نہیں ہوتا

نصیحت گوئے رنداں را کہ با حکم قضا جنگ ست
دلش بس تنگ می بینم چرا ساغر نمیگیرد

فراخی دل رنداں ہوئی ہے حکم ایزد سے
ہے دل تنگ اُس کا جس کے ہاتھ میں ساغر نہیں ہوتا

چہ خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را
کہ کس آہوئے وحشی را ازیں خوشتر نمیگیرد

کیا ہے صید دل شیروں کا اُس کی چشم آہو نے
بیاباں میں شکار اس سے کوئی بہتر نہیں ہوتا

سخن در احتیاج ما و استغنائے معشوق ست — تو ہے مشتاق اے دل اور وہ ہے بے نیاز ایسا
چہ سود افسونگری اے دل کہ در دلبر نمیگیرد — اثر افسوں گری کا تیری کچھ اس پر نہیں ہوتا

خدارا رحمے اے منعم کہ درویشے سر کویت — کرم کر ان پہ اے منعم ترے در کے فقیروں کو
درے دیگر نمی داند رہِ دیگر نمیگیرد — رہِ دیگر نہیں ملتی درِ دیگر نہیں ہوتا

من از پیرِ مغاں دیدم کرامتہائے مردانہ — ملیں پیرِ مغاں کو ہیں کراماتہائے مردانہ
کہ ایں دلقِ ریائی را بجامے بر نمیگیرد — خریدارِ ریاکاری یہ سوداگر نہیں ہوتا

من ایں دلقِ مرقع را بخواہم سوختن روزے — یہ ٹوپی کس کام کے خرقے جلا دو انکو درویشو!
کہ پیرِ مے فروشانش بجامے بر نمیگیرد — کہ لینے کو انہیں تیار کوزہ گر نہیں ہوتا

بیا اے ساقیِ گلرخ بیاور بادۂ رنگیں — پلا اے ساقیِ گلرخ ہمیں بھی بادۂ رنگیں
کہ رنگے در درونِ ما ازیں بہتر نمیگیرد — کہ رنگِ بے خودی اس سے کوئی خوشتر نہیں ہوتا

بہائے شعرِ تر و شیریں ز شاہنشہ عجب دارم — کہے تم نے ہزاروں شعرِ شیریں مدح میں حافظ
کہ سرتاپائے حافظ را چرا در زر نمیگیرد — زر افشاں بادشاہِ وقت کیوں تم پر نہیں ہوتا؟

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

مداوائے غمِ الفت زر و زیور نہیں ہوتا
یہ دل بادہ پیے، حال اپنا کچھ بہتر نہیں ہوتا

بکوئے مے فروشانش بجامے بر نمی گیرد
زہے سجادۂ تقویٰ کہ یک ساغر نمی ارزد

بکوئے مے فروشاں کچھ نہیں ہے قیمتِ تقویٰ
کہ گاہک اس کا واں کوئی بہ یک ساغر نہیں ہوتا

شکوہِ تاجِ سلطانی کہ بیمِ جاں درو درج است
کلاہِ دلکش است اما بدردِ سر نمی ارزد

شکوہِ تاجِ سلطانی نہیں تو کیا ہوا اپنی
کلہ ہے تاج سے بہتر کہ دردِ سر نہیں ہوتا

رقیبم سرزنش ہا کرد کز ایں باب سر برتاب
چہ افتاد ایں سرِ ما را کہ خاکِ در نمی ارزد

ہزاروں آتے جاتے ٹھوکریں مارے ہیں دشمن
جدا لیکن ہمارا خاکِ در سے سر نہیں ہوتا

ترا آں بہ کہ روئے خود ز مشتاقاں بپوشانی
کہ سودائے جہانداری غمِ لشکر نمی ارزد

وہ آتا ہے چھپائے منہ کو مشتاقوں کے مجمع میں
یہ وہ سالار ہے جس کو غمِ لشکر نہیں ہوتا

بشوا ایں نقشِ دل تنگی کہ در بازارِ یکرنگی
بہ نعمتہائے گوناگوں مے احمر نمی ارزد

مٹا دو نقشِ دل تنگی کہ در بازارِ یکرنگی
ہزاروں نعمتیں ہوں مٹنے سے کچھ خوشتر نہیں ہوتا

دیار و یار مردم را مقید میکند ورنہ
چہ جائے پارس کایں محنت جہاں یکسر نمی ارزد

دیار و یار نے قیدی کیا ہے ورنہ پارس کیا
بدل تکلیف کا میری جہاں یکسر نہیں ہوتا

بس آساں می نمود اول غمِ دریا بہ بوئے سود
غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

لگے آسان ساحل سے مگر اس غم کے دریا میں
کوئی گوہر خطرے موج کے بڑھ کر نہیں ہوتا

برو گنجِ قناعت جو بکنجِ عافیت بنشیں
کہ یکدم تنگ دل بودن بہ بحر و بر نمی ارزد

چلو گنجِ قناعت اور گنجِ عافیت ڈھونڈو
کہ امن و آشتی سے اور کچھ بہتر نہیں ہوتا

چو حافظؔ در قناعت کوش واز دنیائے دوں بگذر
کہ یک جو منتِ دوناں بصد من زر نمی ارزد

قناعت ڈھونڈ حافظؔ کی طرح دنیا سے کٹ کر ہی
بدل کم ظرف کے احساں کا سو من زر نہیں ہوتا

دوستان دخترِ رز توبہ ز مستوری کرد
شد برِ محتسب و کار بہ دستوری کرد

پردۂ خم سے بروں دخترِ انگوری ہے
محتسب راضی ہے سب کار بدستوری ہے

آمد از پردہ بہ مجلس عرقش پاک کنید
تا نگویند حریفاں کہ چرا دوری کرد

ڈالو دزدیدہ نظر بزم میں اک مجھ پر بھی
تاکہ دشمن نہ کہیں مجھ سے تمہیں دوری ہے

مژدگانی بدہ اے دل کہ دگر مطربِ عشق
راہِ مستانہ زد و چارۂ مخموری کرد

اے دل انعام کہ وہ عشق کا مطرب سرِ بزم
مست ہو ہو کے کرے چارۂ مخموری ہے

جائے آنست کہ در عقدِ وصالش گیرند
دخترِ رز کہ بہ خم ایں ہمہ مستوری کرد

دخترِ رز جو دلھن آج بنی ہے میری
شرم سے شیشے میں ہے خم میں بھی مستوری ہے

نہ بہ ہفت آب کہ رنگش بصد آتش نرود
آنچہ با خرقۂ زاہد مئے انگوری کرد

آگ سے جل نہ سکے آب سے جو دھل نہ سکے
ایسی بر خرقۂ زاہد مئے انگوری ہے

غنچۂ گلبنِ وصلم ز نسیمش بشگفت
مرغِ شبخواں طرب از برگِ گلِ سوری کرد

غنچۂ وصل کھلاتی ہے نسیمِ جاناں
بلبلِ زار غزل خوانِ گلِ سوری ہے

حافظ افتادگی از دست مدہ زانکہ حسود
عرض و مال و دل و دیں در سرِ مغروری کرد

ہیں جو مغرور یہ دشمن تو ہوں حافظ لیکن
انکسار آپ کا ناز آپ کی مجبوری ہے

درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل بہ بار آرد
نہالِ دشمنی برکن کہ رنجِ بیشمار آرد

قرارِ دوستی کر لو کہ تسکیں ہو قرار آئے
کرو مت دشمنی کہ اس سے رنجِ بیشمار آئے

چو مہمانِ خراباتی بعشرت باش بارنداں
کہ دردِ سر کشی جاناں گرت مستی خمار آرد

جو ہے مہمانِ میخانہ تو سیکھ آدابِ رندی کے
بنے ہے دردِ سر مستی اگر اس سے خمار آئے

شبِ صحبت غنیمت داں و دادِ خوشدلی بستاں
بسے گردش کند گردوں بسے لیل و نہار آرد

شبِ صحبت ملی کم کم نہ ملے روزِ خوشی تھوڑے
بہت گردوں نے گردش کی بہت لیل و نہار آئے

عماری دارِ لیلیٰ را کہ مہر و ماہ در حکم ست
خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد

عماری دارِ لیلیٰ کو خدایا ایسا گرہ کر
کہ کھو کر راستہ اپنا بہ قیسِ دل فگار آئے

بہارِ عمر خواہ اے دل وگرنہ ایں چمن ہر سال
چو نسریں صد گل آرد بار و چوں بلبل ہزار آرد

بہارِ عمر مانگ اے دل یہ کیسا باغ ہے جس میں
بہار آئے خزاں آئے گئے بہار آئے

خدارا چوں دلِ ریشم قرارے بست با زلفت
بفرما لعلِ نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد

خدایا جب سے یہ الجھا ہوا اس ظالم کی زلفوں میں
نہ دل ہے چین سے کچھ اور نہ کچھ جاں کو قرار آئے

ز کار افتادہ اے دل کہ صد من بارِ غم داری
برو یک جرعہ مے درکش کہ در حالت بکار آرد

تو خستہ ہے ترے دل پہ صد من بارِ غم تجھ پر
لے تھوڑی سی مے کچھ دن تو شاید کچھ قرار آئے

دریں باغ ار خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ
نشیند بر لبِ جوئے و سروے در کنار آرد

خدا چاہے تو پیری میں بھی حافظ ایک دن تجھ کو
کنارِ آبِ جو ہو تیرا دلبر در کنار آئے

دوش از جنابِ آصف پیکِ بشارت آمد	درگاہِ آصفی سے پیکِ بشارت آئے
کز حضرتِ سلیماں عشرت اشارت آمد	لے عیش کی سلیمانی سے بھی اشارت آئے
خاکِ وجودِ ما را از آبِ بادہ گِل کن	خاکِ وجود میری بادے سے گوندھ ایسی
ویراں سرائے دل را گاہِ عمارت آمد	ویراں سرائے دل کا وقتِ عمارت آئے
ایں شرحِ بے نہایت کز حسنِ یار گفتند	تشریح بے تحاشا جو حسنِ یار کی ہے
حرفیست کز ہزاراں اندر عبارت آمد	اک حرف بھی نہیں ہے جو در عبارت آئے
عیبم بپوش زنہار اے خرقۂ مے آلود	اے دلقِ بادہ آلود کر میری عیب پوشی
کآں پاک دامن اینجا بہرِ زیارت آمد	جب یاں وہ پاک دامن بہرِ زیارت آئے
امروز جائے ہر کس پیدا شود ز خوباں	ہوں ماند اس کے آگے سارے حسین چہرے
کآں ماہِ مجلس آرا اندر صدارت آمد	گر ماہِ مجلس آرا اندر صدارت آئے
بر تختِ جم کہ تاجش معراجِ آفتاب است	ہمت تو اس کی دیکھو چڑھتی ہے تختِ جم پر
ہمت نگر کہ مورے با ایں حقارت آمد	اک چیونٹی کہ جس پر سب کو حقارت آئے
از چشمِ شوخش اے دل ایمانِ خود نگہدار	اُس چشمِ شوخ سے ہم کیسے بچائیں دل کو
کآں جادوئے کماں کش بر عزمِ غارت آمد	جب جادوئے کماں کش باعزمِ غارت آئے
دریاست مجلسِ شہ دریاب وقت و بشناس	دریائے مجلسِ شہ بخشے ہزار گوہر
ہاں اے زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آمد	جو اک زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آئے
آلودۂ تو حافظ فیضے ز شاہ درخواہ	آلودگی سے حافظ ہو پاک فیضِ شہ سے
کآں عنصرِ سماحت بہرِ طہارت آمد	دربار میں اگر وہ بہرِ زیارت آئے

دلے کہ غیب نمایست و جامِ جم دارد
زخاتمے کہ ازو گم شود چہ غم دارد

جو دل ہو غیب نما اور جامِ جم رکھے
ہو گم جو مہرِ سلیماں تو کچھ نہ غم رکھے

بخط و خالِ گدایاں مدہ خزینۂ دل
بدستِ شاہ وشے دہ کہ محترم دارد

بخط و خالِ فقیراں نہ دے خزینۂ دل
وہ شہ کے ہاتھ میں دے تاکہ محترم رکھے

نہ ہر درخت تحمل کند جفائے خزاں
غلامِ ہمتِ سروم کہ ایں قدم دارد

خزاں کے ظلم ہر اک پیڑ سہہ نہیں سکتا
ہے سرو اک مرا ثابت جو ہر قدم رکھے

رسید موسمِ آں کز طرب چو نرگسِ مست
نہد بپائے قدح ہر کہ شش درم دارد

بہار آئی ہے ایسی کہ مثلِ نرگسِ مست
رکھے بپائے قدح جو بھی شش درم رکھے

ز سرِّ غیب کس آگاہ نیست قصہ مخواں
کدام محرمِ دل رہ دریں حرم دارد

ہے ایسا کوئی کہ ہو علمِ سرِّ غیب جسے
ہے کون محرمِ دل رہ جو در حرم رکھے

دلم کہ لافِ تجرد زدے کنوں صد شغل
ببوئے زلفِ تو با بادِ صبح دم دارد

تھی بے تعلقی جس دل کو صد معاملہ اب
ببوئے گیسو با بادِ صبح دم رکھے

مرادِ دل ز کہ جویم کہ نیست دلدارے
کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد

مرادِ دل ملے کیسے ملے نہ گر دلبر
جو جلوۂ نظر و شیوۂ کرم رکھے

ز جیبِ خرقۂ حافظ چہ طرف بتواں بست
کہ ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد

ملے گا خرقۂ حافظ کی آستین سے کیا
طلب ہمیں ہے صمد وہ وہاں صنم رکھے

رو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد
صد لطفِ چشم داشتم و یک نظر نکرد

بیٹھا میں راہ پر، کیا اس نے گزر نہیں
گر مل گیا تو بھول کے ڈالی نظر نہیں

سیلِ سرشکِ ما ز دلش کیں بدر نبرد
در سنگِ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد

کینہ نہ تیرے دل کا دُھلا سیلِ اشک سے
باراں کا سنگ پر کوئی ہوتا اثر نہیں

ماہی و مرغ دوش نخفت از فغانِ من
واں شوخِ دیدہ بیں کہ سر از خواب بر نکرد

مرغِ چمن نہ سو سکے سن کے فغاں مری
کروٹ بھی بدلی شوخ نے میرے مگر نہیں

میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع
او خود گذر بما چو نسیمِ سحر نکرد

قدموں پہ اس کے جان تو دیتا مگر مری
گُلِ شمع کرنے آئی وہ بادِ سحر نہیں

یارب تو آں جوانِ دلاور نگاہ دار
کز تیرِ آہِ گوشہ نشیناں حذر نکرد

دل توڑ کے وہ گوشہ نشینوں کے نا سمجھ
کرتا ہے تیرِ آہ سے کوئی حذر نہیں

جاناں کدام سنگدلِ بے کفایت ست
کو پیشِ زخمِ تیغِ تو جاں را سپر نکرد

کون ایسا بے سلیقہ ہے جو اپنی جان کو
تیغِ نظر کی تیری بنائے سپر نہیں

شوخی نگر کہ مرغِ دلِ بال و پر کباب
سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد

جل کے کباب بن گیا دل، پر ہوا کبھی
سودائے خامِ عاشقی سر سے بدر نہیں

حافظ حدیثِ عشقِ تو از بسکہ دلکش ست
نشنید کس کہ از سرِ رغبت ز بر نکرد

دلکش ہے ایسا آپ کا حافظ بیانِ عشق
ہے کون جس کے دل پہ یہ کرتا اثر نہیں

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند
چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

مدام دل کو محبت میں غم نہیں رہتا
ستم بھی رہتا نہیں، گر کرم نہیں رہتا

من ار چہ در نظرِ یار خاکسار شدم
رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند

کرے ہے رسوا مجھے گر عدو زمانے میں
وہ خود بھی خلق میں کچھ محترم نہیں رہتا

چو پردہ دار بشمشیر میزند ہمہ را
کسے مقیمِ حریمِ حرم نخواہد ماند

ہو قتلِ عام پہ آمادہ پردہ دار تو پھر
کوئی مقیمِ حریمِ حرم نہیں رہتا

توانگرا دلِ درویشِ خود بدست آرد
کہ مخزنِ زر و گنجِ درم نخواہد ماند

تونگرا! دلِ درویش اپنے ہاتھ میں لے
مدام مخزنِ مال و درم نہیں رہتا

غنیمتے شمر اے شمعِ وصلِ پروانہ
کہ ایں معاملہ تا صبح دم نخواہد ماند

سمجھ لے شمع غنیمت وصالِ پروانہ
کہ یہ معاملہ تا صبح دم نہیں رہتا

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد
کہ بر درِ کرمش کس دژم نخواہد ماند

فرشتہ غیب سے آیا ہے لے کے یہ مژدہ
جو اس کے در پہ ہے اس کو غم نہیں رہتا

بدیں رواقِ زبرجد نوشتہ اند بزر
کہ جز نکوئیِ اہلِ کرم نخواہد ماند

ہے نقش برجِ فلک پر کہ آخرت میں کچھ
بجز نکوئیِ اہلِ کرم نہیں رہتا

چہ جائے شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بد است
کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند

کرو نہ شکوۂ غم اس قدر کہ دنیا میں
کوئی ہمیشہ گرفتارِ غم نہیں رہتا

سرودِ مجلسِ جمشید گفته‌اند این بود
کہ جامِ بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند

سرودِ مجلسِ جمشید کہوے یہ ہر دم
کہ جامِ جم نہیں رہتا جو جم نہیں رہتا

ز مہربانیِ جاناں طمع مبر حافظ
کہ نقشِ جور و نشانِ ستم نخواہد ماند

امید اُس کے کرم کی نہ چھوڑے حافظ
سدا کسی کا رواجِ ستم نہیں رہتا

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یار آخر شد
زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یار آخر شد
فال نکلی ہے کہ تابِ دلِ زار آخر شد

بعد ازیں نور بآفاق دہیم از دلِ خویش
کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

روئے خورشید کرے جیسے منور عالم
جلوۂ رُخ سے مرا گرد و غبار آخر شد

آں پریشانیِ شبہائے دراز و غمِ دل
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

وہ پریشانیِ شب ہائے دراز و غمِ دل
ہمہ در سایۂ گیسوئے "نگار" آخر شد

ساقیا عمر دراز و قدحت پُر مے باد
کہ بسعیِ تو ام اندوہِ خمار آخر شد

ساقی زندہ ہے تو پُر ہے پیمانہ ترا
تیرے دم سے مرا اندوہِ خمار آخر شد

شکرِ ایزد کہ باقبالِ کلہ گوشۂ گل
نخوتِ بادِ دے و شوکتِ خار آخر شد

شکرِ ایزد ہے کہ اقبالِ کلاہِ گل سے
نخوتِ بادِ خزاں شوکتِ خار آخر شد

باورم نیست ز بدعہدیِ ایام ہنوز
قصۂ غصہ کہ در وصلتِ یار آخر شد

باور آتا نہیں بدعہدیِ ایّام سے اب
قصۂ غصہ کہ در وصلتِ یار آخر شد

صبحِ امید کہ بُد معتکفِ پردۂ غیب
گو بروں آی کہ کارِ شبِ تار آخر شد

صبحِ امید نہاں غیب کے پردے میں جو تھی
نکل پڑنے سے تو کارِ شبِ تار آخر شد

گرچہ آشفتگیِ کارِ من از زلفِ تو بود
حلِ ایں عقدہ ہم از روئے نگار آخر شد

دل کی آشفتگی جو زلفِ پریشاں سے تھی
مسکراہٹ سے تری لے لبِ یار آخر شد

آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می فرمود
عاقبت در قدمِ بادِ بہار آخر شد

کی تھی بربادی خزاں نے جو گلستانوں میں
لایا جب موسمِ گل بادِ بہار، آخر شد

درشمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را
شکر کاں محنتِ بے حدّ و شمار آخر شد

نہ ہوا گرچہ شہیدوں میں شمارِ حافظ
شکر ہے کلفتِ بے حدّ و شمار آخر شد

زاہدِ خلوت نشیں دوشش بمیخانہ شد　　زاہدِ گوشہ نشیں آیا بہ میخانہ ہے
از سرِ پیماں گذشت بر سرِ پیمانہ شد　　توڑ پیمانِ وفا در پئے پیمانہ ہے

شاہدِ عہدِ شباب آمدہ بودش بخواب　　شاہدِ عہدِ شباب آیا مرے خواب میں جب
باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد　　پھر سے پیری میں کیا عاشق و دیوانہ ہے

مغبچہ ای میگذشت راہزنِ عقل و دیں　　کافرِ مغبچہ یوں لیوے ہے عقل و دیں کو
در پئے آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد　　حق شناسوں کو کرے خود سے وہ بیگانہ ہے

آتشِ رخسارِ گل خرمنِ بلبل بسوخت　　آتشِ رُخ سے جلایا دلِ بلبل گُل نے
چہرۂ خندانِ شمع آفتِ پروانہ شد　　شمع کا روئے حسیں آفتِ پروانہ ہے

گریۂ شام و سحر شکر کہ ضایع نگشت　　گریۂ شام و سحر شکر ہے ضائع نہ گیا
قطرۂ بارانِ ما گوہرِ یکدانہ شد　　قطرۂ اشک بنا گوہرِ یکدانہ ہے

نرگسِ ساقی بخواند آیتِ افسوں گری　　چشمِ ساقی نے پڑھی آیتِ افسون گری
حلقۂ اورادِ ما گردشِ پیمانہ شد　　حلقۂ سبحہ بنا گردشِ پیمانہ ہے

صوفیِ مجلس کہ دی جام و قدح می شکست　　کل جو توڑے تھا خم و شیشہ و ساغر زاہد
دوش بیک جرعۂ مے عاقل و فرزانہ شد　　آج مے پی کے ہوا عاقل و فرزانہ ہے

منزلِ حافظ کنوں بارگہِ کبریاست　　بارگہِ حق کی بنی منزلِ حافظ جب سے
دل بر دلدار رفت جاں بر جانانہ شد　　دل بہ دلدار ہے اور جان بہ جانانہ ہے

زہے خجستہ زمانے کہ یار باز آید
بکامِ غمزدگاں غمگسار باز آید

خدا کرے کہ کسی طور یار پھر آئے
بکامِ غمزدگاں غمگسار پھر آئے

بہ پیشِ شاہ خیالش کشیدم ابلقِ چشم
بداں امید کہ آں شہسوار باز آید

لگائے ابلقِ دیدہ ہیں راہِ شہِ والا پر
اے کاش لوٹ کے وہ شہسوار پھر آئے

در انتظارِ خدنگش ہمی پرد دلِ صید
خیالِ آنکہ بہ رسمِ شکار باز آید

امیدِ تیر میں دلِ صید کا تڑپتا ہے
سوار کاش وہ بہرِ شکار پھر آئے

مقیم بر سرِ راہش نشستہ ام چوں گرد
بداں ہوس کہ بداں رہگذار باز آید

بنا ہوں خاک کہ بن کے غبار ساتھ چلوں
جو قافلہ وہ سرِ رہگزار پھر آئے

دلے کہ با سرِ زلفینِ او قرار بداد
گماں مبر کہ در آں دل قرار باز آید

قرارِ عشق نے باندھا تجھے جو کاکل سے
قرار کیسے دلِ بے قرار پھر آئے

چہ جورہا کہ کشیدند بلبلاں از دے
بہ بوئے آنکہ دگر نوبہار باز آید

ستم ہزار خزاں کے ہیں جانِ بلبل پر
ہیں سب گوارا جو فصلِ بہار پھر آئے

سرشکِ من نزند موج بر کنار چو بحر
اگر میانِ ویم در کنار باز آید

نہ سیلِ اشک میں ڈوبے سفینۂ غمِ دل
جو اس کی پتلی کمر در کنار پھر آئے

ز نقشبندِ قضا ہست امیدِ آں حافظ
کہ چوں حنا بکفم آں نگار باز آید

اے نقشبندِ قضا لکھ یہ دستِ حافظ پہ
کہ ہاتھ مثلِ حنا، وہ نگار پھر آئے

سالہا دفترِ ما در گروِ صہبا بود	نامہ اعمال کا برسوں گروِ صہبا تھا
رونقِ میکدہ از درس و دعائے ما بود	باعثِ رونقِ میخانہ سبق اُس کا تھا
نیکیِ پیرِ مغاں بیں کہ چو ما بدمستاں	نیکی پیرِ مغاں ایسی کہ بدمستوں نے
ہرچہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود	جتنا ہنگامہ کیا اس کے لیے زیبا تھا
می شگفتم ز طرب زانکہ چو گل برلبِ جوئی	کھل گئے پھول کے مانند لبِ جو پر ہم
برسرم سایۂ آں سروِ سہی بالا بود	سر پہ کیا سایۂ شمشادِ سہی بالا تھا
پیرِ گلرنگِ من اندر حقِ ازرق پوشاں	ذکرِ عیاریِ زاہد کی اجازت نہ ملی
رخصتِ خبث ندادار نہ حکایت ہا بود	بات پیچیدہ تھی اِک قصہ بہت لمبا تھا
دفترِ دانشِ ما جملہ بشوئید بمے	دفترِ عقل کو دھلوا دیا مے سے ہم نے
کہ فلک دیدم و در قصدِ دلِ دانا بود	کہ فلک دشمنِ ادراکِ دلِ دانا تھا
مُطرب از دردِ محبت غزلے می پرداخت	چھیڑا مطرب نے سرودِ غمِ الفت ایسا
کہ حکیمانِ جہاں را مژہ خوں پالا بود	اشکِ خونناب سے رنگین رُخِ دانا تھا
از بتاں آں طلب ار حسن شناسی اے دل	طلبِ حسن تو تھی ٹھیک بتوں سے لیکن
کیں کسے گفت کہ در علمِ نظر دانا بود	چاہنا ان سے مگر عہدِ وفا بے جا تھا
قلبِ اندودۂ حافظ بر او خرج نشد	کھوٹے سکے کو چلانا تھا نہ آساں حافظ
کہ معامل بہمہ عیبِ نہاں بینا بود	تیز تاجر تھا بہت عیبِ نہاں بینا تھا

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد
آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد

طلبِ ساغرِ جم دل جو ہمہ دار رکھے
گل بداماں ہے وہ گل کی تمنا رکھے

گوہرے کز صدفِ کون و مکاں بیروں بود
طلب از گمشدگانِ لبِ دریا میکرد

ہے جو نایاب گہر دنیا میں یہ دل اُس کی
طلب از گم شدگانِ لبِ دریا رکھے

مشکلِ خویش بر پیرِ مغاں بردم دوش
کو بتائیدِ نظر حلِّ معما میکرد

مشکلِ عشق کا حل پیرِ مغاں سے پوچھو
ہے جہاں بیں وہ بہت حلِ معمّا رکھے

دیدمش خرم و خنداں قدحِ بادہ بدست
واندر آں آئینہ صد گونہ تماشا میکرد

قدحِ بادہ جو ہے ہاتھ میں اک ساقی کے
ہے وہ آئینہ جو صد گونہ تماشا رکھے

گفتم ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم
گفت آں روز کہ ایں گنبدِ مینا میکرد

پوچھا کس وقت ملا جامِ جہاں بیں تجھ کو
کہا جب اُس نے سرِ گنبدِ مینا رکھے

آں ہمہ شعبدہا عقل کہ میکرد آنجا
سامری پیشِ عصا و یدِ بیضا میکرد

عقل کی جادوگری کیا ہے؟ طلسمِ سامر
معجزہ عشق کا لیکن یدِ بیضا رکھے

گفت آں یار کزو گشت سرِ دار بلند
جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد

وائے سرمستی کیا اُس نے سرِ دار بلند
کر کے منصور نے جب راز ہویدا رکھے

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

گر کرے روحِ امیں گوشہ نشینوں کی مدد
معجزے اُن کو ملیں وہ جو مسیحا رکھے

گفتمش سلسلۂ زلفِ بتاں وائی چیست
گفت حافظ گلہ از شبِ یلدا میکرد

کم نہیں سلسلۂ زلفِ بتاں سے کوئی
مجھ سے حافظ جو گلہ اے شبِ یلدا رکھے

سروِ چمانِ من چرا میلِ چمن نمی‌کند	موسمِ گل میں گلبدن سیرِ چمن نہیں کرے
همدمِ گل نمی‌شود یادِ سمن نمی‌کند	ہمدمِ گل نہیں بنے یادِ سمن نہیں کرے
تا دلِ هرزه گردِ من رفت بچینِ زلفِ او	رہتا ہے زلفِ یار میں چھوڑ کے سینہ دل مرا
زان سفرِ درازِ خود یادِ وطن نمی‌کند	ایسا وہ بے لحاظ ہے یادِ وطن نہیں کرے
پیشِ کمانِ ابرویت لابه همی کنم ولے	ابروئے یار سے بہت کرتا ہوں تیر کی طلب
گوش کشیده است ازآں گوش بمن نمی‌کند	کھینچے نہیں کمان وہ گوشِ سخن نہیں کرے
چوں ز نسیم می‌شود زلفِ بنفشه پر شکن	کی ہے نسیم نے اگر زلفِ بنفشہ پرشکن
وه که دلم چه یادِ آں عهد شکن نمی‌کند	دل مرا یاد کیوں تجھے وعدہ شکن نہیں کرے
با همه عطرِ دامنت آیدم از صبا عجب	گزرا ہے یاں سے گلبدن یہ عجب ہے اے صبا
کز گذرِ تو خاک را مشکِ ختن نمی‌کند	راہ گزر کی خاک تو مشکِ ختن نہیں کرے
دی گله‌ای ز طره‌اش کردم و از سرِ فسوس	زلف کے ظلم کا اگر میں نے کبھی گلہ کیا
گفت که ایں سیاهِ کج گوش بمن نمی‌کند	بولا کہ یہ سیاہ کج گوشِ سخن نہیں کرے
دست کشِ جفا مکن آبِ رخم که فیضِ ابر	بارشِ اشک کے بدوں مہر و وفا کے بحر میں
بی مددِ سرشکِ من درِّ عدن نمی‌کند	پیدا کبھی کوئی صدف درِّ عدن نہیں کرے

غالیہ سائے شد صبا دامنِ پاکت از چہ رو
خاکِ بنفشہ زار را مشکِ ختن نمی‌کند

غالیہ سا ہے جب صبا دامنِ پاک کیوں ترا
خاکِ بنفشہ زار کو مشکِ ختن نہیں کرے

دل بامید وصلِ تو ہمدمِ جاں نمی شود
جاں بہ ہوائے کوئے تو فکرِ چمن نمی‌کند

دل جو امید وصل میں ہمدمِ جاں نہیں ہوا
جاں ترے کوچے کی اسیر فکرِ چمن نہیں کرے

کشتۂ غمزۂ تو شد حافظِ ناشنیدہ پند
تیغ سزاست ہر کہ را درکِ سخن نمی‌کند

کشتۂ غمزہ ہو گیا حافظِ ناشنیدہ پند
تیغ سزا ہے اُس کی جو درکِ سخن نہیں کرے

سحرم دولتِ بیدار بہ بالیں آمد — بختِ بیدار مرا، برسرِ بالیں آیا
گفت برخیز کہ آں خسروِ شیریں آمد — اور کہا، اُٹھ کہ ترا خسروِ شیریں آیا

قدحے درکش و سرخوش بہ تماشا بخرام — لاؤ مے اور چراغاں کرو کاشانے میں
تا بہ بینی کہ نگارت بہ چہ آئیں آمد — کہ وہ دلدار بصد زینت و تمکیں آیا

مژدگانی بدہ اے خلوتیِ نافہ کشائے — جاؤ اور گوشہ نشینوں کو بشارت دے دو
کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آمد — کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آیا

گریہ آبے بہ رُخِ سوختگاں باز آورد — اشک نے کر دیا رنگین رخِ سوختگاں
نالہ فریاد رسِ عاشقِ مسکیں آمد — نالہ فریاد رسِ عاشقِ مسکیں آیا

در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی — اُڑتا پھرتا ہے بصد عیش کبوتر کا دل
اے کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد — جا کے اُس سے کہو زنہار کہ شاہیں آیا

ساقیا مے بدہ و غم مخور از دشمن و دوست — دوست دشمن کا نہ غم کھا مجھے مے دے ساقی
کہ بکامِ دلِ ما آں بشد و ایں آمد — حسبِ دل وہ گیا اور یہ پئے تسکیں آیا

شادیِ یارِ پری چہرہ بدہ بادۂ ناب — مہرباں یارِ پری چہرہ ہے، دے بادۂ ناب
کہ مے لعل دوائے دلِ غمگیں آمد — خود وہ کرنے کو دوائے دلِ غمگیں آیا

رحم بد عہدیِ ایام چو دید ابر بہار
گریہ اش بر سمن و سنبل و نسریں آمد

رحم بد عہدیِ ایام جو دیکھی اُس نے
ابر روتا ہوا بر سنبل و نسریں آیا

مرغ دل باز ہوادار کمان ابرویست
کہ کمیں صید گہش جان و دل دیں آمد

دیکھ کے ناوکِ مژگان و کمانِ ابرو
صید خود لے کے یہ صیاد دل و دیں آیا

چوں صبا گفتۂ حافظ بشنید از بلبل
عنبر افشاں بہ تماشائے ریاحیں آمد

شعر حافظ کا سنا ابر نے جب بُلبل سے
عنبر افشاں بہ تماشائے ریاحیں آیا

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد
دلِ رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

درخشاں ایک ستارہ جو ماہِ مجلس ہے
دلِ رمیدہ کا میرے انیس و مونس ہے

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

پڑھا نہ لکھا اگر وہ نگار ہے تو کیا
بہ غمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس ہے

طرب سرائے محبت کنوں شود معمور
کہ طاقِ ابروئے یارِ منش مہندس شد

طرب سرائے محبت کی ہو گئی تعمیر
جو طاقِ ابروئے جاناں بنا مہندس ہے

بصدرِ مصطبہ ام می نشانند اکنوں یار
گدائے شہر نگہ کن کہ میرِ مجلس شد

ہوا ہے یار مرا مہربان کچھ ایسا
فقیرِ شہر بنا مجھ سا میرِ مجلس ہے

لب از ترشحِ مے پاک کن برائے خدا
کہ خاطرم بہزاراں گنہ موسوس شد

لبوں سے اپنے خدارا تو پونچھ لے بادہ
کہ دل مرا بہ ہزاراں گنہ موسوس ہے

کرشمۂ تو شرابے بعاشقاں پیمود
کہ علم بے خبر افتاد و عقل بے حس شد

شرابِ ناز و ادا سے ہیں مست یوں عاشق
کہ بے خبر ہے بہت علم، عقل بے حس ہے

خیالِ آبِ خضر بست و جامِ کیخسرو
بجرعہ نوشی سلطاں ابوالفوارس شد

نہ کچھ ہے آبِ بقا اور نہ جامِ کیخسرو
کہ پی کے جرعۂ مے شہ ابوالفوارس ہے

بہ بوئے او دلِ بیمارِ عاشقاں چو صبا
فدائے عارضِ نسریں و چشمِ نرگس شد

بہ بوئے یار صبا کی طرح دلِ عاشق
فدائے عارضِ نسرین و چشمِ نرگس ہے

دو چشمت از دل و دیں ہر چہ داشتم بردند
توانگرے کہ بہ مستاں نشست مفلس شد

نگاہِ مستِ بتاں لوٹتی ہے دین و دل
کرے یہ شاہ کو بھی ایک پل میں مفلس ہے

ز راہِ میکدہ یاراں عناں بگردانید
چرا کہ حافظ ازیں راہ رفت و مفلس شد

شراب خانے کی رہ پر نہ جاؤ اے حافظ
کہ جو بھی آیا وہاں سے وہ بس مفلس ہے

ساقی ار بادہ ازیں دست بجام اندازد
عارفاں را ہمہ در شربِ مدام اندازد

ہاتھ سے تیرے اگر ہاتھ میں جام آجائے
ساقیا شیخ کو بھی شربِ مدام آجائے

ور چنیں زیرِ خمِ زلف نہد دانۂ خال
اے بسا مرغِ خرد را کہ بدام اندازد

دانۂ خال ہو گر حلقۂ گیسو میں ترے
مرغِ دانا بھی بنے صیدِ بدام آجائے

آں زماں وقتِ مے صبح فروغ است کہ شب
گردِ خرگاہِ افق پردۂ شام اندازد

جوشِ بادہ سے چراغاں کرو میخانہ جب
گردِ خرگاہِ اُفق پردۂ شام آجائے

روز در کسبِ ہنر کوش کہ مے خوردنِ روز
دل چوں آئنہ در زنگِ ظلام اندازد

دن میں کر کام، نہ پی بادہ کہ پینے سے کہیں
دل کے آئینے میں اک زنگِ ظلام آجائے

اے خوشا حالتِ آں مست کہ در پائے حریف
سر و دستار نداند کہ کدام اندازد

مستِ خوش بخت ہے وہ یار کے پاؤں پہ جو
سر و دستار رکھے، بن کے غلام آجائے

زاہدا سر بکلہ گوشۂ خورشید برآر
بخت ار قرعہ بدیں ماہِ تمام اندازد

سر ہو خورشید سے اونچا ترا زاہد، تجھ کو
کرنی گر بندگیٔ ماہِ تمام آجائے

زاہدِ خام طمع بر سرِ انکار بماند
پختہ گردد چو نظر بر مے خام اندازد

زاہدِ خام طمع، تجھکو ہے انکار مگر
پختہ ہو جائے تو گر ہاتھ میں جام آجائے

بادہ با محتسبِ شہر ننوشی حافظ
کہ خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد

پی نہ با محتسبِ شہر تو حافظ کہ کہیں
پہلے بادہ پیے پھر توڑنے جام آجائے

سحر بلبل حکایت با صبا کرد
کہ عشقِ گل بما دیدی چہا کرد

کرے بلبل شکایت بجا ہے
ذرا دیکھو تو اُس کا حال کیا ہے

غلامِ ہمتِ آں نازنینم
کہ کارِ خیر بے روی و ریا کرد

میں بندہ اُس نگاہِ نازنیں کا
کرے نیکی جو بے رو و ریا ہے

خوشش باد آں نسیمِ صبح گاہی
کہ دردِ شب نشیناں را دوا کرد

رہے خوش تو نسیمِ صبح گاہی
کہ دردِ شب نشیناں کی دوا ہے

من از بیگانگاں ہرگز ننالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

نہیں غیروں سے کوئی مجھ کو شکوہ
شکایت ہے اگر با آشنا ہے

از آں رنگِ رخم خوں در دل انداخت
از آں گلشن بخارم مبتلا کرد

ہوا اُس رنگِ رُخ سے دل پُر از خوں
کیا خاروں میں گل نے مبتلا ہے

بہر سو بلبلِ بیدل در افغاں
تنعم در میاں بادِ صبا کرد

بہ ہر سو بلبلِ بے دل کو نالہ
بہ ہر گل شوخیاں کرتی صبا ہے

گر از سلطاں طمع کردم خطا بود
ور از دلبر وفا جستم جفا کرد

غلط ہے نازنینوں سے توقع
وفا مانگو اگر ملتی جفا ہے

وفا از خواجگانِ شہر با من — وفا کی مجھ سے سرداروں میں جس نے
کمالِ دین و دولت بوالوفا کرد — وہ جانِ دین و دولت بوالوفا ہے

نقابِ گل کشید از زلفِ سنبل — نقابِ گل ہے سنبل، صبا جب
اگر بندِ قبائے غنچہ وا کرد — کرے بندِ قبائے غنچہ وا ہے

بشارت بر بکوئے مے فروشاں — بشارت میکدوں میں دو کہ حافظ
کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد — نہیں کرتا وہ اب زہد و ریا ہے

ساقی اندر قدحم بادۂ گلگوں کرد
دُردِ مے کہنۂ دیرینۂ ما افیون کرد

ساقیا آج پلا کیسی مئے گل گوں ہے
کیا ملا دی مئے دیرینہ میں کچھ افیوں ہے

دیگراں را مے دیرینہ برابر بہ سداد
بہرِ دل شدۂ چوں باز رسید افزوں کرد

غیر پیتے ہیں مئے کہنہ تری محفل میں
ملتی دُردی بھی نہیں مجھ کو مری جاں کیوں ہے

ایں قدح ہوشِ مرا جملہ بہ یکبار ببرد
ایں مے ایں بار مرا پاک ز خود بیروں کرد

پی ہے تھوڑی سی مگر بے خود و مدہوش ہیں سب
ہے یہ مے کیسی کہ آپے سے کرے بیروں ہے

تو پندار کہ در ساغرِ و پیمانۂ ما
بُتِ سنگیں دلِ من خونِ جگر اکنوں کرد

لگتا ایسا ہے مجھے اس بتِ سنگیں دل نے
کچھ ملایا مئے احمر میں جگر کا خوں ہے

آنچہ در سینۂ مجروح نقش دل خواق
شورِ عشق ست کہ با خونِ جگر معجوں کرد

دل بچے کیسے بھلا سینۂ مجروح میں تو
شورِ الفت سے وہ با خونِ جگر معجوں ہے

روزِ اوّل کہ بہ استاد سپردند مرا
دیگراں را خرد آموخت مرا مجنوں کرد

پڑھ کے اُستاد سے ہشیار بنے ہیں سب غیر
درسِ مکتب نے کیا مجھ کو مگر مجنوں ہے

دلِ حافظ کہ ز افسونِ لبت ایمن بود
چشمِ جادوئے تو اش بار دگر افسوں کرد

جادوئے لب سے بچا تو دلِ حافظ ہے ولے
چشمِ جاناں میں عجب ہوش ربا افسوں ہے

سپیدہ دم کہ صبا بوئے دوستاں گیرد
چمن ز لطفِ ہوا نکہتِ جناں گیرد

سحر جو بادِ صبا بوئے دوستاں رکھے
چمن بہ لطفِ ہوا نکہتِ جناں رکھے

نوائے چنگ بدانساں زند صلائے صبوح
کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغاں گیرد

نوائے چنگ یوں دیوے ہے دعوتِ بادہ
کہ جا کے شیخ بھی سر بر درِ مغاں رکھے

شہِ سپہر چو زریں سپر کشد بر دوش
بہ تیغِ صبح و عمودِ افق جہاں گیرد

رکھے ہے شاہِ فلک سر پہ تاجِ زر جب
بہ تیغِ صبح حکومت میں سب جہاں رکھے

بر عزمِ زاغِ سیہ شاہبازِ سدرہ نشیں
دریں مقرنسِ زنگاری آشیاں گیرد

شکارِ زاغِ سیہ کر کے شاہبازِ سحر
بر اوجِ چرخِ فلک ایک آشیاں رکھے

ہر نگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست
کہ لالہ کاسۂ نسرین و ارغواں گیرد

عجب تماشا بہاراں کا ہے گلستاں میں
کہ لالہ کاسۂ نسرین و ارغواں رکھے

چہ حالتیست کہ گل در سحر نماید رخ
چہ آتشیست کہ در مرغِ صبح خواں گیرد

ہو جلوہ ایسا جو ہے گل کی رونمائی میں
ہو آگ وہ جو دلِ مرغِ صبح خواں رکھے

چہ پرتویست کہ نورِ چراغِ صبح دہد
چہ شعلہ ایست کہ در شمعِ آسماں گیرد

ہو عکس ایسا چراغِ سحر کرے روشن
ہو شعلہ وہ جو دلِ شمعِ آسماں رکھے

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ حافظ
چرا بہ تیغِ سخن عرصۂ جہاں گیرد

خیالِ شاہی نہیں سر میں گر ترے حافظ
تو کیوں مطیع بہ تیغِ سخن جہاں رکھے

شاہداں گر دلبری زیں ساں کنند
زاہداں را رخنہ در ایماں کنند

دلبری کچھ ایسی دلداراں کریں
زاہدوں کا خطرے میں ایماں کریں

ہر کجا آں شاخِ نرگس بشکفد
گل رخانش دیدہ نرگس داں کنند

غنچۂ نرگس اگر تیرا کھلے
اپنی آنکھیں گلرخاں گلداں کریں

یارِ ما چوں سازد آہنگِ سماع
قدسیاں در عرش دست افشاں کنند

جب مرا محبوب ہو نغمہ سرا
رقص فرشِ عرش پر حوراں کریں

رُخ نماید آفتابِ دولتت
گر چو صبحت آئینہ رخشاں کنند

آفتابِ رُخ سے تیرے عاشقاں
اپنے دل کا آئینہ رخشاں کریں

مردمِ چشمم بخوں آغشتہ شد
از کجا ایں ظلم بر انساں کنند

صد ہزار آنکھیں ہوئی ہیں غرقِ خوں
ظلم انسانوں پہ یوں انساں کریں

عاشقاں را بر سرِ خود حکم نیست
ہر چہ فرمانِ تو باشد آں کنند

اختیارِ عاشقاں کوئی نہیں
حکمراں ان پہ معشوقاں کریں

پیشِ چشمم کمتر است از قطرۂ
ایں حکایتہا کہ از طوفاں کنند

آگے سیلِ اشک کے کچھ بھی نہیں
چاہے کتنا قصۂ طوفاں کریں

کُن نگاہے از دو چشمِ ناتواں — تیری آنکھیں مہرباں ہوں گر ذرا
مرگ را بر بیدلاں آساں کنند — عاشقوں کی موت کو آساں کریں

عیدِ رخسارِ تو کو تا عاشقاں — عیدِ رخسارِ بُتاں آئے اگر
در وفایت جان و دل قرباں کنند — جان و دل عشاق سب قرباں کریں

خوش برآئی از غصہ ایدل کاہلِ راز — دیکھ اہلِ راز کو اے دل! کہ وہ
عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند — عیشِ خوش سے کم غمِ ہجراں کریں

سر مکش حافظ ز آہِ نیم شب — غم نہ کر حافظ کہ نالہ ہائے شب
تا چو صبحت آئینہ رخشاں کنند — صبح کے مانند دل رخشاں کریں

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد
ورنہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد

نوش ہو بادہ، باندازہ اگر نوش کرے
ورنہ بہتر ہے اسے صوفی فراموش کرے

آنکہ یک جرعہ مے از دست تواند دادن
دست با شاہدِ مقصود در آغوشش باد

گر پلائے کوئی اک جرعۂ مے رندوں کو
یارِ مقصود خدا اس کا ہم آغوش کرے

کیست آں شاہ سوارِ خوش و خرم کہ دو کون
بستۂ بندِ قبا و علمِ دوشش باد

اس سوارِ خوش و خرم کا خدا! دنیا کو
بستۂ بندِ قبا و علمِ دوش کرے

نرگسِ مست نوازش کنِ مردم دارش
خونِ عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد

نگہِ مست دل افروز و دل آویز تری
نوشِ جاں ہو اسے گر خونِ جگر نوش کرے

چشم از آئینہ دارانِ خط و خالش گشت
لبم از بوسہ ربایانِ لب و نوشش باد

آنکھ جب آئینہ دارِ رخِ جاناں ہے مری
کیوں نہ پھر لب بھی مرا شربتِ لب نوش کرے

گرچہ از کبر سخن با منِ درویش نکرد
جاں فدائے شکریں پستۂ خاموشش باد

بات تک وہ نہ کرے عاشقِ شیدا لیکن
جان کو اپنی فدائے لبِ خاموش کرے

پیرِ ما گفت خطا بر قلمِ صنع نرفت
آفریں بر نظرِ پاکِ خطا پوشش باد

کہا مرشد نے "نہیں کلکِ مقدر کی خطا
درگزر ساری خطاؤں کو خطا پوش کرے

بغلامیٔ تو مشہورِ جہاں شد حافظ
حلقۂ بندگیٔ زلفِ تو در گوشش باد

بندگی نے تری مشہور کیا حافظ کو
ناز حلقے پہ بتا اس کا نہ کیوں گوش کرے

صبا وقتِ سحر بوئے ز زلفِ یار می آورد
دلِ شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد

صبا وقتِ سحر جب بوئے زلفِ یار لائے ہے
قرارِ جان و تسکینِ دلِ بیمار لائے ہے

ز رشکِ تارِ زلفِ یار بر بادِ سحر میداد
صبا ہر نافۂ مشکے کہ از تاتار می آورد

نہیں ہے اُس کی زلفِ عنبریں کے سامنے کچھ بھی
صبا جتنا بھی مشکِ آہوئے تاتار لائے ہے

فروغِ ماہ میدیدم ز بامِ قصرِ او روشن
کہ رو از شرمِ آں خورشید بر دیوار می آورد

فروغِ ماہ دیکھا میں نے قصرِ ناز سے اُس کے
کہیں خورشید تابِ جلوۂ رخسار لائے ہے

عفی اللہ چینِ ابرویش اگرچہ ناتوانم کرد
برحمت ہم پیامے بر سرِ بیمار می آورد

شکن ابروئے جاناں کی مریض و ناتواں کرکے
پیامِ مہربانی بر سرِ بیمار لائے ہے

سراسر بخششِ جاناں طریقِ لطف و احسان بود
اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد

طریقِ لطف و احساں ہے سراسر بخششِ جاناں
اگر دیوے ہے وہ تسبیح اگر زنار لائے ہے

من آں شاخِ صنوبر را ز باغِ سینہ بر کندم
کہ ہر گُل کز غمش بشگفت محنت بار می آورد

جدا شاخِ صنوبر باغ سے سینے کے کرتا ہوں
کہ جب کھلتا ہے غنچۂ دل پہ غم کا بار لائے ہے

ز بیمِ غارتِ چشمش دلِ خونیں رہا کردم
ولے میریخت خوں در رہ بدیں ہنجار می آورد

نظر کے تیر سے صیاد کرکے بسمل و خونیں
اٹھا کے ہاتھ میں میرا دلِ خونبار لائے ہے

خوش آں وقت و خوش آں ساعت کہ آں زلفِ گرہ بندش
بُرد ہمچناں دلہا کہ خصم اقرار می آورد

وہ خوش لمحہ وہ خوش ساعت بکھرا کر دل کو جب چھیڑے
چھپا کے اپنی زلفوں میں مرا دلدار لائے ہے

بقولِ مطربِ ساقی بروں رفتم گہ و بیگہ
کہ آں راہِ گراں قاصد خبر دشوار می آورد

بقولِ مطربِ ساقی ہے میں نے راہ وہ پکڑی
کہ مشکل سے جہاں قاصد پیامِ یار لائے ہے

عجب میدیدم دیشب نے حافظ جام و پیمانہ
ولے منعش نمی کردم کہ صوفی وار می آورد

اگر پیتا ہے حافظ محتسب اب تم اس کو پینے دو
یہ دیکھو کیسی خوش وقتی وہ صوفی وار لائے ہے

صبا بہ تہنیتِ پیر مے فروش آمد
کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد

صبا بہ تہنیتِ پیرِ مے فروش آئے
جو موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آئے

ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا
درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

ہوا مسیح نفس ہو، صبا ہو نافہ کشا
درخت سبز ہو، بلبل بصد خروش آئے

تنورِ لالہ چناں برفروخت بادِ بہار
کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد

تنورِ لالہ کو دہکائے ایسے بادِ صبا
کہ غنچہ غرقِ پسینہ ہو، گل بہ جوش آئے

بگوشِ ہوش نیوش از من و بعشرت کوش
کہ ایں سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد

بگوشِ ہوش نیوش و بہ عیش و عشرت کوش
یہ لے کے آگہی اک صبح دم سروش آئے

ز فکرِ تفرقہ باز آی تا شوی مجموع
بحکمِ آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد

خیالِ دشمنی چھوڑو، قرارِ انس کرو
کہ جائے دہر سے شیطان اور سروش آئے

ز مرغِ صبح ندانم کہ سوسنِ آزاد
چہ گوش کرد کہ با دہ زباں خموش آمد

نہ جانے مرغِ سحر سے سنا ہے کیا اس نے
کہ دس زبانوں کی سوسن بھی اب خموش آئے

چہ جائے صحبتِ نامحرم است مجلسِ انس
سرِ پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد

ہے بزمِ انس سے نامحرموں کو کام ہی کیا
چھپا کے رکھو پیالہ جو خرقہ پوش آئے

بگویمت سخنِ خوش بیا و بادہ بنوش
کہ زاہد از پے مارفت و بادہ نوش آمد

پیو شراب یہ بزمِ طرب ہے پھر ایسی
کہ محتسب بھی یہاں بن کے بادہ نوش آئے

ز خانقاہ بہ میخانہ می رود حافظ
مگر ز مستیِ زہد و ریا بہوش آمد

جو خانقاہ سے جاتا ہے میکدے حافظ
ہے وقت مستیِ زہد و ریا سے بہ ہوش آئے

عکسِ روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
عارف از پرتوِ مے در طمعِ خام افتاد

رُخ سے روشن جو ترے آئینۂ جام ہوا
دیکھ کے صوفی اُسے در طمعِ خام ہوا

حسنِ روئے تو بیک جلوہ کہ در آئینہ کرد
ایں ہمہ نقش در آئینۂ اوہام افتاد

پرتوِ حسن پڑا تیرا جس آئینے میں
ٹوٹ کے چور وہ آئینۂ اوہام ہوا

جلوۂ کرد رخش روزِ ازل زیرِ نقاب
عکسے از پرتوِ آں بر رُخِ افہام افتاد

جب ہٹا پردہ ازل میں رُخِ روشن سے ترے
پرتوِ حسن سے روشن رُخِ افہام ہوا

ایں ہمہ عکسِ مے و نقشِ مخالف کہ نمود
یک فروغِ رخِ ساقی ست کہ در جام افتاد

عکس بادہ میں ہے جو، نقش جو پیالے میں
اک فروغِ رخِ ساقی ہے کہ در جام ہوا

غیرتِ عشق زبانِ ہمہ خاصاں ببرید
از کجا سرِ غمش در دہنِ عام افتاد

غیرتِ عشق نے کاٹی جو زباں خاصوں کی
رازِ الفت کیوں میرا در دہنِ عام ہوا

ہر دمش با منِ دل سوختہ لطفِ دگر است
ایں گدا بیں کہ چہ شائستۂ انعام افتاد

سوختہ دل پہ ہوئی بارِ دگر چشمِ کرم
دیکھیے کیسے یہ گدا قابلِ انعام ہوا

پاک بیں از نظرِ پاک بمقصود رسید
احول از چشمِ دو بیں در طمعِ خام افتاد

پاک بیں کو نظرِ پاک نے بینائی دی
دیدۂ بد بیں کا اندر طمعِ خام ہوا

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت
کانکہ شد کشتۂ او نیک سر انجام افتاد

رقص کرتے ہوئے جاتے ہیں سوئے مقتل ہم
کہ جو مقتول ہوا، نیک سرانجام ہوا

در خمِ زلفِ تو آویخت دل از چاہِ زنخ
آہ کز چاہ بروں آمد و در دام افتاد

نکلا جو چاہِ ذقن سے تو پھنسا زلف میں وہ
قید سے چھوٹا جو دل، بس وہ تہِ دام ہوا

آں شد اے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی
کارِ ما با رُخِ ساقی و لبِ جام افتاد

زہد و تقویٰ سے مجھے واسطہ کیا اب کے مرا
کارِ دل بارُخِ ساقی و لبِ جام ہوا

من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم
اینم از روزِ ازل حاصلِ فرجام افتاد

صومعے سے اُسے کیا کام، ازل سے جس کا
اِک خراباتِ مغاں حاصل و انجام ہوا

چہ کند کز پےِ دوراں نرود چوں پرکار
ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام افتاد

مثلِ پرکار لگا تا ہے وہ چکر ہر دم
ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام ہوا

من کہ در زمرۂ عشاق برندی علمم
طبلِ پنہاں کہ زنم طشتِ من از بام افتاد

مِل گئی جب سے مجھے رندی و سرگردانی
بزمِ عشاق میں مشہور مرا نام ہوا

صوفیاں جملہ حریفند و نظرباز ولے
زیں میاں حافظِ دل سوختہ بدنام افتاد

صوفی دنیا میں ہزاروں ہیں نظرباز مگر
ایک دل سوختہ حافظ ہے جو بدنام ہوا

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود
مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود

کیا سرسری تھا عشق کہ سر سے بدر ہوا
تھا کیا یہ عارضی کہ بہ شخصِ دگر ہوا

عشقِ تو در وجودم و مہرِ تو در دلم
با شیر در دروں شد و با جاں بدر شود

شوقِ نگار دل میں مرے عشق جان میں
با شیر جسم میں گیا، با جاں بدر ہوا

دردیست دردِ عشق کہ اندر علاجِ او
ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

ہے دردِ عشق میرا کچھ ایسا کہ اب تلک
جتنا علاج اُس کا ہوا بے اثر ہوا

اوّل منم کہ در ہمہ شہر ہر شبے
فریادِ من بگنبدِ افلاک بر شود

طرزِ فغاں تھی پُر اثر ایسی کہ ایک شب
نالہ گنبدِ افلاک پر ہوا

ورز آنکہ من سرشک فشانم بہ زندہ رود
کشتِ عراق جملہ بیک بار تر شود

رو رو کے میں نے اس طرح دریا بہا دیے
صحرا بھی جن کے سیل سے سیراب تر ہوا

دی در میانِ زلف بدیدم رُخِ نگار
بر ہیئتے کہ ابر محیطِ قمر شود

بکھری رُخِ نگار پہ یوں زلفِ عنبریں
ابرِ سیاہ جیسے محیطِ قمر ہوا

گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے
بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود

پوچھا کہ ابتدا کروں بوسے سے تو کہا
ٹھہرو ابھی کہ مہ نہ بہ عقرب بدر ہوا

اے دل بہ یادِ لعلش اگر بادہ میخوری
مگذار ہاں کہ مدعیاں را خبر شود

وہ مے بیادِ لب ہے تو موقع ہے آج شب
ہے مدعی بھی سویا پڑا، بے خبر ہوا

حافظ سر از لحد بدر آرد بپائے بوس
گر خاکِ او بپائے شما پے سپر شود

حافظ نے اُٹھ کے چوم لیا پائے یار کو
وہ آ کے قبر پر جو کبھی جلوہ گر ہوا

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند
خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

غلام آنکھ کی مستی کے تاجدار بہت
خرابِ بادۂ لب تیرے ہوشیار بہت

ترا حیا و مرا آب دیدہ شد غمّاز
وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

تری حیا نے، مری چشمِ تر نے راز کھلا
ہیں ورنہ عاشق و معشوق رازدار بہت

بزیرِ زلفِ دوتا چوں گذر کنی بنگر
کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند

ہیں تیری زلف میں جتنے بھی عاشقوں کے دل
وہ زیرِ سایۂ ہما پر ہیں بے قرار بہت

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں
کہ از تطاولِ زلفت چہ سوگوارانند

گلوں کا حال بُرا ہے بنفشہ زاروں میں
یہ ظلم زلف سے تیری ہیں سوگوار بہت

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت
کہ ساکنانِ درِ دوست خاکسارانند

رقیب! چھوڑ بھی اب اس قدر غرور نہ کر
ہیں ساکنانِ درِ دوست خاکسار بہت

زمن برآں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزارانند

غزل سرا گلِ عارض پہ ایک میں ہی نہیں
ہیں نغمہ زن یہاں ہر سو ترے ہزار بہت

تو دستگیر شو اے خضرِ پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند

ہو دستگیر تو اے خضرِ پے خجستہ کہ میں
پیادہ پا ہوں مگر ساتھ ہیں سوار بہت

بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن
مرو بصومعہ کآنجا سیاہ کارانند

شراب خانے میں چل، پی کے سرخرو ہو جا
نہ جا بہ صومعہ، واں ہیں سیاہ کار بہت

نصیب ماست بہشت اے خداشناس برو
کہ مستحق کرامت گناہکارانند

غرور اتنا ہے کیوں شیخ زہد پر تجھ کو
ہیں مستحق کرم بھی گناہگار بہت

خلاص حافظ ازآں زلفِ تابدار مباد
کہ بستگانِ کمندِ تو رستگارانند

رہائی بندشِ گیسو سے مانگ مت حافظ
کہ بستگانِ کمند اُس کے رستگار بہت

قتلِ این خستہ بشمشیرِ تو تقدیر نبود
ورنہ ہیچ از دلِ بے رحمِ تو تقصیر نبود

قتل شمشیر سے ہونا مری تقدیر نہیں
دلِ بے رحم کی اس میں کوئی تقصیر نہیں

یارب آئینۂ حسنِ تو چہ جوہر دارد
کہ درو آہِ مرا قوتِ تاثیر نبود

دھندلے ہو جاتے ہیں سب آئنے آہوں سے مری
پر ترے آئنے پہ قدرتِ تاثیر نہیں

سر ز حیرت بدرِ میکدہ ہا بر کردم
چوں شناسائے تو در صومعہ یک پیر نبود

صومعہ چھوڑ کے جاتا ہوں خرابات کی سمت
کہ شناسا ترا کوئی بھی یہاں پیر نہیں

منِ دیوانہ چو زلفِ تو رہا می کردم
ہیچ لائق ترم از حلقۂ زنجیر نبود

ہے گرفتار جو گیسو میں تو اس سے بہتر
دلِ مضطر کوئی تیرے لیے زنجیر نہیں

نازنین تر ز قدت در چمنِ حسن نرست
خوشتر از نقشِ تو در عالمِ تصویر نبود

چمنِ حُسن میں تجھ جیسا نہیں سرو کوئی
نقش تجھ سا کوئی در عالمِ تصویر نہیں

تا مگر ہمچو صبا باز بزلفِ تو رسم
کارم این دوش بجز نالۂ شبگیر نبود

وصل قسمت میں نہیں اور تری فرقت میں
کام دل کو مرے جز نالۂ شبگیر نہیں

آں کشیدم ز تو اے آتشِ ہجراں کہ چو شمع
جز فنائے خودم از دستِ تو تدبیر نبود

شمعِ دل جل ہی گئی آتشِ ہجراں میں مری
جز فنا اس کے لئے اور کوئی تدبیر نہیں

آیتے بود عذاب اندہ حافظ بے تو
کہ بر ہیچ کسش حاجتِ تفسیر نبود

غمِ ہجراں میں بنی تیری حکایت حافظ
ایسی آیت کہ اُسے حاجتِ تفسیر نہیں

قطرۂ اشکے کہ میریزم ز چشمِ تر سفید
مینماید در شبِ ہجرِ تو چوں اختر سفید

قطرہ آنسو کا جو ٹپکاتی ہے چشمِ تر سفید
رات میں فرقت کی وہ لگتا ہے اک اختر سفید

سوئے ما مائل نشد ہرگز ہمائے وصلِ تو
استخوانم گرچہ شد از ہجرِ آں دلبر سفید

وصلِ جاناں کا ہما مائل نہیں مجھ پر تو کیوں
ہڈیاں میری کرے ہے ہجرِ غم دلبر سفید

ساقیا چوں بر لبِ میگوں نہی جامِ شراب
مینماید سرخ از عکسِ لبت ساغر سفید

جب لگاتا ہے لبِ میگوں تو ساقی جام ہے
عکسِ لب سے سرخ ہو جاتا ہے وہ ساغر سفید

نیست ماہِ نو کہ از بیداد و کیں ترکِ فلک
بر میاں بستہ بخونِ عاشقاں خنجر سفید

ماہِ نو کب ہے لئے تو خونِ عاشق کے لئے
باندھتا اپنی کمر پر ہے فلک خنجر سفید

آں لب و دندانِ او حافظ بہنگامِ سخن
حقہ لعلست گویا پر ز دُر و گوہر سفید

دیکھ حافظ وہ لب و دنداں بہ ہنگامِ سخن
لعل کی ڈبیہ میں ہوں جیسے بھرے گوہر سفید

کلکِ مشکینِ تو روزے کہ ز ما یاد کند
ببرد اجرِ دو صد بندہ کہ آزاد کند

کلکِ مشکین ترا مجھ کو اگر یاد کرے
اجر ہو جیسے تو سو بندوں کو آزاد کرے

قاصدِ حضرتِ سلمٰی کہ سلامت بادا
چہ شود گر بسلامے دلِ ما شاد کند

قاصدِ حضرتِ سلمٰی کہ سلامت اُس کو
لے کے آئے جو سلام اُن کا بہت شاد کرے

یا رب اندر دلِ آں خسروِ شیریں انداز
کہ برحمت گذرے بر سرِ فرہاد کند

ڈال یارب تو دلِ خسروِ شیریں میں کبھی
کہ کرم بھول کے وہ بر سرِ فرہاد کرے

حالیا عشوۂ عشقِ تو ز بنیادم برد
تا دگر فکرِ حکیمانہ چہ بنیاد کند

عشوۂ عشق نے برباد کیا جس دل کو
فکرِ فرزانہ کبھی اُس کو نہ آباد کرے

گوہرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنی ست
فکرِ مشاطہ چہ با حسنِ خداداد کند

گوہرِ پاک ترا مدح سے مستغنی ہے
فکرِ مشاطہ نہ کچھ حسنِ خداداد کرے

امتحاں کن کہ بسے گنجِ مرادت بدہند
گر خرابے چو مرا لطفِ تو آباد کند

کرے اللہ تری لاکھ مرادیں پوری
لطف تیرا جو خرابہ مرا آباد کرے

شاہ را بہ بود از طاعتِ صد سالہ و زہد
قدرِ یک ساعتِ عمرے کہ درو داد کند

زہدِ صد سالہ سے بہتر ہے یہ حاکم کے لئے
اک گھڑی اپنی رعایا سے اگر داد کرے

رہ نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
خرم آں روز کہ حافظ رہِ بغداد کند

رہِ مقصود نہیں ملتی ہے شیراز میں جب
کیوں نہ رُخ عزم کا حافظ سوئے بغداد کرے

کسے کہ حسن رخ دوست در نظر دارد
محقق ست کہ او حاصل بصر دارد

کوئی جو حسن رخ دوست پر نظر رکھے
ہے خوش نصیب کہ وہ حاصل بصر رکھے

کسے بوصل تو چوں شمع یافت پروانہ
کہ زیر تیغ تو ہر دم سرِ دگر دارد

وہ پائے وصل کا پروانہ، شمع کی صورت
جو نیچے تیغ کے ہر دم سرِ دگر رکھے

بپائے بوسِ تو دستِ کسے رسید کہ او
چو آستانہ بدیں در ہمیشہ سر دارد

اسی کو ہوتی ہے حاصل تری قدم بوسی
جو آستانے پہ تیرے ہمیشہ سر رکھے

ز زہد خشک ملولم بیار بادۂ ناب
کہ بوئے بادہ مدامم دماغ تر دارد

ہوں زہد خشک سے بیزار دے شراب مجھے
کہ بوئے بادہ مشکیں دماغ تر رکھے

بروز رقیب تو روزے بسینہ ام تیرے
زبس کہ تیر غمت سینہ بے سپر دارد

ہر ایک تیر ترا دل کے پار ہوتا ہے
کہ سینہ یہ ترا دیوانہ بے سپر رکھے

کسے کہ از رہ تقویٰ قدم بروں ننہاد
بعزم میکدہ اکنوں سرِ سفر دارد

نہ راہِ زہد سے جس نے قدم نکالا کبھی
شراب خانے کا اب وہ سرِ سفر رکھے

ز بادہ ہیچت اگر نیست ایں نہ بس کہ ترا
دمے ز وسوسۂ عقل بے خبر دارد

شراب پیتا ہوں میں اس لئے کہ شاید یہ
مجھے ز وسوسۂ عقل بے خبر رکھے

دلِ شکستۂ حافظ بخاک خواہد برد
چو لالہ داغ ہوائے کہ بر جگر دارد

دلِ شکستۂ حافظ کے ساتھ جائے گا
لحد میں داغ ہوا اس کا جو جگر رکھے

گر میفروش حاجتِ رنداں روا کند
ایزد گنہ ببخشد و دفعِ بلا کند

گر مے فروش حاجتِ رنداں روا کرے
ایزد گناہ بخش دے، دفعِ بلا کرے

در کارخانۂ کہ رہِ علم و عقل نیست
وہمِ ضعیف رائے فضولی چرا کند

وہ کارخانہ جس میں ہو علم و خرد نہ کچھ
وہمِ ضعیف رائے وہاں دے کے کیا کرے

مطرب بساز عود کہ کس بے اجل نمرد
واں کو نہ ایں ترانہ سراید خطا کند

جاتا نہیں ہے کوئی بھی دُنیا سے بے اجل
جو اس سے اختلاف کرے اک خطا کرے

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم
نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند

آرام اسے حکیم ملے یا مصیبتیں
لازم ہے آدمی پہ کہ شکرِ خدا کرے

مارا کہ دردِ عشق و بلائے خمار کشت
یا وصلِ دوست یا مئے صافی دوا کند

اس دردِ عاشقی و بلائے خمار کی
یا وصلِ دوست یا مئے صافی دوا کرے

حقا کہ در زماں برسد مژدۂ اماں
گر سالکے بعہدِ امانت وفا کند

آتے فرشتے لے کے ہیں اک مژدۂ اماں
دُنیا میں پورا اگر کوئی عہدِ وفا کرے

ساقی بجامِ عدل بدہ بادہ تا گدا
غیرت نیاورد کہ جہاں پُر بلا کند

ساقی بجامِ عدل پلا بادہ تا گدا
عالم نہ سب بہ غصہ و غم پُر بلا کرے

جاں رفت در سرِ مے حافظ ز عشق سوخت
عیسیٰ دمے کجاست کہ احیائے ما کند

جاں فکرِ مے میں دی ہیں جلا غم میں حافظا
عیسیٰ نفس ہے کوئی جو میری دوا کرے

گفتم کیم دہان و لبت کامراں کنند — پوچھا کہ کب مجھے ترے لب کامراں کریں؟
گفتا بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنند — بولا ہر التجا پہ تری، ہم تو ہاں کریں

گفتم خراج مصر طلب میکند لبت — پوچھا خراج مصر طلب کیوں کرے ہے لب
گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند — بولا طلب جو اس سے کریں کم، زیاں کریں

گفتم بہ نقطۂ دہنت خود کہ برد راہ — پوچھا کہ کیسے تیرے ملے نقطۂ دہن
گفت ایں حکایتیست کہ با نکتہ داں کنند — بولا کہ یہ سوال فقط نکتہ داں کریں

گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں — پوچھا صنم پرست بنیں یا صمد نشیں
گفتا بکوئے عشق ہم ایں و ہم آں کنند — بولا نہ اہلِ عشق غمِ این و آں کریں

گفتم ہوائے میکدہ غم می برد ز دل — پوچھا کہ دھوئیں مے سے دلِ داغدار کو
گفتا خوش آں کساں کہ دلے شادماں کنند — بولا ہیں خوش نصیب جو دل شادماں کریں

گفتم شراب و خرقہ نہ آئینِ مذہب است — پوچھا کہ رند و خواجہ و صوفی میں فرق کیا
گفتا ایں عمل بمذہب پیرِ مغاں کنند — بولا یہ سب پرستشِ پیرِ مغاں کریں

گفتم ز لعل نوش لباں پیر را چہ سود — پوچھا کہ تیرے لب کی ہے پیروں کو کیوں تلاش؟
گفتا بہ بوسۂ شکرینش جواں کنند — بولا کہ لعلِ لب مرے دل کو جواں کریں

گفتم کہ خواجہ کے بسرِ حجلہ میرود — پوچھا کہ کب ملے گی مجھے خوابگہ تری
گفت آں زماں کہ مشتری و مہ قراں کنند — بولا کہ ماہ و مشتری جس دم قراں کریں

گفتم دعائے دولتِ تو وردِ حافظ است — پوچھا دعائیں دو یہ ہے کیوں حافظا سقدر
گفتا ایں دعا ملائکِ ہفت آسماں کنند — بولا یہ سب ملائکِ ہفت آسماں کریں

گُل بے رُخِ یار خوش نباشد   گل بے رُخِ یار خوش ہو کیسے
بے بادہ بہار خوش نباشد   بے بادہ بہار خوش ہو کیسے

طرفِ چمن و ہوائے بستاں   طربِ چمن، ہوائے بُستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد   بے لالہ عذار خوش ہو کیسے

رقصیدنِ سرو و حالتِ گُل   یہ سرو کا رقص، گُل کی شوخی
بے صوتِ ہزار خوش نباشد   بے بانگِ ہزار خوش ہو کیسے

باغ و گُل و مُل خوش است لیکن   باغ، گُل و مُل ہے خوب لیکن
بے صحبتِ یار خوش نباشد   بے صحبتِ یار خوش ہو کیسے

ہر نقش کہ دستِ عقل بندد   وہ نقش جو عقل سے ہے پیدا
بے نقشِ نگار خوش نباشد   بے نقشِ نگار خوش ہو کیسے

با یارِ شکر لبِ گُل اندام   وہ یارِ شکر لب و گُل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد   بے بوس و کنار خوش ہو کیسے

جاں نقدِ محقر است حافظؔ   یار آئے تو جان میری حافظؔ
از بہرِ نثار خوش نباشد   گر ہو نہ نثار خوش ہو کیسے

گرچہ بر واعظِ شہر ایں سخن آساں نشود
تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نشود

واعظِ شہر کو سمجھانا یہ آسان نہیں
مکر و سالوس جو کرتا ہے مسلمان نہیں

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چنداں ہنر است
حیوانے کہ ننوشد مے و انساں نشود

بیٹھ میخانے میں اور سیکھ ہنر رندی کے
آدمی گر نہ پیے مے تو وہ انسان نہیں

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
ورنہ ہر سنگ و گِلے لؤلؤ و مرجاں نشود

گوہرِ پاک یہ ہے فیضِ خدا کا ورنہ
ہر گِل و سنگ یہاں جوہر و مرجان نہیں

اسمِ اعظم بکند کارِ خود اے دل خوش باش
کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلماں نشود

اسمِ اعظم کی یہ برکت ہے جو خوش تو اے دل
دیو بنتا کبھی تقویٰ سے مسلمان نہیں

درد مندی گلہ کند درد نہاں پیشِ طبیب
درد او بے سببے قابلِ درماں نشود

جا کے بتلاؤں طبیبوں کو میں کیوں دردِ نہاں
جبکہ یہ درد مرا قابلِ درمان نہیں

عشق می ورزم و امید کہ ایں فنِ شریف
چوں ہنرہائے دگر موجبِ حرماں نشود

عشق کرتا ہوں بہ امید کہ یہ فنِ شریف
اور پیشوں کی طرح موجبِ حرمان نہیں

دوش می گفت کہ فردا بدہم کامِ دلت
سببے ساز خدایا کہ پشیماں نشود

وہ گیا مجھ سے جو پھر وصل کا وعدہ کر کے
اے خدا دیکھ کہ وہ ہوئے پشیمان نہیں

حسنِ خلقے ز خدا می طلبم خوئے ترا
تا دگر خاطرِ ما از تو پریشاں نشود

حسنِ اخلاق خدایا دے تو اُس بدخُو کو
تا کہ خاطر ہو مری اتنی پریشان نہیں

ہر کہ در پیشِ بتاں از سرِ جاں می لرزد
بے تکلف تنِ او لائقِ قرباں نشود

جاں دینے سے بتوں پر ہو تامل جس کو
ایسا بزدل کبھی شائستۂ قربان نہیں

ذرہ را تا نبود ہمتِ عالی حافظ
طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں نشود

ہمتِ عالیہ حافظ نہیں اُس ذرّے کو
طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشان نہیں

گرچہ از غمزہ چشمت زخمے بدل کاری کند
گاہ گاہ از مرہم باشد کہ دلداری کند

بت مرا غمزے سے دل پر زخم گو کاری کرے
پھر بھی لگتا ہے کہ کیا مرہم سے دلداری کرے

گر نباشد از مے لعل تو بوئے در مشام
عاشقاں را دیدۂ دائم کارِ خماری کند

گر میسر ہو نہ اُن کو بادۂ شیریں لب
آنکھ تیری عاشقوں کا کارِ خماری کرے

زاہدے را ذوق گر ہیچ نے حاصل شود
مست می آید ہمہ توبہ ز ہشیاری کند

ذوقِ رندی ہو مرا جیسا تجھے گر شیخ تو
مست میخانے میں ہو تو بہ ز ہشیاری کرے

ہم ستانم داد مے ہم میکنم مستانہ رقص
ساقیا آں مُطربم امروز اگر یاری کند

داد مے نوشی ملے میں رقصِ مستانہ کروں
مطربِ میخانہ ساقی مجھ سے گر یاری کرے

تا خورد از دست تو جامِ صبوحی یک صباح
اہلِ تقویٰ ہر شبے تا صبح بیداری کند

گر ملے جامِ صبوحی ہاتھ سے تیرے اُسے
شیخِ مکتب شام سے تا صبح بیداری کرے

حافظِ مسکیں غریبے کز پئے او شد خراب
گر رسیدے ساقیا از بادہ معماری کند

حافظِ مسکیں ہوا برباد جس کے واسطے
کاش لے کر آئے مے اور اس کی معماری کرے

گر زلفِ پریشانت در دستِ صبا افتد
ہر جا کہ دلے باشد بر باد ہوا افتد

وہ موئے پریشاں جب در دستِ صبا ہوگا
جو دل بھی جہاں ہوگا برباد ہوا ہوگا

ما کشتیِ صبر خود در بحرِ غم افگندیم
تا آخر ازیں طوفاں ہر تختہ کجا افتد

بحرِ غمِ الفت میں ڈالا ہے سفینہ جو
اب دیکھئے طوفاں میں اس ناؤ کا کیا ہوگا

آں بادہ کہ دلہا را از غم دہد آزادی
پُر خونِ جگر گردد چوں دور بما افتد

وہ جام ہے مے جس کی داروئے غمِ جاناں
پاس اپنے جب آئے گا تو خوں سے بھرا ہوگا

گر زلفِ سیاہت را من مشکِ ختن گفتم
در تاب مشو جاناں در گفتہ خطا افتد

دیکھو نہ کبھی زلفوں کو مشکِ ختن کہنا
توہین وہ سمجھے گا، بسیار خفا ہوگا

حالِ دلِ حافظ شد از دستِ غمِ ہجرت
چوں عاشقِ سرگرداں کز دوست جدا افتد

اندیشۂ فرقت سے جو ہوتا ہے سرگرداں
کیسے یہ دلِ حافظ پھر اس سے جدا ہوگا

مرا بہ رندی و عشق آں فضول عیب کند
کہ اعتراض بر اسرارِ علمِ غیب کند

جو شیخ رندی کو میری شمارِ عیب کرے
وہ اعتراض برا سرارِ علمِ غیب کرے

کمالِ صدق و محبت ببیں نہ نقصِ گناہ
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند

کمالِ عشق کی دے داد، دیکھ نقص نہ تو
کہ بے ہنر ہے بہت جو نظر بہ عیب کرے

چناں بزد رہِ اسلام غمزۂ ساقی
کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیبؓ کند

ہے ایسا رہزنِ اسلام غمزۂ ساقی
کہ اس شراب سے پرہیز بس صہیبؓ کرے

ز عطرِ حورِ بہشت آں زماں برآید بوئے
کہ خاکِ میکدۂ ما عبیرِ جیب کند

اُسے ملے ہے بوئے زلفِ حورِ جنت
جو خاکِ میکدہ چھڑکے عبیرِ جیب کرے

کلیدِ گنجِ سعادت قبولِ اہلِ دل است
مبادا کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند

کلیدِ گنجِ سعادت ملی ہے رندوں کو
وہ نکتہ داں نہیں جو اس میں شک و ریب کرے

شبانِ وادیِ ایمن گہے رسد بمراد
کہ چند سال بجاں خدمتِ شعیب کند

شبانِ وادیِ ایمن ہے بامراد وہی
جو چند سال بجاں خدمتِ شعیب کرے

ز دیدہ خوں بچکاند فسانۂ حافظ
چو یادِ عہدِ شباب و زمانِ شیب کند

ٹپکتے خون کے آنسو ہیں جب بھی تو حافظ
بیانِ عہدِ شباب و زمانِ شیب کرے

من و انکارِ شراب ایں چہ حکایت باشد	مے سے انکار مجھے کیسی حکایت یہ ہے
غالباً ایں قدرم عقل کفایت باشد	حیلہ ساقی کا ہے اک عذر کفایت یہ ہے
من کہ شبہا رہِ تقویٰ زدہ ام با دف و چنگ	عمر بھر رند رہے پیری میں تقویٰ کیسا
ایں زماں سر بہ رہ آرم چہ حکایت باشد	کیا عجب قصہ ہے یہ کیسی حکایت یہ ہے
زاہد ار راہ بہ رندی نبرد معذور است	عاشق زاہد گمراہ کرے گا کیوں کر
عشق کاریست کہ موقوفِ ہدایت باشد	کام یہ سخت ہے موقوف ہدایت یہ ہے
بندۂ پیرِ مغانم کہ ز جہلم برہاند	بندۂ پیرِ مغاں ہوں ہے بھروسا مجھ کو
پیرِ ما ہر چہ کند عین رعایت باشد	کہ وہ جو کچھ بھی کرے عین رعایت یہ ہے
زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز	تجھ کو ہے ناز و تکبر تو ہو زاہد لیکن
تا خود او را ز میاں با کہ عنایت باشد	عاجزی مجھ کو ہے ایزد کی عنایت یہ ہے
دوش ازیں غصہ نخفتم کہ حکیمے می‌گفت	نیند غصے سے اڑی جب یہ کہا عاقل نے
حافظؔ ار بادہ خورد جائے شکایت باشد	پیا حافظؔ نے بہت جائے شکایت یہ ہے

معاشراں ز حریفِ شبانہ یاد آرید
حقوقِ بندگیٔ مخلصانہ یاد آرید

معاشروں پہ حریفِ شبانہ یاد رکھو
حقوقِ بندگیٔ مخلصانہ رکھو

چو در میانِ مراد آورید دستِ امید
ز عہدِ صحبتِ ما در میانہ یاد آرید

میاں مراد کی آئے اگر بدستِ امل
ہے عہدِ دوستی اک درمیانہ یاد رکھو

چو عکسِ بادہ کند جلوہ در رخِ ساقی
ز زاہدیں بسرود و ترانہ یاد آرید

جو عکسِ بادہ کرے جلوہ در رخِ ساقی
تو رند اک بہ سرود و ترانہ یاد رکھو

بوقتِ سرخوشی از آہ و نالۂ عشاق
بصوتِ نغمۂ چنگ و چغانہ یاد آرید

بوقتِ عیش و خوشی آہ و نالۂ عاشق
بصوتِ نغمۂ چنگ و چغانہ یاد رکھو

نمی خورید زمانے غمِ وفاداراں
ز بیوفائیِ دورِ زمانہ یاد آرید

کرے ہے کوئی نہ غم خواریٔ وفاداراں
ہے کتنا بیوفا دورِ زمانہ یاد رکھو

سمندِ دولت اگر تند و سرکش ست ولے
ز ہمرہاں بسرِ تازیانہ یاد آرید

سوار تم ہو اگرچہ سمندِ سرکش پہ
پیادہ اک بہ سرِ تازیانہ یاد رکھو

بوقتِ مرحمت اے ساکنانِ صدرِ جلال
ز روئے حافظ و آں آستانہ یاد آرید

بوقتِ مرحمت اے ساکنانِ عرشِ بریں
شکیبِ حافظ و ظلمِ زمانہ یاد رکھو

من و صلاح و سلامت کس ایں گماں نبرد
کہ کس بہ رندِ خرابات ظنِ آں نبرد

کوئی یہ رندِ خرابات پر گماں نہ کرے
صلاح و تقویٰ ذرا بندۂ مغاں نہ کرے

من ایں مرقعِ پشمینہ بہرِ آں دارم
کہ زیرِ خرقہ کشم مے کس ایں گماں نبرد

ہے صوفیوں کی قبا میں نے اس لئے پہنی
کہ مے چھپاؤں جو اس میں کوئی گماں نہ کرے

مباش غرہ بہ علم و عمل فقیہِ زماں
کہ ہیچ کس ز قضائے خدائے جاں نبرد

غرور علم و عمل پر نہ کر فقیہِ زماں
قضا جہاں میں کسی کی معاف جاں نہ کرے

مشو فریفتۂ رنگ و بو قدح درکش
کہ زنگِ غم ز دلت جز مےِ مغاں نبرد

نہ ہو فریفتۂ رنگ و بو، شراب پلا
کہ دُورِ غم کو کوئی جز مےِ مغاں نہ کرے

اگرچہ دیدہ بود پاسبانِ تو اے گل
بہوش باش کہ نقدِ تو پاسباں نبرد

اگرچہ دیدہ بنا پاسباں ترا نرگس
مجھے ہے خوف تبہ تجھ کو پاسباں نہ کرے

من ضعیف چگونہ غمِ تو بردارم
کہ بارِ ہجرِ تو ایں جانِ ناتواں نبرد

لیا ہے دل جو مرا چھوڑ کر نہ جا اسکو
کہ بارِ ہجر یہ برداشت ناتواں نہ کرے

سخن بہ نزدِ سخنداں ادا مکن حافظ
کہ تحفہ کس دُر و گوہر بہ بحر و کاں نبرد

سخن بہ نزدِ سخنداں نہ کہہ تو اے حافظ
قبول تحفۂ دُر بحرِ بیکراں نہ کرے

مرا مہرِ سیہ چشماں ز دل بیروں نخواہد شد
قضائے آسمانست این و دیگر گوں نخواہد شد

میرے دل سے سیہ آنکھوں کی دھن بیرون کیسے ہو
قضائے آسماں جو ہے وہ دیگر گون کیسے ہو

مرا روزِ ازل کارے بجز رندی نفرمودند
ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد

ازل سے رندی و مستی مرے حصے میں آئی ہیں
جو قسمت میں لکھا ہے وہ کم و افزون کیسے ہو

مجالِ من ہمیں باشد کہ پنہاں مہرِ او ورزم
کنار و بوس و آغوشش چگویم چوں نخواہد شد

میری تقدیر میں ہے دور ہی سے دیکھنا اُس کو
نہ آئے پاس تو اُس سے چرا و چون کیسے ہو

شرابِ لعل و جائے امن و یارِ مہرباں ساقی
دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

شراب لعل و جائے امن و یار مہرباں ساقی
بتا اس سے افزوں اور کوئی افسون کیسے ہو

بیا اور صفِ رنداں بہ بانگِ چنگ مے نوشیم
کہ سازِ شرع زیں افسانہ بے قانوں نخواہد شد

بہ بانگِ چنگ میخانے میں جا کے رات کو پینا
ہو گر فطرت کو جائز تو یہ بے قانون کیسے ہو

نہ مجنوں بہ لیلیٰ گفت کائے محبوبِ بے ہمتا
ترا عاشق شود پیدا و لے مجنوں نخواہد شد

ہیں عاشق تو بہت تیرے زمانے میں مگر لیلیٰ
تیرے مجنوں سے افزوں اور کوئی مجنون کیسے ہو

رقیب آزارہا فرمود و جائے آشتی نگذاشت
مگر آہِ سحر خیزاں سوئے گردوں نخواہد شد

رقیبوں کے ستم نے اس طرح گھونٹا ہے دم میرا
نہ نکلے آہ جب دل سے سوئے گردون کیسے ہو

بیا تا در مے صافیت رازِ دہر بنمایم
کہ کارِ عشق ازیں افسانہ بے افسوں نخواہد شد

ہے رازِ دو جہاں پنہاں حدیثِ ساقی و مے میں
جو افسانہ ہو افسوں کا وہ بے افسون کیسے ہو

مشوئے دیدہ نقشِ غم ز لوحِ سینۂ حافظ
کہ زخمِ تیغِ دلدارست و رنگِ خوں نخواہد شد

کیا ہے چشمِ جاناں نے جو دل کا خون اے حافظ
نہ دھو اشکوں سے تو اس کو صفایہ خون کیسے ہو

معاشراں گرہ از زلفِ یار باز کنید شبے خوش است بایں قصہ اش دراز کنید	معاشرو! گرہِ زلفِ یار باز کرو یہ رات اچھی ہے اس قصّے کو دراز کرو
حضورِ مجلسِ انس است و دوستاں جمع اند وانِ یکاد بخوانید و در فراز کنید	یہ بزمِ انس ہے ساقی جو آج جمع ہیں یار نظر لگے نہ کہیں، ورنہ اس کا باز کرو
رباب و چنگ بہ بانگِ بلند می گویند کہ گوشِ ہوش بہ پیغامِ اہلِ راز کنید	رباب و چنگ بہ بانگِ بلند کہتے ہیں کہ گوشِ ہوش بہ پیغامِ اہلِ راز کرو
ہر آں کسے کہ دریں حلقہ نیست زندہ بہ عشق برو نمردہ بفتوائے من نماز کنید	ہے جس کی زندگی محرومِ دولتِ الفت جنازہ اُس کا اٹھاؤ، ادا نماز کرو
میانِ عاشق و معشوق فرق بسیار است چو یار ناز نماید شما نیاز کنید	میانِ عاشق و معشوق فرق ہے بیحد کرے وہ ناز تو خم تم سرِ نیاز کرو
بجانِ دوست کہ غم پردہ بر شما ندرد گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید	جو چاہتے ہو غمِ دل کرے نہ پردہ دری تو اعتماد بہ الطافِ کارساز کرو
نخست موعظۂ پیرِ مے فروش این است کہ از معاشرِ ناجنس احتراز کنید	نصیحت ایک ملی ہے بہ وعظِ پیرِ مغاں بنے جو رند تو واعظ سے احتراز کرو
اگر طلب کند انعامے از شما حافظ حوالتش بہ لبِ یارِ دل نواز کنید	سنو کہ تم سے جو حافظ طلب کرے انعام سپردِ لعلِ لبِ یارِ دل نواز کرو

مرا وصل تو گر زانکہ دسترس باشد
دگر ز طالع خویشم چہ ملتمس باشد

مجھے وصال پہ گر تیرے دسترس ہوتی
کبھی نصیب سے اتنی نہ ملتمس ہوتی

اگر بہ ہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست
مرا ز ہر دو جہاں حاصل آں نفس باشد

اگر بہ ہر دو جہاں یار اک نفس ملتا
امارتِ دو جہاں میری ہر نفس ہوتی

بر آستانِ تو غوغائے عاشقاں چہ عجب
کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد

تری گلی میں ہے غوغائے عاشقاں تو کیا
نہ ہوتا گر شکرستاں تو کیوں مگس ہوتی

رہ خلاص کجا باشد آں غریقے را
کہ سیلِ محنتِ عشقش ز پیش و پس باشد

رہِ نجات غریقِ الم کو مل جاتی
جو سیلِ عشق کی تندی نہ پیش و پس ہوتی

چہ حاجت است بہ شمشیر قتلِ عاشق را
کہ نیم جانِ مرا یک کرشمہ بس باشد

نہیں ہے حاجتِ شمشیر قتلِ عاشق کو
وہ نیم جاں ہے اُسے اک نظر ہی بس ہوتی

ہزار بار شود آشنا و دیگر بار
مرا بہ بیند و گوید کہ ایں چہ کس باشد

ہزار بار ہوا آشنا مرا لیکن
نہیں اُسے مری پہچان یک نفس ہوتی

ازیں سبب کہ مرا دستِ بخت کوتاہ است
کیم بسرو بلندِ تو دسترس باشد

نہ دستِ بخت اگر ہوتا اس قدر کوتاہ
بلند سرو پہ میری بھی دسترس ہوتی

خوش است بادۂ رنگین و صحبتِ جاناں
مدام حافظِ بیدل دریں ہوس باشد

جو ملتے بادۂ رنگین و قربِ جانانہ
نہ اتنی حافظِ بیدل کو پھر ہوس ہوتی

مژدہ اے دل کہ دگر بادِ صبا باز آمد
ہُد ہُد خوش خبر از طرفِ سبا باز آمد

مژدہ اے دل لئے اک بادِ صبا پھر آئے
ہُد ہُد خوش خبر از طرفِ سبا پھر آئے

برکش اے مرغِ سحر نغمۂ داؤدی را
کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا باز آمد

پھر سنا مرغِ سحر نغمۂ داؤد مجھے
کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا پھر آئے

لالہ بوئے مے نوشیں بشنید از دمِ صبح
داغِ دل بود بامیدِ دوا باز آمد

بوئے مے لائے اگر بادِ صبا تو لالہ
داغِ دل لے کے بہ امیدِ دوا پھر آئے

عارفے کو کہ کند فہم زبانِ سوسن
تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد

ایسا عارف کہاں سمجھے جو زبانِ سوسن
جو کہے کیوں گئی اور کیوں یہ بلا پھر آئے

مردمی کرد و کرم بختِ خداداد بمن
کاں بتِ سنگدل از راہِ وفا باز آمد

دے مری آہ کو اک ایسا اثر پھر یارب
سنگدل بت مرا بر راہِ وفا پھر آئے

جانِ من از پئے ایں قافلہ بس آہ کشید
تا بگوشِ دلم آوازِ درا باز آمد

کھینچے آہ کہ اس قافلۂ جاں کے لیے
گوشۂ قلب سے آوازِ درا پھر آئے

گرچہ ما عہد شکستیم و گنہ حافظ کرد
لطفِ او بیں کہ بصلح از درِ ما باز آمد

مہرباں تجھ پہ ہے کیا یہ ذرا حافظ دیکھ
کہ خطا بخشنے خود یار ترا پھر آئے

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

ہر اک جو چہرہ سنوارے نہ دلبری جانے
نہ رکھ کے آئینہ ہر اک سکندری جانے

نہ ہر کہ طرفِ کلہ کج نہاد و تند نشست
کلاہ داری و آئینِ سروری داند

ہر اک جو طرفِ کلہ کج کرے ضرور نہیں
کلاہ داری و آئینِ سروری جانے

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ہزار بال سے باریک ہیں یہاں نکتے
ہر اک نہ سر کو منڈا کر قلندری جانے

در آبِ دیدۂ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم
کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند

میں غرقِ اشک ہوا ہوں رہا نہ چارہ کوئی
نہ غم کے بحر میں ہر اک شناوری جانے

غلامِ ہمتِ آں رندِ عافیت سوزم
کہ در گدا صفتی کیمیا گری داند

ہوں ایسے رند سکوں سوز کا غلام کہ جو
گدا صفت ہے مگر کیمیا گری جانے

سوادِ نقطۂ بینش ز خالِ تست مرا
کہ قدرِ گوہرِ یکدانہ گوہری داند

ہے تیرے خال سے خوش میری آنکھ کی پتلی
کہ قدرِ گوہرِ یک دانہ جوہری جانے

بباختم دلِ دیوانہ و ندانستم
کہ آدمی بچۂ شیوۂ پری داند

نہ ہارتا دلِ دیوانہ گر پتا ہوتا
کہ آدمی بچہ بھی شیوۂ پری جانے

تو بندگی چو گدایان بشرطِ مزد مکن
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

نہ شرطِ مزد لگا، گر ہے بندگی تجھ کو
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری جانے

بقد و چہرہ ہر آں کس کہ شاہِ خوباں شد
جہاں بگیرد اگر دادگستری داند

بہ قد و چہرہ بنا شاہ جو حسینوں کا
جہان گیر ہو گر دادگستری جانے

وفائے عہد نکو باشد ار بیاموزی
وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند

ہو کیا خوب وہ گر سیکھ لے وفاداری
ہر اک حسین وگرنہ ستمگری جانے

ز شعرِ دلکش حافظ کے شود آگاہ
کہ لطفِ طبع و سخن گفتن دری داند

سمجھتا ایک وہی ہے کلام حافظ کا
جو لطفِ طبع و سخن سنجیِ دری جانے

نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد
عالمِ پیر دگر بارہ جواں خواہد شد

نفسِ باد اگر مشک فشاں ہو جائے
عالمِ پیر مرا پھر سے جواں ہو جائے

ارغواں جامِ عقیقی بسمن خواہد داد
چشمِ نرگس بشقائق نگراں خواہد شد

ارغواں جام اگر ہاتھ میں ہو لالہ کے
کھول کے آنکھ کو نرگس نگراں ہو جائے

گُل عزیز است غنیمت شمریدش صحبت
کہ بباغ آمد ازیں راہ و ازآں خواہد شد

دوستی کیسی ہے بلبل تری گل سے جب وہ
آئے اِس راہ سے اُس رہ پہ رواں ہو جائے

زیں تطاول کہ کشید از غمِ ہجراں بلبل
تا سراپردۂ گل نعرہ زناں خواہد شد

نغمۂ گل آشنا ہے جب غنچۂ گل میں جا کر
بلبلِ زار نہ کیوں نعرہ زناں ہو جائے

اے دل ار عشرتِ امروز بفردا فگنی
مایۂ نقدِ بقا را کہ ضماں خواہد شد

چھوڑ دل! عشرتِ امروز کو فردا پہ نہ تو
کہ یہ مایہ نہ کہیں نذرِ زیاں ہو جائے

ماہِ شعباں منہ از دست قدح کایں خورشید
از نظر تا شبِ عیدِ رمضاں خواہد شد

چھوڑ شعباں میں نہ خورشیدِ قدح کو کہ کہیں
یہ نہاں تا شبِ عیدِ رمضاں ہو جائے

مطربا مجلسِ انس است غزل خوان و سرود
چند گوئی کہ چنیں است و چناں خواہد شد

مجلسِ انس ہے مطرب وہ سنا ایک غزل
دل میں اترے جو مرے عشرتِ جاں ہو جائے

گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن
مجلسِ وعظ دراز است و زماں خواہد شد

مجلسِ وعظ ہے لمبی تو خرابات میں چل
دورِ ساغر نہ کہیں ختم وہاں ہو جائے

حافظا از پئے تو آمد سوئے اقلیمِ وجود
قدمے نہ بوداعش کہ رواں خواہد شد

کرنے دیدار ترا دنیا میں آیا حافظ
مل تجھے دیکھے کہیں وہ نہ رواں ہو جائے

ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
وآنکہ ایں کار ندانست درآں کار بماند
جو رہا محرمِ دل، محرمِ دلدار رہا
دل بنا جس کا حرم، در حرمِ یار رہا

گر از پردہ بروں شد دلِ من عیب مکن
شکرِ ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند
شکرِ ایزد کہ ہوا مست، ہوں مستور نہیں
کہ جو عشق ہوا، در پردۂ پندار رہا

خرقہ پوشانِ دگر مست گذشتند و گذشت
قصۂ ماست کہ در ہر سرِ بازار بماند
گزرے عشاق بھی، چرچے بھی گئے اٹھ کر
قصہ میرا ہی فقط بر سرِ بازار رہا

داشتم دلقے و صد عیب مرا می پوشید
خرقہ رہنِ مے و مطرب شد و زنار بماند
گرو مطرب و مے کر دیا جب خرقے کو
گئی پوشاک تو پوشیدہ نہ زنار رہا

از صدائے سخنِ عشق ندیدم خوشتر
یادگارے کہ دریں گنبدِ دوار بماند
عشق کی داد سے فریاد نہ بہتر تھی کوئی
ورنہ ہر شور سے پُر گنبدِ دوار رہا

ہر مے لعل کز آں جامِ بلوریں ستدم
آبِ حسرت شد و در چشمِ گہربار بماند
بادۂ لعل جو تھا جامِ بلوریں میں مرے
آبِ حسرت ہوا، در چشمِ گہربار رہا

جز دلم کو ز ازل تا بہ ابد عاشق رفت
جاوداں کس نشنیدم کہ دریں کار بماند
تھا ازل سے مرا دل تیرا ابد تک عاشق
جاوداں ایک ہی تیرا خریدار رہا

گشت بیمار کہ چوں چشمِ تو گردد نرگس
شیوۂ او نشدش حاصل و بیمار بماند

نقل نرگس نے جو کی تیری تو اُس کا دیدہ
بن سکا کچھ سا نہ جب بن کے وہ بیمار رہا

صوفیاں واستدند از گرو مے ہمہ رخت
خرقہ ماست کہ در خانۂ خمار بماند

رہنِ مے سے تو چھڑا لائے ہیں خرقے صوفی
دلق اک میرا ہی در خانۂ خمار رہا

بر جمالِ تو چناں صورتِ چیں حیراں شد
کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند

دیکھ صورت تری حیراں ہوئی یوں صورتِ چیں
قصہ اُس کا ہمہ جا بر در و دیوار رہا

بتماشا گہِ زلفش دلِ حافظ روزے
شد کہ باز آید و جاوید گرفتار بماند

دلِ حافظ جو گیا جلوہ گہِ کاکل پر
ایسا گرویدہ ہوا بن کے گرفتار رہا

ہر آں کہ خاطرِ مجموع و یارِ نازنیں دارد
سعادت ہمدمِ او گشت و دولت ہمنشیں دارد

ہر اک جو خاطرِ مجموع و یارِ نازنیں رکھے
خوشی ہمدم بنائے، مال و دولت ہمنشیں رکھے

جنابِ عشق را درگہ بسے بالاتر از عقل است
کسے آں آستاں بوسد کہ جاں در آستیں دارد

جنابِ عشق کی درگہ خرد سے ہے کہیں بالا
جو اس کا آستاں چومے وہ جاں در آستیں رکھے

بخواری منگر اے منعم ضعیفان و فقیراں را
کہ صدرِ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں دارد

حقارت سے نہ دیکھو یوں ضعیفوں کو، گداؤں کو
کہ اعلیٰ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں رکھے

دہانِ تنگِ شیرینش مگر مہرِ سلیمان است
کہ نقشِ خاتمِ لعلش جہاں زیرِ نگیں دارد

دہانِ تنگِ شیریں ہے ترا، مہرِ سلیمانی
کہ نقشِ لعل گوں اُس کا جہاں زیرِ نگیں رکھے

چو بر روئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں
کہ دوراں ناتوانی ہا بسے زیرِ زمیں دارد

توانائی ہے جتنی بھی غنیمت جان تو اُس کو
کہ دوراں صد ہزاراں ناتواں زیرِ زمیں رکھے

بلاگردانِ جان و دل دعائے مستمنداں است
کہ بیند خیر از آں خرمن کہ ننگ از خوشہ چیں دارد

غریبوں کی دعا رکھے بلا سے دُور جان و دل
نہیں ہے خیر خرمن کی پرے جو خوشہ چیں رکھے

صبا از عشقِ من رمزے بگو با آں شہِ خوباں
کہ صد جمشید و کیخسرو غلامِ کمتریں دارد

بتا رمزِ محبت اے صبا اُس شاہِ خوباں کو
جو صد جمشید و کیخسرو غلامِ کمتریں رکھے

لبِ لعل و خطِ مشکیں چو آنش ہست و اینش نیز
بنازم دلبرِ خود را کہ حسنش آن و ایں دارد

لبِ لعل و موئے مشکیں وہ رکھے یہ بھی اور وہ بھی
ذرا دیکھو تو وہ دلبر کہ حسنِ آن و ایں رکھے

اگر گوید نمی خواہم چو حافظ بندۂ مفلس
بگوئیدش کہ سلطانی گدائے رہ نشیں دارد

کہے گر وہ، نہیں حافظ سا اچھا بندۂ مفلس
کہو اُس سے کہ سلطانی بہت وہ رہ نشیں رکھے

ہر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد
پائے ازیں دائرہ بیروں ننہد تا باشد

جو بھی با حلقۂ گیسو سرِ سودا رکھے
دام سے کیسے بچا کر دلِ شیدا رکھے

در قیامت کہ سر از خاکِ لحد برگیرم
داغِ سودائے توام سرِّ سویدا باشد

اُٹھ سکے گا نہ لحد سے وہ بروزِ محشر
داغِ دل جس کا نہ اسرارِ سویدا رکھے

ظلِّ ممدودِ خمِ زلفِ توام بر سر باد
کاندریں سایہ قرارِ دلِ شیدا باشد

ظلِّ ممدودِ خمِ زلف ہے سر پہ مرے
تاکہ یہ سایہ قرارِ دلِ شیدا رکھے

تو کہ اے دُرِّ گراں مایہ ہوا خواہی داشت
کز غمت دیدۂ مردم ہمہ دریا باشد

دیکھ اے دُرِّ گراں تھا یہ ترا غم کس طور
چشمِ عاشق سے رواں خون کا دریا رکھے

از بنِ ہر مژہ ام آب روان است بیا
اگرت میلِ لبِ جوی و تماشا باشد

دیکھنے کے لئے آجا کبھی پلکوں کی تڑپ
چشمِ قاتل جو تری ذوقِ تماشا رکھے

چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل آرے
سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد

ناز سے دیکھے نہ حافظ کو تری آنکھ کہ وہ
سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا رکھے

ہرگزم مہرِ تو از لوحِ دل و جاں نرود
ہرگز از یادِ من آں سروِ خراماں نرود

چھوڑ کے عشق ترا میرے دل و جاں نہ گیا
تری یادوں سے بھی سروِ خراماں نہ گیا

آں چناں مہرِ توام در دل و جاں جا گرفت
کہ گرم سر برود مہرِ تو از جاں نرود

عشق کچھ ایسے دل و جاں میں سمایا ہے مرے
سر اگر تن سے چھٹا، چھوڑ کے یہ جاں نہ گیا

از دماغِ منِ سرگشتہ خیالِ رخِ دوست
بجفائے فلک و غصۂ دوراں نرود

چھوڑ میرا دلِ سرگشتہ خیالِ جاناں!
بہ جفائے فلک و غصۂ دوراں نہ گیا

آنچہ از بارِ غمت در دلِ مسکینِ من است
برود دل ز من و از دلِ من آں نرود

تو بنا ایسا مکینِ دلِ غمگیں میرا
دل گیا مجھ سے مگر دل سے تو اے جاں نہ گیا

در ازل بست دلم با سرِ زلفت پیوند
تا ابد سر نکشد وز سرِ پیماں نرود

دل ازل میں مرا باندھا تمھاری زلف نے یوں
تا ابد یہ نہ چھٹا، توڑ کے پیماں نہ گیا

گر رود از پئے خوباں دلِ من معذور است
درد دارد چہ کند گر پئے درماں نرود

پئے خوباں جو گیا دل تو ملا درد، و لے
ہوا معذور کچھ ایسا پئے درماں نہ گیا

ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں
دل بخوباں ندہد وز پئے ایشاں نرود

چاہا جس نے نہ ہو حافظ کی طرح سرگرداں
نہ حسینوں کو دیا دل، پئے خوباں نہ گیا

هر که او یک سرِ مو پند مرا گوش کند
همچو من حلقهٔ گیسوے تو در گوش کند

گر نصیحت پہ مری اپنا کوئی گوش کرے
حلقۂ گیسوئے مشکیں کو وہ در گوش کرے

گر بہ چند دہنِ تنگِ تو معصوم ولے
بادہ بر یادِ لبت همچو شکر نوش کند

جا کے میخانے میں دیکھے دہنِ ساقی کو
مے پیے اور لبِ شیریں کی شکر نوش کرے

در چمن سوئے گل و نرگس و سوسن بگذر
نازبانِ همه را حسنِ تو خاموش کند

تو گل و نرگس و سوسن کی طرف جائے اگر
حسن تیرا ہر اک آواز کو خاموش کرے

زاں سبب پیچ و خم و تاب دہد گیسو را
تا که او قیدِ دلِ عاشقِ مدہوش کند

اس سبب پیچ و خم و تاب ملے کاکل کو
تا کہ وہ قیدِ دلِ عاشقِ مدہوش کرے

گرچہ صد عربده کند حافظِ مسکین ز فراق
چوں بہ چند رخِ تو جملہ فراموش کند

شکوے حافظ کو ہیں فرقت کے بہت پر تجھے
جب تری ایک جھلک سب وہ فراموش کرے

یاد باد آنکہ نہانت نظرے با ما بود	یاد ہے چھپ کے جو تو آنکھ لڑا جاتا تھا
رقمِ مہرِ تو بر چہرۂ ما پیدا بود	آئینہ تیری محبت کا مرا چہرہ تھا
یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت	یاد ہے جبکہ عتاب آنکھ میں ہوتا تھا تری
معجزِ عیسویت در لبِ شکّر خا بود	مہرباں اُتنا ہی ہوتا لبِ شکّر خا تھا
یاد باد آنکہ مہِ من چو کلہ بشکستے	یاد ہے جبکہ میرے ماہ نے کج کی تھی کلاہ
در رکابش مہِ نو پیکِ جہاں پیما بود	ہم رکاب اُس کا مہِ نوئے جہاں پیما تھا
یاد باد آنکہ رخت شمعِ طرب می افروخت	یاد ہے جبکہ تھی روشن تری شمعِ عارض
ویں دلِ سوختہ پروانۂ بے پروا بود	سوختہ دل مرا پروانۂ بے پروا تھا
یاد باد آنکہ چو یاقوتِ قدح خندہ زدے	یاد ہے جب ترا یاقوتِ قدح تھا خنداں
در میانِ من و لعلِ تو حکایتہا بود	کیا لبِ لعل کا سب دُنیا میں اک چرچا تھا
یاد باد آنکہ در آں بزمگہِ خلق و ادب	یاد ہے گرم تھی جب محفلِ اخلاق و ادب
آنکہ او خندۂ مستانہ زدے صہبا بود	عشرت و عیش سے خنداں دہنِ صہبا تھا
یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلسِ انس	یاد ہے محفلِ اُلفت تھی، صبوحی تھی جب
جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود	یار تھا، میں تھا، مرے ساتھ مرا مولا تھا
یاد باد آنکہ خرابات نشیں بودم و مست	یاد ہے مست و خرابات نشیں تھا جب میں
آنچہ در مجلسِ امروز کم است آنجا بود	گرم تھی بزمِ طرب، عیش وہاں کیسا تھا
یاد باد آنکہ باصلاحِ شما میشد راست	یاد ہے ٹھیک تھی جب آپ سے اصلاح اُسے
نظمِ ہر گوہرِ ناسفتہ کہ حافظ را بود	موتیوں کی تھی لڑی گفتہ جو حافظ کا تھا

یاری اندر کس نمی بینم یاراں را چہ شد
دوستی گو آخر آمد دوستداراں را چہ شد

یار کی یاری ہوئی کیا اور یاراں کیا ہوئے
دوستی کا کیا بنا اور دوستداراں کیا ہوئے

آبِ حیواں تیرہ گوں شد خضرِ فرخ پا کجاست
خوں چکید از شاخِ گل بادِ بہاراں را چہ شد

آبِ حیواں کیوں ہے گدلا خضرِ فرخ کیا ہوا
پھول کیوں مرجھا گئے، عیشِ بہاراں کیا ہوئے

صد ہزاراں گل شگفت و بانگِ مرغی بر نخاست
عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد

صد ہزاراں گل کھلے ہیں، ہے مگر سنساں چمن
عندلیبوں پر بنی کیا اور ہزاراں کیا ہوئے

لعلے از کانِ مروت بر نیامد سالہاست
تابشِ خورشید و سعیِ باد و باراں را چہ شد

لعل و گوہر ہیں کدھر، الماس تاباں ہیں کہاں
تابشِ مہرِ منور، باد و باراں کیا ہوئے

زہرہ سازِ خوش نمی گیرد مگر عودش بسوخت
کس ندارد ذوقِ مستی میگساراں را چہ شد

نغمۂ زہرہ کہاں ہے ساز کیوں خاموش ہے
شوقِ مستی کا بنا کیا، میگساراں کیا ہوئے

کس نمی گوید کہ یارے داشت حقِ دوستی
حق شناساں را چہ حال افتاد و یاراں را چہ شد

کون کرتا ہے ادا دنیا میں حقِ دوستی
حق شناسوں کا ہوا کیا اور یاراں کیا ہوئے

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند
کس بہ میداں رو نمی آرد سواراں را چہ شد

گیند تو میداں میں ہے چوگانِ بازی کیا ہوئی
تیز گھوڑے تو بہت ہیں شہسواراں کیا ہوئے

حافظا اسرارِ الٰہی کس نمی داند خموش
از کہ می پرسی کہ دورِ روزگاراں را چہ شد

حق شناسی جانتا حافظ نہیں ہے اب کوئی
جانتے تھے لوگ جو اسرار دوراں کیا ہوئے

یاد باد آنکہ سرِ کوئے توام منزل بود
دیدہ را روشنی از خاکِ درت حاصل بود

یاد ہے جبکہ ترا کوچہ مری منزل تھا
سرمۂ خاکِ درِ پاک مجھے حاصل تھا

راست چوں سوسن و گل از اثرِ صحبتِ پاک
بر زباں بود مرا آنچہ ترا در دل بود

سوسن و گل کی طرح پاک تھا اپنا رشتہ
تھا زباں پہ مری جو تیرے درونِ دل تھا

دل چو از پیرِ خرد نقدِ معانی میجست
عشق میگفت بشرح آنکہ برو مشکل بود

ڈھونڈتا پیرِ خرد نقدِ معانی تھا مگر
کرتا حل عشق تھا، ہر مسئلہ جو مشکل تھا

آہ ازیں جور و تظلم کہ دریں دامگہ است
وائے زاں عیش و تنعم کہ در آں منزل بود

آہ وہ جور و ستم جو شبِ ہجراں میں تھے
واہ وہ عیش جو موجود سرِ منزل تھا

در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
چہ تواں گفت کہ سعیِ من و دل باطل بود

کہتا پھرتا تھا کہ بے دوست رہوں گا نہ کبھی
کتنا بے عقل تھا، ناداں یہ کیسا دل تھا

دوش بر یادِ حریفاں بخرابات شدم
خمِ مے دیدم و خوں در دل و پا در گل بود

یاد ہے نوشاں سے کل رات اداسی تھی بہت
خم لہو سے تھا بھرا، جام میں خونِ دل تھا

بس بگشتم کہ بپرسم سببِ دردِ فراق
مفتیِ عقل دریں مسئلہ لایعقل بود

پوچھا اُن سے تھا کبھی گر غمِ ہجراں کا سبب
مفتی خاموش تھا، حیران بہت عاقل تھا

راستی خاتمِ فیروزۂ بو اسحاقی
خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود

وہ جو خاتم میں تھا فیروزۂ بو اسحاقی
تھا درخشاں تو مگر جوہرِ ناقابل تھا

دیدی آں قہقہۂ کبکِ خراماں حافظ
کہ ز سرپنجۂ شاہینِ قضا غافل بود

یاد ہے قہقہۂ کبکِ خراماں حافظ
وہ جو از پنجۂ شاہینِ قضا غافل تھا

یاد باد آنکہ زما وقتِ سفر یاد نکرد
بوداعے دلِ غمدیدۂ ما شاد نکرد

وہ کرے وقتِ سفر ہم کو ذرا یاد نہیں
دلِ غمدیدہ کی سنتا کوئی فریاد نہیں

آں جواں سرو کہ میزد رقمِ خیر و قبول
بندۂ پیر ندانم زچہ آزاد نکرد

وہ جواں سال کرے ہے جو زمانے پہ کرم
بندۂ پیر کو کیوں کرتا پھر آزاد نہیں

دل بامیدِ صدائے کہ مگر در تو رسد
نالہا کرد دریں کوہ کہ فرہاد نکرد

غمِ فرقت میں تری اے مرے یارِ شیریں
نالہ مجھ جیسا کرے کوئی بھی فرہاد نہیں

ہر شبے جامہ بخوناب بشویم کہ فلک
رہنمونیم بپائے علمِ داد نکرد

رات بھر خون کے آنسو تو بہاتا ہوں بہت
سنتا بے رحم فلک پر مری فریاد نہیں

سایہ تا باز گرفتی زچمن مرغِ سحر
آشیاں در شکنِ طرۂ شمشاد نکرد

نہ ملا گر ترا سایہ تو کیا بلبل نے
آشیاں در شکنِ گیسوئے شمشاد نہیں

کلکِ مشاطۂ صنعش نکشد نقشِ مراد
ہر کہ اقرار بدیں حسنِ خداداد نکرد

دے نہ مشاطۂ تقدیر اسے نقشِ امل
جس کا دل معترفِ حسنِ خداداد نہیں

مطربا پردہ بگردان و بزن راہِ عراق
کہ ازیں راہ بشد یار و زما یاد نکرد

آج کچھ ایسا سنا نغمہ مجھے اے مطرب
بھول جاؤں اسے کرتا جو مجھے یاد نہیں

از غزلہائے عراقیست سرودِ حافظ
کہ شنید ایں رہِ دل سوز کہ فریاد نکرد

ایسی دل سوز ہیں غزلیں تری حافظ کہ نہیں
ہے کوئی یاں جو سنے اور کرے فریاد نہیں

اے ذوقِ شہدِ لعلِ تو در کامِ من لذیذ
حلوائے قند گشتہ مرا در دہن لذیذ

وہ شہدِ لب کرے ہے میرا یوں دہن لذیذ
بھوکے کے منہ میں جیسے ہو قندِ لبن لذیذ

دندانِ یار در دہنِ تنگ خوش نمود
در کامِ حقّہ دانۂ دُرِّ عدن لذیذ

دندانِ یار تنگ دہن میں ہیں اس طرح
جیسے صدف کے منہ میں ہو دُرِّ عدن لذیذ

شہد و شکر ہر آنچہ بہ بازارِ عالم است
شیریں از دوست تر دہنم ایں سخن لذیذ

دُنیا جہاں کے شہد و شکر سے ہے بیش تر
شیریں لبوں کا "میرے لئے ہر سخن لذیذ

حظّے رسد بعنبرِ زلفت دماغ را
باشد بمغز نفحۂ مشکِ ختن لذیذ

ہے تیری زلفِ عنبریں میرے دماغ کو
جیسے ہو مغز کے لئے مشکِ ختن لذیذ

مارا بباغِ دیدہ ز اشکِ سفید و سرخ
حظّے ست چوں بباغ گل و یاسمن لذیذ

سُرخ و سفید ہجر میں آنسو ہیں آنکھ کو
جس طرح باغ کو ہوں گلاب و سمن لذیذ

گر خلق را بکام بود لذتے از بہی
بیمارِ عشق را شدہ سیبِ ذقن لذیذ

لوگوں کے منہ میں جس طرح ہو لذّتِ بہی
بیمارِ عشق کو ہوا سیبِ ذقن لذیذ

عشقِ رخت بخاطرِ حافظ ز جملہ بہ
در مغزِ بلبل از ہمہ بوئے چمن لذیذ

نکہت ہے زلف کی تری حافظ کو جس طرح
ہو مغزِ عندلیب کو بوئے چمن لذیذ

ای گفتگوئے لعلِ تو در کامِ جاں لذیذ
ذکرِ لبت چو طعمِ شکر در دہاں لذیذ

غنچہ دہن کی گفتگو اندر دہاں لذیذ
شیریں لبوں کا ذکر ترا بر زباں لذیذ

دندانِ تست قطرۂ شیر و شکر لبت
در کامِ ماست شیر و شکر بہر آں لذیذ

دنداں ہیں قطرے شیر کے لب ہیں ترے شکر
شیر و شکر ہیں اس لئے اندر دہاں لذیذ

خونِ دل و کبابِ جگر ہر دو بہر ست
باشد بہم کباب و مے ارغواں لذیذ

خونِ دل و کبابِ جگر عشق میں ملے
سو ہیں بہم کباب و مے ارغواں لذیذ

گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف
کردم بیانِ وصفِ لبت شد بیاں لذیذ

ہے تیرے لطف ذکر سے میرا سخن لطیف
ہوتا بیانِ لب سے ہے میرا بیاں لذیذ

دل ناوکِ تو خواست کہ باشد جائے را
نسبت بہ طعمہائے دگر استخواں لذیذ

دل کے لئے ہے میرے ترا ناوکِ نظر
جیسے ہُما کے واسطے ہو استخواں لذیذ

اُو را ز بسکہ چاشنیِ حسن دلبری ست
پیوستہ حرفِ او گذرد بر زباں لذیذ

ہو جس کے پاس چاشنیِ حسن دلبری
اس کا بیان پھر نہ ہو کیوں بر زباں لذیذ

حافظ بسے ز شیرۂ جاں پخت حلوۂ
در آرزوئے آں لبِ نامد چناں لذیذ

حلوا بنایا جان کے شیرے سے تو نے گر
حافظ ہوئی نہ پھر بھی اُسے تیری جاں لذیذ

الا اے طوطئ گویائے اسرار — سدا اے طوطئ گویائے اسرار
مبادا از شکر خالیت منقار — رہے میٹھی شکر سے تیری منقار

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید — خدا تیرا چمن شاداب رکھے
کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار — کہ تیری داستاں میں ہے خطِ یار

سخن سربستہ گفتی با حریفاں — سخن سربستہ کہہ کر عاقلوں سے
خدارا زیں معما پردہ بردار — بنایا تو نے ان کو نقشِ دیوار

بروئے ما زن از ساغر گلابے — چھڑک منہ پر مرے بادہ گلابی
کہ خواب آلودہ ایم اے بختِ بیدار — کہ خواب آلود ہوں میں بختِ بیدار

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب — ہے کیسا پُر فسوں نغمہ یہ مطرب
کہ می رقصند باہم مست و ہشیار — کہ باہم رقص میں ہیں مست و ہشیار

ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند — ملایا کیا ہے ساقی مے میں تو نے
حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار — کہ قائم سر ہیں یاروں کے نہ دستار

خرد ہر چند نقدِ کائنات است — دو عالم کی ہے دولت عقل لیکن
چہ سنجد پیشِ عشقِ کیمیا کار — نہیں کچھ پیشِ عشقِ کیمیا کار

سکندر را نمی بخشند آبے — نہ اسکندر نے پایا آبِ حیواں
بہ زور و زر میسر نیست ایں کار — کہ زور و زر ہیں سب شاہوں کے بیکار

بیا و حالِ اہلِ درد بشنو	سن اے بے درد حالِ دردِ عاشق
بہ لفظِ اندک و معنیٔ بسیار	بہ لفظِ اندک و معنیٔ بسیار
بہ مستوراں مگو اسرارِ مستی	نہ شیشوں سے کہو اسرارِ مستی
حدیثِ جاں مپرس از نقشِ دیوار	کہ بن جائیں گے یہ سب نقشِ دیوار
بتِ چینی عدوِ دین و دل ہاست	بتِ چینی عدوِ دین و دل ہے
خداوندا دل و دینم نگہدار	دل و دیں کا خدایا ہو نگہدار
خداوندی بجائے بندگاں کرد	خداوندی کرے وہ بندگاں سے
خداوندا از آفاتش نگہدار	خداوندا تو اُس کا ہو نگہدار
بہ یمنِ دولتِ منصور شاہی	بہ فیضِ دولتِ منصور شاہی
علم شد حافظ اندر نظمِ اشعار	ہوئے حافظ کے ہیں مشہور اشعار

ای خرم از فروغِ رخت لالہ زارِ عمر
باز آ کہ ریخت بے گلِ رویت بہارِ عمر

خرم تھا نورِ رخ سے ترے لالہ زارِ عمر
آجا کہ تجھ بغیر ہے ویراں بہارِ عمر

از دیدہ گر سرشک چو باراں دود رواست
کاندر غمت چو برق بشد روزگارِ عمر

بارانِ اشکِ غم سے ترے کیوں نہ ہو کہ جب
ہے مثلِ برق زود گزر روزگارِ عمر

بے عمر زندہ ام من و ایں بس عجب مدار
روزِ فراق را کہ نہد در شمارِ عمر

بے عمر میں ہوں زندہ تو کوئی عجب نہیں
آتے نہیں فراق کے دن در شمارِ عمر

اندیشہ از محیطِ فنا نیست ہر کرا
بر نقطۂ دہانِ تو باشد مدارِ عمر

ڈرتا نہیں ہے سیلِ محیطِ فنا سے وہ
اُس نقطۂ دہن پہ ہو جس کا مدارِ عمر

در ہر طرف ز خیلِ حوادث کمیں گہ است
زاں رو عناں گسستہ دواند سوارِ عمر

ہوں ہر طرف سے خیلِ حوادث کمیں میں جب
بے باگ کیوں نہ بھاگے وہاں سے سوارِ عمر

ایں یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن است
دریاب کارِ دل کہ نہ پیداست کارِ عمر

حاصل نہ ہو جو دولتِ دیدار یک نفس
کس طور سے بتا کہ چلے کاروبارِ عمر

تا کے مے صبوح و شکر خوابِ صبح دم
بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبارِ عمر

کب تک مئے صبوح و شکر خوابِ صبح دم
بیدار ہو کہ کوئی نہیں اعتبارِ عمر

دی در گذار بود و نظر سوئے ما نکرد
بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذارِ عمر

آجا ادھر بھی اور مری راہ سے گزر
سونی ترے بغیر پڑی ہے گزارِ عمر

حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہاں
ایں نقش ماند از قلمت یادگارِ عمر

حافظ سخن ترا ورقِ دہر پہ ہے نقش
ہر نقش کلک کا ہے ترے، روزگارِ عمر

اے صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار
ببر اندوہِ دل و مژدۂ دلدار بیار

نکہت اے بادِ صبا خاکِ درِ یار سے لا
مژدۂ دل کشا اک کوچۂ دلدار سے لا

نکتۂ روح فزا از دہنِ یار بگوئے
نامۂ خوش خبر از عالمِ اسرار بیار

دہنِ یار کا اک نکتۂ روح افزا دے
نامۂ خوشخبری عالمِ اسرار سے لا

تا معطر کنم از لطفِ نسیمِ تو مشام
شمۂ از نفحاتِ نفسِ یار بیار

تاکہ ہو اس سے معطر اے صبا مغز میرا
خاک کو کرکے معنبر نفسِ یار سے لا

بوفائے تو کہ خاکِ رہِ آں یارِ عزیز
بے غبارے کہ پدید آید از اغیار بیار

ساتھ جب لائے غبارِ درِ جاناں اپنے
تو بچا کے اسے خاکِ رہِ اغیار سے لا

روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید
ساقیا آں قدحِ آئنہ کردار بیار

جلوۂ یار سے محروم ہوں کب سے ساقی
ہو درخشاں جو قدح عکسِ رخِ یار سے لا

گردے از رہگذرِ دوست بکوریِ رقیب
بہرِ آسایشِ ایں دیدۂ خونبار بیار

اے صبا خاکِ رہِ یار بہ کوریِ عدو
تو لگانے کو مرے دیدۂ خونبار سے لا

شکر آں را کہ تو در عشرتی اے مرغِ چمن
باسیرانِ قفس مژدۂ گلزار بیار

اپنی آزادی کے شکرانے میں اے مرغِ چمن
بہ اسیرانِ قفس مژدہ تو گلزار سے لا

کام جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بے دوست
عشوۂ زاں لبِ شیریں شکر بار بیار

کام جاں تلخ کیا فرقتِ جاناں نے مرا
عشوہ اک اس لبِ شیریں شکر بار سے لا

دلِ دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز
حلقۂ از خمِ آں طرۂ طرار بیار

آتا قابو میں نہیں دل مرا زنجیروں کے
حلقہ اب اس کے لیے طرۂ طرار سے لا

خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازاں نیست
خبرے از برِ آں دلبرِ عیار بیار

خامی و سادہ دلی شیوہ دلیروں کا نہیں
آگہی اُن کے لئے دلبرِ عیار سے لا

دلق حافظ بچہ ارزد بمیش رنگیں کن
وانگہش مست و خراب از سرِ بازار بیار

رنگ دے خرقۂ حافظ کو مئے احمر سے
مست کر کے اُسے پھر حسن کے بازار سے لا

اے بر امیدِ وصلِ تو موقوف کارِ عمر
عمرِ منی کہ پیر شوی در کنارِ عمر

امیدِ وصل پر ہے جو موقوف کارِ عمر
لمبی ہو عمر، پیر ہو تو در کنارِ عمر

عمرِ عزیز ہمدمِ من باش یک دمے
تا خوش شود بدولتِ وصلِ تو کارِ عمر

جانِ عزیز مجھ کو ابھی چھوڑ کے نہ جا
شاید وہ آئے پوچھنے لائے بہارِ عمر

دانند عاشقاں کہ نیاید بہیچ کار
عمرے کہ بے تو میگذرد در شمارِ عمر

وہ عمر جو گزرتی ہے معشوق کے بدوں
لیتے ہیں عاشقاں نہ اُسے در شمارِ عمر

عمرِ منی اگرچہ کہ عمرست بے وفا
بادا ہزار جانِ گرامی نثارِ عمر

تو عمر ہے مری تو مری جاں ہزار بار
کیوں کر کروں نہ جانِ گرامی نثارِ عمر

زانساں کہ عمر میگذرد در فراقِ تو
از جانِ خود ملول شدم در گذارِ عمر

جب سے گزر رہی ہے مری عمر ہجر میں
بیزار جان سے ہوں میں اندر گزارِ عمر

چوں بر مدارِ عمر دمے اختیار نیست
حافظ چہ اعتماد کند بر مدارِ عمر

جب بر مدارِ عمر نہیں اختیار کچھ
حافظ تو اعتماد نہ کر بر مدارِ عمر

بعد ازیں ہرگز نہ بیند ہیچ میخوارے دگر — گر نہیں دنیا میں کوئی تجھ سا خمارِ دگر
ہمچو من میخوارہ و مثلِ تو خمارے دگر — ملنا بھی آساں نہیں مجھ سا بھی میخوارِ دگر

ساقیے داریم ما چندانکہ ما از دست وے — ساقی ایسا ہو کہ شب بھر دستِ نازک سے ہمیں
میخوریم و باز میگوئیم یکبارے دگر — مے پلائے دم بدم اور ہم کہیں "بارِ دگر"

خرقۂ پشمینہ بفروشیم و بفروشیم زہد — اُون کی خرقہ بیچ کر بیٹھے ہیں میخانے میں ہم
در سرِ گیسوئے او پوشیم زنارے دگر — اور بناتے زلفِ ساقی سے ہیں زنارِ دگر

ہر کہ عاشق گشت میگوید بخونِ دل خورد — گو نہیں معلوم ہے عاشق پیے ہے خونِ دل
پس نمی دانیم ما جز عاشقی کارے دگر — جانتے جز عاشقی کچھ ہم نہیں کارِ دگر

حرمتِ دستارِ حافظ را بدار اے میفروش — حرمتِ دستارِ حافظ کا لحاظ اے مے فروش!
کو جز ایں کہنہ ندارد ہیچ دستارے دگر — پاس اب اس کے نہیں ہے کوئی دستارِ دگر

دیگر ز شاخ سروِ سہی بلبلِ صبور
گلبانگ زد کہ چشمِ بد از روئے گل بدور

گلبانگ شاخِ سرو سے دے بلبلِ صبور
تا کہ بری نگاہ رہے روئے گل سے دُور

اے گُل بشکر آنکہ شگفتی بکامِ دل
با بلبلانِ بیدلِ شیدا مکن غرور

اے گُل کھلا ہے گر ترا چہرہ ہے شاد دل
با بلبلانِ بیدلِ شیدا نہ کر غرور

زاہد اگر بحور و قصور است امیدوار
مارا شراب خانہ قصور است و یار حور

زاہد امیدوار ہے حور و قصور کا
ہیں میکدے قصور ہمیں اور یار حور

از دستِ غیبتِ تو شکایت نمی کنم
تا نیست غیبتے نبود لذتے حضور

اے دل نہ کر شکایتِ فرقت تو اس قدر
دردِ فراق ہی سے تو ہے لذتِ حضور

گر دیگراں بعیش و طرب خرم اند و شاد
مارا غمِ نگار بود مایۂ سرور

ہیں مجلسِ طرب میں اگر شادمان غیر
ہم کو غمِ نگار میں ہے مایۂ سرور

مے خور ببانگِ چنگ و مخور غصہ ور کسے
گوید ترا کہ بادہ مخور گو ہوالغفور

پی مے ببانگِ چنگ نہ کر فکر و غم ذرا
کوئی کہے شراب نہ پی کہہ ہوالغفور

حافظ شکایت از غمِ ہجراں چہ می کنی
در ہجر وصل باشد و در ظلمت است نور

حافظ شکایتِ غمِ ہجراں نہ کیجیے
پنہاں ہے وصل ہجر میں اور تیرگی میں نور

روئے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر	ایک دن جلوہ گری گر مرا شہزاد کرے
خرمنِ سوختگاں را ہمہ گو باد ببر	خرمنِ سوختگاں ایسا جلے، یاد کرے
ما کہ دادیم دل و دیدہ بہ طوفانِ بلا	دیدیا جبکہ دل و دیدہ بہ طوفانِ بلا
گو بیا سیلِ غم و خانہ ز بنیاد ببر	سیلِ غم کیوں نہ تہ بھر مری بنیاد کرے
سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش	سینہ ایسا کہ جو آتش کدۂ پارس ہو
دیدہ گو آبِ رخِ دجلۂ بغداد ببر	آنکھ وہ مات کہ جو دجلۂ بغداد کرے
سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی	مکتبِ عشق میں پڑھ لکھنا کچھ آساں نہیں
مُزد اگر می طلبی طاعتِ استاد ببر	کامراں وہ ہے کہ جو طاعتِ استاد کرے
دوش میگفت بمژگانِ درازت بکشم	لمبی پلکوں سے کیا قتل کا قصد اس نے مگر
یارب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر	کاش ظالم نہ کوئی حیلۂ بیداد کرے
روزِ مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ	موت کا وقت ہے آ پاس کہ دیدار ترا
وانگہم تا بہ لحد فارغ و آزاد ببر	روح کو تن سے مرے فارغ و آزاد کرے
دولتِ پیرِ مغاں باد کہ باقی سہل ست	عمر لمبی ہو تری خوش رہے تو پیرِ مغاں
دیگرے گو برو و نامِ من از یاد ببر	اور خدا تیرے خرابات کو آباد کرے

بعد ازیں چہرۂ زرد من و خاکِ درِ دوست
بادہ پیش آر و بیک جا غم از یاد ببر

خاکِ در دل کے چھپاتا ہوں میں زردی منہ کی
ایسی دے مے جو غمِ عشق سے آزاد کرے

زلف چوں عنبرِ خامش کہ ببوید ہیہات
ایدلِ خام طمع ایں سخن از یاد ببر

عنبرِ خام سی زلفوں کی جو بو تک نہ ملی
اے دلِ خام طمع اُن کو تو کیوں یاد کرے

حافظ اندیشہ کن از نازکیِ خاطرِ یار
برو از درگہش ایں نالہ و فریاد ببر

جانے حافظ تو ہے جب نازکیِ خاطر کو
اُس کی درگاہ میں کیوں نالہ و فریاد کرے

ساقیا مایۂ شباب بیار | ساقیا مایۂ شباب تو لا
یک دو ساغر شرابِ ناب بیار | یک دو ساغر شرابِ ناب تو لا

داروئے دردِ عشق یعنی مے | داروئے دردِ عشق، یعنی مے
کوست درمانِ شیخ و شاب بیار | جو ہے درمانِ شیخ و شاب تو لا

آفتاب ست و ماہ بادہ و جام | جام ہے ماہ، آفتاب ہے مے
درمیانِ مہ آفتاب بیار | چاند کے بیچ آفتاب تو لا

غمِ دوراں مخور کہ رفت و رفت | غمِ دوراں نہ جائے تو نہ سہی
نغمۂ بربط و رباب بیار | نغمۂ بربط و رباب تو لا

می کند عقل سرکشی تمام | عقلِ سرکش کو باندھنے کے لیے
گردنش را ز مے طناب بیار | مے میں بھیگی ہوئی طناب تو لا

بزن ایں آتشِ مرا آبے | آتشِ عشق پر چھڑک پانی
یعنی آں آتشِ چو آب بیار | یعنی آتش بشکلِ آب تو لا

گل اگر رفت گو بہ شادی رو | گل چمن سے گئے تو کیا ساقی!
بادۂ ناب چوں گلاب بیار | رنگِ گل کی طرح شراب تو لا

غلغلِ قمری ار نماند رواست | غُلغُلِ قمریاں نہیں، نہ سہی
قلقلِ شیشۂ شراب بیار | قُلقُلِ شیشۂ شراب تو لا

یا صواب است یا خطا خوردن — بادہ جائز ہو یا کہ ناجائز
گر خطا است و گر صواب بیار — کوئی عنواں سہی، شراب تو لا

وصل او جز بخواب نتواں دید — شرط دیدارِ یار، خواب سہی
داروئے کوست اصل خواب بیار — ایک دارو برائے خواب تو لا

گرچہ مستم سہ چار جامِ دگر — گرچہ ہوں مست، یک دو جامِ دگر
تا بکلی شوم خراب بیار — جو کریں سربسر خراب، تو لا

یک دو رطلِ گراں بہ حافظ دہ — یک دو رطلِ گراں دے حافظ کو
گر گناہ است و گر ثواب بیار — یہ گنہ بخش یہ ثواب تو لا

سروِ بالابلندِ خوش رفتار
دلبرِ نازنینِ خوش گفتار

سرو بالابلندِ خوش رفتار
دلبرِ نازنیں خوش گفتار

دلِ ما بردۂ بہ عیاری
از برائے خدا نگاہش دار

لے گیا دل جو تو بہ عیاری
ہیں خدارا اب اِس کا ذمّہ دار

زلفِ سنبل اگر برافشانی
نبود مشک را دگر مقدار

زلفِ سنبل جو کھول دے اپنی
نہ رہے مشک کی کوئی مقدار

بیوفائی مکن دگر پیشہ
بوفا کوش اے بتِ عیار

بے وفائی کو پھر نہ کر پیشہ
کر وفا اختیار اے عیار!

گاہ گاہے بہ بوسہ ام بنواز
تا بگردی ز عمر برخوردار

گاہے گاہے جو دے مجھے بوسہ
خوب پھولے پھلے تو برخوردار

تا بدیدم دو چشمِ جادویت
در دلِ من نماند صبر و قرار

جادو آنکھوں کا جب سے دیکھا ہے
رہے دل میں مرے نہ صبر و قرار

حافظِ دردمند حیران ست
بندۂ تست بے زر و مقدار

حافظِ دردمند حیراں ہے
تیرا بندہ ہے بے زر و مقدار

صبا ز منزلِ جاناں گذر دریغ مدار
وزو بعاشقِ مسکیں خبر دریغ مدار

صبا بہ منزلِ جاناں گزر دریغ نہ کر
دے ہم کو لا کے کچھ اُس کی خبر دریغ نہ کر

بشکرِ آنکہ شگفتی بکامِ دل اے گُل
نسیمِ وصل ز مرغِ سحر دریغ مدار

صبا نے چھیڑ کے اے گُل کھلا دیا جو تجھے
دے بوئے وصل بہ مرغِ سحر دریغ نہ کر

مرادِ ما ہمہ موقوفِ یک کرشمۂ تست
ز دوستانِ قدیم ایں قدر دریغ مدار

مراد اُس کی ہے موقوف اک ادا پہ تری
قدیم یار ہے تو اس قدر دریغ نہ کر

جہان و ہرچہ درو ہست سہل و مختصر ست
ز اہلِ معرفت ایں مختصر دریغ مدار

قلیل و عارضی ہر شے جب اس جہان میں ہے
وہاں بھی ہے اگر مختصر دریغ نہ کر

مکارمِ تو بآفاق می برد شاعر
ازو وظیفہ و زادِ سفر دریغ مدار

جہاں میں گُن ترے گاتا پھرے ہے جو شاعر
عطا اُسے بھی ہو زادِ سفر دریغ نہ کر

چو ذکرِ خیر طلب میکنی سخن ایں ست
کہ در بہائے سخن سیم و زر دریغ مدار

اگر ہے تجھ کو طلب ذکرِ خیر کی تو میاں!
بہائے شعر میں تُو سیم و زر دریغ نہ کر

کنوں کہ چشمۂ نوش ست لعلِ شیرینت
سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار

جو شہد چشمہ ترے سُرخ ہونٹ ہیں تو پھر
چکھا دے ہم کو بھی تھوڑی شکر دریغ نہ کر

مسافراں کہ بہ جنت کنند سیرِ بسیط
برائے مقدمِ ایشاں سفر دریغ مدار

کریں ہیں سیر تفکر میں جو زمانے کی
کر اُن کے ساتھ بھی تھوڑا سفر دریغ نہ کر

حریفِ بزم تو بودم چو ماہِ نو بودی
کنوں کہ ماہِ تمامی نظر دریغ مدار

شریکِ بزم تھا میں جبکہ ماہِ نو تھا تو
مہِ تمام! توجہِ نظر، دریغ نہ کر

غبارِ غم برود حال بہ شود حافظ
تو آبِ دیدہ ازیں رہگذر دریغ مدار

دبانا چاہئے غبارِ الم اگر حافظ
تو آبِ دیدہ سے کر رہگذر، دریغ نہ کر

عید ست و موسمِ گل و یاراں در انتظار
ساقی بروئے شاہ ببیں ماہ و مے بیار

ہے وقتِ عید، موسمِ گل، مہ جبین یار
لا بادہ ساقیا، نہ دکھا اتنا انتظار

دل بر گرفتہ بودم از ایّامِ گل و لے
کارے بکرد ہمّتِ پاکانِ روزگار

توبہ تو کی تھی ہم نے مگر دل بہار میں
سنتا ہے کب نصیحتِ پاکانِ روزگار

جز نقدِ جاں بدست ندارم شراب کو
کاں نیز بر کرشمۂ ساقی کنم نثار

جز نقدِ جاں بچا ہی نہیں اپنے پاس کچھ
وہ بھی ادائے ساقی پہ کرتے ہیں ہم نثار

خوش دولتے ست خرّم و خوش خسروِ کریم
یارب ز چشمِ زخمِ زمانش نگاہ دار

ہے خوش نصیب خرّم و خوش خسروِ زماں
اُس کو نگاہِ بد سے بچا لے نگاہ دار!

مے خور بشعرِ بندہ کہ زیبے دگر دہد
جامِ مرصّع تو بدیں دُرِّ شاہوار

مے پی بہ شعرِ بندہ کہ رونق ہو بزم میں
جامِ نگینِ شاعری ہو دُرِّ شاہوار

دل در جہاں مبند و ز مستی سوال کن
از فیضِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار

دل کو لگا نہ دہر سے اور پوچھ مست سے
تغیرِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار

اے دل جنابِ عشق بلند ست ہمّتے
نیکو شنو حدیث و تو ایں قصہ گوش دار

بالا جنابِ عشق تو ہے، یاد رکھ کہ واں
ہمت جو ہارتے نہیں، ہوتے ہیں کامگار

ترسم کہ روزِ حشر عناں بر عناں رود
تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب خوار

محشر کے روز ہوں گے برابر حساب میں
تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب خوار

حافظ چو رفت روزہ و گل نیز میرود
ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار

عید آئی اور چلی گئی حافظ، چلا گیا
شورِ شراب خانہ و ہنگامۂ بہار

گر بود عمر بمیخانہ روم بارِ دگر
بجز از خدمتِ رنداں نکنم کارِ دگر

زندگی ہو تو بہ میخانہ چلیں بارِ دگر
اور بجز خدمتِ رنداں نہ کریں کارِ دگر

خرم آں روز کہ با دیدۂ گریاں بروم
تا زنم آب درِ میکدہ یکبارِ دگر

خوش نصیبی ہو اگر دیدۂ خونبار سے ہم
خون چھڑکیں درِ میخانہ پہ یکبارِ دگر

معرفت نیست دریں قوم خدایا مددے
تا برم گوہرِ خود را بہ خریدارِ دگر

جبکہ اس قوم کو پہچان نہیں گوہر کی
کیوں نہ لے جائیں اسے ہم بہ خریدارِ دگر

عافیت می‌طلبد خاطرم ار بگذارند
غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرارِ دگر

تجھ سا ملتا نہیں اے یار کوئی دنیا میں
غمزۂ شوخ دگر، طرۂ طرارِ دگر

گر مساعد شودم دائرۂ چرخ کبود
ہم بچرخ آورمش باز بہ پرکارِ دگر

ہو مددگار ذرا دائرۂ چرخ اگر
لائیں ہم گھیر کے وہ یار بہ پرکارِ دگر

رازِ سربستۂ ما بیں کہ بدستاں گفتند
ہر زماں با دف و نے بر سرِ بازارِ دگر

رازِ الفت جو کھلا، با دف و نے دل بھر کے
رسوا لوگوں نے کیا بر سرِ بازارِ دگر

یار اگر رفت و حقِ صحبتِ دیریں نشناخت
حاش للہ کہ روم من ز پےِ یارِ دگر

وہ وفادار نہیں مونس و غمخوار نہیں
ہے نہ دنیا میں مگر اس سا کوئی یارِ دگر

ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت
کندم قصدِ دلِ زار بآزارِ دگر

غم سے معمور ہے دل گردشِ دوراں لیکن
درپئے ہر دم ہے نئے ڈھونڈ کے آزارِ دگر

باز گویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیارِ دگر

اک نہیں تو ہی جسے ہے غمِ الفت حافظ
یہ وہ دریا ہے جہاں غرق ہیں بسیارِ دگر

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
ہر آنچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر

جوان لوگو! سنو میرا قصۂ دل گیر
ہے ناؤ نوش تمہیں گر، سنو نصیحتِ پیر

ز وصلِ روئے جواناں تمتعے بردار
کہ در کمینگہِ عمر است مکرِ عالمِ پیر

جہانِ شوق و تمنا میں ہیں فریب بہت
کمین گاہِ ہوس میں ہے مکرِ عالمِ پیر

نعیمِ ہر دو جہاں پیشِ عاشقاں بجوے
کہ ایں متاعِ قلیل است و آں بہائے حقیر

نعیمِ ہر دو جہاں پیشِ عاشقاں یک جَو
ہے یہ متاعِ قلیل اور وہ بہائے حقیر

معاشرے خوش و رودے بساز میخواہم
کہ درد خویش بگویم بنالۂ بم و زیر

ہو چارہ ساز اگر یار، سوز و ساز سے میں
سناؤں درد کا قصہ بنالۂ بم و زیر

بر آں سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم
اگر موافقِ تدبیرِ من شود تقدیر

شراب سے کروں توبہ، گنہ سے منہ موڑوں
اگر موافقِ تدبیر ہو مری تقدیر

دلِ رمیدۂ ما را کہ پیش می گیرد
خبر دہید بہ مجنونِ بستہ در زنجیر

ہے کوئی روکے جو میرے دلِ رمیدہ کی راہ
نہیں ہے یہ دلِ مجنونِ بستۂ زنجیر

چو قسمتِ ازلی بے حضورِ ما کردند
گر اندکے نہ بوفقِ رضاست خردہ مگیر

ازل کے فیصلے سارے ہوئے بغیر مرے
قصور میرا ہو کیوں، ہو اگر کوئی تقصیر

بعزمِ توبہ نہادم قدح ز کف صد بار
ولے کرشمۂ ساقی نمی کند تقصیر

ہزار بار کی توبہ شراب نوشی سے
ولے کرشمۂ ساقی کرے نہ جو تقصیر

چو لالہ در قدحم ریز ساقیا مے ناب	قدح میں ڈال مرے ساقیا مے مشکیں
کہ نقشِ خالِ نگارم نمی رود ز ضمیر	کہ خالِ ہندوئے جاناں بنا ہے نقشِ ضمیر
مے دو سالہ و محبوبِ چاردہ سالہ	مے دو سالہ و معشوقِ چاردہ سالہ
ہمیں بس است مرا صحبتِ صغیر و کبیر	عجیب چیز ہے یہ صحبتِ صغیر و کبیر
نگفتمت کہ حذر کن ز زلفِ او ایدل	اُلجھ نہ جائیو گیسوئے یار میں اے دل!
کہ می کشند در آں حلقہ باد در زنجیر	کہ تنگ حلقہ ہے اِس کا دراز ہے زنجیر
بیار ساغرِ یاقوت و فیضِ درِّ خوش آب	دے ایک ساغرِ یاقوت میں مے رنگیں
حسود گو کرمِ آصفی ببیں و بمیر	ہوں دیکھ تا کرمِ آصفی 'حسود' حقیر
بنوش بادہ و عزمِ وصالِ جاناں کن	پیو شراب کرو عزمِ وصلِ جانانہ
سخن شنو کہ زندت ز بامِ عرش صفیر	یہ بامِ عرش سے آئی ہے آج ایک صفیر
حدیثِ توبہ دریں بزمگہ مگو واعظ	سنے گا کون تری ایسی بزم میں واعظا!
کہ ساقیانِ کماں ابرویت زنند بہ تیر	کمانِ ابروئے ساقی جہاں چلائے تیر
چہ جائے گفتۂ خواجو و شعرِ سلماں ست	کلامِ خواجو و سلماں کا ذکر ہی کیا ہے
کہ شعرِ حافظِ شیراز بہ ز شعرِ ظہیر	کہ پیشِ گفتۂ حافظ ہے ماند شعرِ ظہیر

یوسفِ گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

یوسفِ گم گشتہ لوٹ آئے گا کنعاں غم نہ کر
تیرا ویرانہ بنے گا پھر گلستاں غم نہ کر

ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

اس دلِ غمگیں کی حالت ہو گی بہتر جی نہ چھوڑ
یہ سرِ شوریدہ پھر ہو گا بہ ساماں غم نہ کر

گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن
چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ خوشخواں غم مخور

پھر بہار آئے گی اس اُجڑے گلستاں میں ترے
سر پہ ہو گا چترِ گل اے مرغِ خوش خواں غم نہ کر

دورِ گردوں گر دو روزے بر مرادِ ما نگشت
دائماً یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور

دَورِ گردوں آجکل دیتا ہے غم تو کیا ہوا
دائماً یکساں نہیں ہے کارِ دَوراں غم نہ کر

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

دل نہ کر تھوڑا جو رازِ غیب سے واقف نہیں
ہیں درونِ پردہ بازیہائے پنہاں غم نہ کر

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت
آخرالامر او بہ غمخوارے رسد ہاں غم مخور

آجکل غمخوار دنیا میں نہیں ملتا اگر
ایک دن تیرے بھی ہوں گے غم گساراں غم نہ کر

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

شوقِ کعبہ کو بیاباں میں لیے جاتا ہے تو
سرزنش کرتے ہیں گر خارِ مغیلاں غم نہ کر

حالِ ما در فرقتِ جاناں و ابرامِ رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور

حال در فرقتِ جاناں و ابرامِ عدو
جانتا ہے سب خدائے حال گرداں غم نہ کر

اے دل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند
چوں ترا نوح ست کشتی باں ز طوفاں غم مخور

جانا! یہ سیلِ فنا اے دل مٹاتا ہے تجھے
نوح جب ہے ناخدا پھر کیا ہے طوفاں غم نہ کر

گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید
ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

گرچہ مقصد ہے نہاں منزل ہے تیری پر خطر
راہ ایسی ہے کوئی جو ہو نہ پایاں غم نہ کر

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درسِ قرآں غم مخور

حافظا! کنجِ فقیری اور شبِ تاریک میں
پڑھ وظیفہ، کر دعائے وردِ قرآں غم نہ کر

اے سروِ نازِ حسن کہ خوش میروی بناز
عشاق را بنازِ تو ہر لحظہ صد نیاز

اے سروِ نازِ حسن جو چلتا ہے تو بناز
دیتا ہے عاشقوں کو ترا ناز صد نیاز

فرخندہ باد طالعِ نازت کہ در ازل
ببریدہ اند بر قدِ سروت قبائے ناز

تو خوش نصیب ہے کہ ازل میں ترے لیے
رکھی گئی تھی قد کے مطابق قبائے ناز

آں را کہ بوئے عنبرِ زلفِ تو آرزوست
چوں عود گو بر آتشِ سوزاں بسوز و ساز

جس کو ہو بوئے عنبرِ کاکل کی آرزو
مانندِ عود رات گزارے بسوز و ساز

پروانہ را ز شمع بود سوزِ دل ولے
بے شمعِ عارضِ تو دلم را بود گداز

پروانے کو تو شمع نے بخشا ہے سوزِ دل
بے شمعِ روئے یار ہوا دل مرا گداز

دل کز طوافِ کعبۂ کویت وقوف یافت
از شوقِ آں حریم ندارد سرِ حجاز

جب سے حریمِ یار کا دل نے کیا طواف
رکھتا ہے یہ نہ فکرِ حرم نے سیرِ حجاز

ہر دم بخونِ دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست
بے طاقِ ابروئے تو نمازِ مرا جواز

کیسے بخونِ دیدہ کروں میں وضو کہ جب
ابرو کے طاق کے بدوں جائز نہیں نماز

صوفیِ ما کہ توبہ ز مے کردہ بود دوش
بشکست عہد چوں درِ میخانہ دید باز

صوفی نے کل شراب سے توبہ تو کی مگر
توڑی قسم ہوا درِ میخانہ جونہی باز

چوں بادہ مست بر سرِ خم رفت کف زناں
حافظ کہ دوش از لبِ ساغر شنید راز

حافظ بھی جا کے بیٹھا سرِ خم ہوا ہے مست
کل رات اُس نے جام کے لب سے سنا جو راز

براہِ میکدہ عشاق راست در تگ و تاز
ہماں نیاز کہ حجاج را براہِ حجاز

براہِ میکدہ عشاق کو ہے یوں تگ و تاز
نیاز جیسے ہو حجاج کو براہِ حجاز

چہ گویمت کہ زسوزِ دروں چہ می بینم
ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز

بتاؤں کس طرح میں اپنا رازِ سوزِ دروں
ان آنسوؤں سے مرے پوچھ میں نہیں غماز

غرض کرشمۂ حسن است ورنہ حاجت نیست
جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز

کرشمہ حسن کا ہے ورنہ کیا تعلق تھا
جمالِ دولتِ محمود کو بزلفِ ایاز

زپیش در نروم بعد ازیں ز حضرتِ دوست
چو کعبہ یافتم آیم ز بت پرستی باز

ملا ہے کعبہ مجھے آستانِ یار میں جب
میں بت پرستی سے آیا ہوں دیکھ کر یہ باز

بجز چنیں بسحر گر ز بخت می خواہم
کہ با تو شرحِ سر انجامِ خود کنم آغاز

ہے نور صبح میں تو، تیرگیِ شب میں تو
ہے تو ہی اک مرا انجام تو ہی اک آغاز

تنم ز ہجرِ تو چشم از جہاں فرو بستہ است
امیدِ دولتِ وصلِ تو داد خستہ باز

فراقِ یار سے ملتا ہے دل کو سوزِ دروں
امیدِ وصل پہ قائم ہے میری جاں کا ساز

چہ حلقہ ہا کہ زدم بر درِ دل از سرِ سوز
بہ بوئے روزِ وصالِ تو در شبانِ دراز

نہ روزِ وصل کی امید ہو اگر دل میں
کٹیں یہ کیسے ترے ہجر میں شبانِ دراز

چو غنچہ سترِ نہفتہ نہاں کجا ماند
دل مرا کہ نسیمِ صباست محرمِ راز

رکھوں میں کیسے نہاں رازِ غنچۂ دل میں
نسیم کو جو صبا ساں اگر ہو محرمِ راز

ز شوقِ مجلسِ آں ماہِ خرگہی حافظ
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

جفائیں مجلسِ جاناں میں گر ملیں حافظ
مثالِ شمع تو جل رات بھر بسوز بساز

بیا و کشتیِ ما در شطِ شراب انداز   سفینۂ غمِ دل موجۂ شراب میں ڈال
خروش و ولولہ در جانِ شیخ و شاب انداز   امنگ و ولولہ پھر جانِ شیخ و شاب میں ڈال

مرا بکشتیٔ بادہ در افگن اے ساقی   خُمِ شراب میں کر غرق ساقیا مجھ کو
کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز   کہا یہ جاتا ہے کر نیکی اور آب میں ڈال

بیار زاں مئے گلرنگِ مشکبو جامے   ایاغ میں مئے گلرنگ ڈال کے ساقی
شرار رشک و حسد در دلِ گلاب انداز   شرارِ رشک و رقابت دلِ گلاب میں ڈال

اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن   کبھی تو چشمِ کرم مجھ پہ ڈال کے جانم
نظر بریں دلِ سرگشتۂ خراب انداز   ذرا سی جاں دلِ سرگشتۂ خراب میں ڈال

بنیم شب اگرت آفتاب می باید   اگر ہو دیکھنا خورشید نیم شب میں کبھی
ز روئے دخترِ گلچہر رز نقاب انداز   تو عکسِ روئے درخشاں شرابِ ناب میں ڈال

مہل کہ روز وفاتم بخاک بسپارند   اے گورکن مری میت سپردِ خاک نہ کر
مرا بمیکدہ بر در خمِ شراب انداز   مجھے بہ میکدہ لے چل خُمِ شراب میں ڈال

گر از تو یک سرِ مو سرکشد دلِ حافظ   جو سرکشی کرے تجھ سے کبھی دلِ حافظ
بگیرو در خمِ زلفش بہ پیچ و تاب انداز   لے اور اُسے خمِ گیسو کے پیچ و تاب میں ڈال

روزِ عیش و طرب و ماہِ صیام است امروز
کامِ دل حاصل و ایام بکام است امروز

روزِ عیش و طرب عیدِ صیام آج کے دن
کامِ دل حاصل و ایام بکام آج کے دن

گو عروسِ فلکی رُخ ننمائے از شرق
کہ مرا دیدنِ آں ماہِ تمام است امروز

کہہ دو سورج سے نہ امروز ہو مشرق سے طلوع
جلوہ گر ہوگا مرا ماہِ تمام آج کے دن

زاہدے راکہ بُوَد شب چو صوامع جائے
بیں کہ در کنجِ خرابات مقام است امروز

رہتا مسجد میں شب و روز تھا جو شیخ اُس کا
بن گیا کنجِ خرابات مقام آج کے دن

صبح دم بلبلِ مست از چہ سبب می نالد
کارِ او چوں ز بہاراں بہ نظام است امروز

بلبلِ مست ہے کیوں نالہ کناں وقتِ سحر
کام ہے جبکہ بہاروں کا نظام آج کے دن

محتسب بیہدہ گو پند مدہ رنداں را
کاں کہ با شاہد و مے نیست کدام است امروز

محتسب سے کہو تنبیہ نہ کرے رندوں کی
کون ہے جو نہیں باشاہد و جام آج کے دن

شیخ واعظ کہ مرا منع ز زلفش کردے
دیدمش باز کہ چوں مرغ بدام است امروز

شیخ واعظ جو کہا کرتا تھا زلفوں سے بچو
دیکھو کیسے وہ بنا مرغ بدام آج کے دن

گو بگویند خلائق کہ کنوں حافظ را
چشم بر روئے نگار و لبِ جام است امروز

کہہ دو جا کر یہ زمانے سے کہ ہے حافظ کی
چشم بر روئے نگار و لبِ جام آج کے دن

صبا بمقدمِ گل راحِ روح بخشد باز
کجاست بلبلِ خوش گوئے گو برآر آواز

دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم
غمست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

دو تا شدم چو کماں از غم و نمی گویم
ہنوز ترکِ کمانِ ابروانِ تیر انداز

حکایتِ شبِ ہجراں بدشمناں مکنید
کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

ز طرۂ تو پریشانیِ دلم شد فاش
ز مشک نیست عجب آنکہ او بود غماز

ہزار دیدہ بروئے تو ناظر است و تو خود
نظر بروئے کسے بر نمی کنی از ناز

اگر بسوزدت اے دل ز درد نالہ مکن
دم از محبتِ او میزن و بسوز و بساز

غبارِ خاطرِ ما چشمِ خصم کور کند
تو رخ بخاک بنہ اے حافظ از مقامِ نیاز

بہار آئی ہے گلشن میں پھر بصد انداز
ہے عندلیب کہاں؟ دو اسے ذرا آواز

دلا! نہ ہجر میں رو اس طرح کہ عالم میں
ہیں رنج و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

کماں جیسا خمیدہ ہوا ہوں پر نہ کبھی
کروں گا ترکِ کمانِ ابروانِ تیر انداز

حکایتِ شبِ ہجراں نہ کہہ رقیبوں سے
کہ ہے نہ سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

ہوا ہے فاش پریشانیوں کا راز مرا
کہ تیرے کاکلِ مشکیں کا مشک ہے غماز

نظر ہے سارے زمانے کی تجھ پہ لیکن تو
نظر نہ ڈالے کسی پر، کرے ہے ایسا ناز

ہے سوزِ جاں غمِ جاناں اگر نہ رو اے دل
ہے اسکے عشق سے جاں دل میں جاں میں ہے ساز

غبارِ خاطرِ حافظ سے ہیں عدو اندھے
کہ اس کا خاکِ درِ یار ہے مقامِ نیاز

منم کہ دیدہ بدیدارِ دوست کردم باز
چہ شکر گویمت اے کارسازِ بندہ نواز

ہوئی ہے دید سے پُر نور میری چشمِ نیاز
ہزار شکر ترا کارسازِ بندہ نواز

نیازمندِ بلا گو رخ از غبار مشوی
کہ کیمیائے مراد است خاکِ کوئے نیاز

غبار رخ سے نہ دھولے نیازمندِ بلا
کہ ہے مراد کو اکسیر خاکِ کوئے نیاز

بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ
بسا کہ در رخِ دولت کنی کرشمہ و ناز

دو ایک قطرے گریں آنکھ سے تو اے خواجہ!
کریں وہ بر رخِ الفت ہزار غمزہ و ناز

طہارت ار نہ بخونِ جگر کند عاشق
بقولِ مفتیِ عشقش درست نیست نماز

کرے نہ خونِ جگر سے وضو اگر عاشق
قبول درگہِ الفت میں ہو نہ اُس کی نماز

ز مشکلاتِ طریقت عناں متاب اے دل
کہ مردِ راہ نیندیشد از نشیب و فراز

نہ مشکلات میں مایوس اتنا ہو اے دل!
کہ پیشِ راہِ طریقت میں ہیں نشیب و فراز

دریں مقامِ مجازی بجز پیالہ مگیر
دریں سراچۂ بازیچہ غیرِ عشق مباز

سوائے عشق نہیں اور کچھ حقیقت میں
بجز پیالہ و مے کچھ نہیں مقامِ مجاز

من از نسیمِ سخن چیں چہ طرف بربندم
چو سروِ راست دریں باغ نیست محرمِ راز

میں اس نسیمِ سخن چیں سے کیا اُمید رکھوں
نہ سروِ راست ہے جب اس چمن میں محرمِ راز

اگرچہ حسنِ تو از عشقِ غیر مستغنی ست
من آں نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز

یہ مانا حسن ترا بے نیاز ہے لیکن
رکھوں میں یہ دلِ دیوانہ کیسے عشق سے باز

غزل سرائیِ ناہید صرفہ نبرد
دراں مقام کہ حافظ برآورد آواز

نوائے نغمۂ ناہید ماند پڑ جائے
غزل سرا ہو جو اک رات حافظِ شیراز

ہزار شکر کہ دیدم بکامِ خویشت باز
ترا بکامِ خود و با تو خویش را دمساز

مناؤ جشن کہ آیا ہے وہ بصد انداز
مناؤ نغمہ کہ ہوتا ہے آج وہ دمساز

روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند
رفیقِ عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز

رہِ بلا سے ڈریں کیوں روندگانِ حق کے
رفیقِ عشق کو کیوں ہو غمِ نشیب و فراز

غمِ حبیب نہاں بہ ز جستجوئے رقیب
کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

غمِ حبیب چھپا کے رکھو رقیبوں سے
نہیں ہے سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت
کہ کرد نرگسِ مستش سیہ بسرمۂ ناز

یہ کیا ستم ہے کہ مشاطۂ قضا و قدر
سیاہ کر گئی مست آنکھ کو بسرمۂ ناز

بدیں سپاس کہ مجلس منورست بدوست
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

برائے شکر کہ مجلس ہے یار سے روشن
مثالِ شمع خموشی سے جل بسوز بساز

ملامتے کہ بروئے من آمد از غمِ عشق
ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز

ملامت آئے غمِ عشق کی بدولت کیوں
حکایت اشک سے پوچھو کہ میں نہیں غماز

امیدِ قدِ تو می داشتم ز بختِ بلند
نسیمِ زلفِ تو می خواستم ز عمرِ دراز

امید ہے قدِ بالا کی تجھ سے بختِ بلند
نسیمِ زلف کی تجھ سے طلب ہے عمرِ دراز

زہائے ہائے شبانہ گشتہ ام واقف
بحالِ من ز ترحم بہ نیم شب پرداز

تو ہائے ہائے شبانہ سے ہو نجات مجھے
جو آئے پاس مرے نیم شب وہ بندہ نواز

فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق
نوائے بانگِ غزلہائے حافظِ شیراز

بنی ہے زمزمۂ عشق در عراق و عجم
نوائے بانگِ غزلہائے حافظِ شیراز

اے صبا گر بگذری بر ساحلِ رودِ ارس	اے صبا جائے اگر بر ساحلِ جوئے ارس
بوسہ زن بر خاکِ آں وادی و مشکیں کن نفس	خاکِ وادی چوم کے مشکیں کر اپنا نفس
منزلِ سلمیٰ کہ بادش ہر دم از ما صد سلام	منزلِ سلمیٰ کو جا کے میری تسلیمات دے
پُر صدائے ساربانان بینی و آہنگِ جرس	چل صدائے ساربان پُر سن کے آہنگِ جرس
محملِ جاناں ببوس آنگہ بزاری عرضہ دار	محملِ جاناں کو چوم اور رو کے اُس سے عرض کر
کز فراقت سوختم اے مہرباں فریاد رس	جل گیا میں ہجر میں اے مہرباں فریاد رس!
عشرتِ شبگیر کن مے نوش کاندر راہِ عشق	عشرتِ شبگیر کر مے پی کہ راہِ عشق میں
شبروان را آشنائیہاست با میرِ عسس	آشنائی شب کے رہزن کو ہے با میرِ عسس
دل برغبت می سپارد جاں بچشمِ مستِ یار	دل خوشی سے جان دیوے چشمِ مستِ یار پہ
گرچہ ہشیاراں ندادند اختیارِ خود بکس	گرچہ ہشیاراں نہ دیویں اختیارِ خود بہ کس
منکہ قولِ ناصحاں را خواندمے بانگِ رباب	گرچہ قولِ ناصحاں گلبانگ تھا میرے لئے
گوشمالے خوردم از ہجراں کہ اینم پند بس	گوشمالی کی مری ہجراں نے کچھ ایسی کہ بس
طوطیاں در شکرستاں کامرانی می کنند	شکرستاں میں کرے ہیں عیش جبکہ طوطیاں
وز تحسر دست بر سر می زند مسکیں مگس	آرزو میں کیوں نہ پیٹے اپنا سر مسکیں مگس
عشقبازی کار بازی نیست اے دل سر بباز	سر کی بازی عشق ہے یہ کھیل بچوں کا نہیں
زانکہ گوئے عشق نتواں زد بچوگانِ ہوس	گوئے الفت کو نہ ماریں ایں بچوگانِ ہوس
نامِ حافظ گر برآید بر زبانِ کلکِ دوست	نامِ حافظ ایک دن آئے زبانِ کلک پر
از جنابِ حضرتِ شاہم بس است این ملتمس	بس یہی اے بادشہ تجھ سے ہے میری ملتمس

جاناں ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس
بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس

معصوم بن کے قصۂ جور و جفا نہ پوچھ
بیگانگی سے حالِ دلِ آشنا نہ پوچھ

آنجا کہ لطفِ شامل و خلقِ کریم تست
جرمِ گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس

تو مہرباں کریم ہے، تو ہے خلیق جب
میری خطائیں بخش دے، کچھ ماجرا نہ پوچھ

خواہی کہ روشنت شود احوالِ سرِ عشق
از شمع پرس قصہ ز بادِ صبا مپرس

چاہے اگر کہ تجھ پہ کھلے رازِ عاشقی
از شمع قصہ پوچھ زِ بادِ صبا نہ پوچھ

از دلق پوشِ صومعہ نقدِ طلب مجوی
یعنی ز مفلسانِ سخن کیمیا مپرس

شیخوں سے مانگ دولتِ شوق و طلب نہ پوچھ
یعنی زِ مفلساں سخنِ کیمیا نہ پوچھ

در دفترِ طبیبِ خرد بابِ عشق نیست
اے دل بدرد خو کن و نامِ دوا مپرس

ہے دفترِ طبیبِ خرد میں نہ بابِ عشق
خو ڈال درد و رنج کی، نامِ دوا نہ پوچھ

نقشِ حقوقِ خدمت و اخلاص و بندگی
از لوحِ سینہ محو کن و نامِ ما مپرس

نقشِ حقوقِ خدمت و تسلیم و بندگی
سب دل سے دور کر، مرا نام اور پتا نہ پوچھ

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

ہم قصۂ سکندر و دارا کا کیا کریں
ہم سے بجز حکایتِ مہر و وفا نہ پوچھ

من ذوقِ دردِ عشقِ تو دانم نہ مدعی
از شعلہ پرس حال ز پروانہ وا مپرس

ہم کو ہے ذوقِ دردِ دل و رنجِ عاشقی
بے واسطہ رقیب کا الفت سے کیا نہ پوچھ

حافظ رسید موسمِ گل معرفت مخواں
دریاب نقدِ عمر ز چون و چرا مپرس

حافظ بہار آگئی، نہ کر ذکرِ معرفت
لے نقدِ عمر، قصۂ چوں و چرا نہ پوچھ

دارم از زلفِ سیاہت گلہ چنداں کہ مپرس — ہے گلہ زلف سے ایسا تری جاناں کہ نہ پوچھ
کہ چناں زو شدہ ام بے سر و ساماں کہ مپرس — اس قدر اس نے کیا بے سر و ساماں کہ نہ پوچھ

کس بامیدِ وفا ترکِ دل و دیں مکناد — کر دیے ترک دل و دین بہ امیدِ وفا
کہ چنانم من ازیں کردہ پشیماں کہ مپرس — بعد اس کے ہوا ایسا ہوں پشیماں کہ نہ پوچھ

بہ یکے جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست — دل کی تسکیں کے لیے پیتا ہوں لیکن ہر دم
زحمتے می کشم از مردمِ ناداں کہ مپرس — یوں ستاتے ہیں مجھے مردمِ ناداں کہ نہ پوچھ

گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود ولے — گوشہ گیری و سلامت کی طلب تھی لیکن
فتنہ ای می کند آں نرگسِ فتاں کہ مپرس — حشر کرتی ہے بپا نرگسِ جاناں کہ نہ پوچھ

زاہد از ما بہ سلامت بگذر کایں مۓ لعل — شیخ وہ بادۂ احمر سے دمک کر ہے
دل و دیں می برد از دست بداں ساں کہ مپرس — دل و دیں لوٹے ہے اک وضعِ درخشاں کہ نہ پوچھ

گفتمش زلف بہ کیں کہ کشادی گفتا — پوچھا حافظ نے کہ کیوں کھولی ہیں زلفیں تو کہا
حافظا ایں قصہ دراز است بقرآں کہ مپرس — اس قدر طول یہ قصہ ہے بہ قرآں کہ نہ پوچھ

گلعذارے ز گلستانِ جہاں ما را بس
زیں چمن سایۂ آں سروِ رواں ما را بس

ایک گل رخ ہی مجھے باغِ جہاں کافی ہے
ہو اگر اُس سا تو اک سروِ رواں کافی ہے

من و ہمصحبتی اہلِ ریا دورم باد
از گرانانِ جہاں رطلِ گراں ما را بس

اے خدا مجھ کو ریاکاروں کی صحبت سے بچا
بزمِ رنداں کا مجھے رطلِ گراں کافی ہے

نقدِ بازارِ جہاں بنگر و آزارِ جہاں
گر شما را نہ بس ایں سود و زیاں ما را بس

نقدِ بازارِ جہاں سے ملے آزارِ جہاں
نفع ہوتا تو ہے پر اس میں زیاں کافی ہے

یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم
دولتِ صحبتِ آں مونسِ جاں ما را بس

صحبتِ یار کہاں ملتی ہے بدبختوں کو
تیرا وعدہ ہی ہمیں مونسِ جاں کافی ہے

از درِ خویش خدا را بہ بہشتم مفرست
کہ سرِ کوئے تو از کون و مکاں ما را بس

بھیج جنت میں نہ ہم کو تو اُٹھا کے در سے
تیرا کوچہ ہمیں اے جانِ جہاں کافی ہے

نیست ما را بجز از وصلِ تو در سر ہوسے
دیں تجارت نہ متاعِ دو جہاں ما را بس

ہو اگر وصلتِ دلدار نہ اس میں شامل
کون کہتا ہے متاعِ دو جہاں کافی ہے

خلوتِ اُنس و صالش کہ بعمرے جستم
دست او دست بما وز دو جہاں ما را بس

وصل سے اُنس کی خلوت ملی اک عمر کے بعد
ایک پل اس کا مجھے اے میری جاں! کافی ہے

باغ و عشرت گرِ دنیا بملوک ارزانی
ما فقیریم و گدا کوئے بتاں مارا بس

باغ و عشرت گہِ دنیا ہو مبارک شہ کو
ہم فقیروں کے لیے کوئے بتاں کافی ہے

قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می بخشند
ما کہ رندیم و گدا دیرِ مغاں مارا بس

قصرِ فردوس ہو زاہد کو مبارک ساقی!
ہم سے رندوں کو تو بس دیرِ مغاں کافی ہے

بنشیں بر لبِ جوئی و گذرِ عمر ببیں
کایں اشارت ز جہانِ گذراں مارا بس

لبِ جو بیٹھ کے عمرِ گزراں پہ بھی غور
اِک اشارہ ہی جہانِ گزراں کافی ہے

حافظا از مشربِ قسمت گلہ بے انصافی ست
طبع چوں آب و غزلہائے رواں مارا بس

شکوۂ بخت نہ کر، ہم کو تو حافظ تیری
طبع مثلِ آب و غزلہائے رواں کافی ہے

اگر رفیقِ شفیقی درست پیماں باش
حریفِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں باش

اگر رفیقِ شفیق درست پیماں ہو
وہ یارِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں ہو

شکنجِ زلفِ پریشاں بدستِ باد مدہ
مگو کہ خاطرِ عشاق گو پریشاں باش

شکنجِ زلفِ پریشاں کو کھول دے تُو اگر
پریشاں خاطرِ عشاق اور پریشاں ہو

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش

ہے آرزو کہ خضر کا تو ہمنشین بنے
نہاں بچشمِ سکندر جوں آبِ حیواں ہو

رموزِ عشق نوازی نہ کارِ ہر مرغیست
بیاو نوگلِ ایں بلبلِ غزل خواں باش

رموزِ عشق بنا عشق گل نہیں کھلتے
تُو چاہے کتنا بھی اِک بلبلِ غزل خواں ہو

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن
خدائے را کہ رہا کن بما و سلطاں باش

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کب تک
غلامی ترک کر آجا اور آکے سلطاں ہو

دگر بصیدِ حرم تیغ برمکش زنہار
وز آنچہ با دلِ ما کردہ پشیماں باش

کیا شکار مرا دل، مگر نہ بھول اے جاں
شکارِ صیدِ حرم جو کرے پشیماں ہو

تو شمعِ انجمنی یک زباں و یک دل شو
خیال کوشش پروانہ بیں و خنداں باش

اے شمعِ انجمنی ناز ہے روا لیکن
تو دیکھ سوزشِ پروانہ یوں نہ خنداں ہو

کمالِ دلبری و حسن در نظر بازیست
بشیوۂ نظر از ناظرانِ دوراں باش

کمالِ دلبری و حسن در نظر بازی
بشیوۂ نظر از ناظرانِ دوراں ہو

خموش حافظ و از جورِ یار نالہ مکن
ترا کہ گفت کہ بر روئے خوب حیراں باش

ہو جورِ یار سے نالاں نہ اس قدر حافظ
نہ شورشِ شاہدِ شیریں پہ اتنا حیراں ہو

بازآی و دلِ تنگِ مرا مونسِ جاں باش
ویں سوختہ را محرمِ اسرارِ نہاں باش

آ اور دلِ تنگ کا پھر مونسِ جاں ہو
کر چارہ گری، محرمِ اسرارِ نہاں ہو

زاں بادہ کہ در میکدۂ عشق فروشند
مارا دو سہ ساغر بدہ و گو رمضاں باش

پھر جا کے پیو میکدۂ عشق میں بادہ
مستِ الفتِ حق میں ہو جو ماہِ رمضاں ہو

در خرقہ چو آتش زدی اے عارفِ سالک
جہدے کن و سرحلقۂ رندانِ جہاں باش

خرقے کو جلا ڈال تو اے عارفِ سالک!
پی عشق کی مے قائدِ رندانِ جہاں ہو

آں یار کہ گفتا بتوام دل نگرانست
گو میرسم اکنوں بسلامت نگراں باش

کیوں باتوں میں آیا ہے تو اک عہد شکن کی
اے دل نہ لگا آس نہ اُس کا نگراں ہو

خوں شد دلم از حسرتِ آں لعلِ رواں بخش
آں درجِ محبت بہماں مُہر و نشاں باش

صد بار کرے خون اگر حسرتِ جاناں
عاشق کا ہے دل کیسے یہ بے مُہر و نشاں ہو

تا بر دلش از غصہ غبارے ننشیند
اے سیلِ سرشک از عقبِ نامہ رواں باش

تا اُس کا نہ آلودہ ہو دل غصہ و غم سے
اے سیلِ سرشک از عقبِ نامہ رواں ہو

اے زاہد اگر وصلتِ مینا دہدت دست
از ہمتِ پیرانِ دو عالم باماں باش

زاہد کو اگر وصلِ صراحی ہو میسر
وہ ہمتِ پیرانِ جہاں سے بہ اماں ہو

حافظ کہ ہوس میکند از جامِ جہاں بیں
گو در نظرِ آصفِ جمشید مکاں باش

ملتا ہے فقط حافظ لئے جامِ جہاں بیں
جس پر نظرِ آصفِ جمشید مکاں ہو

باغباں گر پنج روزے صحبتِ گل بایدش
بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل بایدش

باغباں گر تجھ کو کچھ دن صحبتِ گل چاہیے
بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل چاہیے

اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
مرغِ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

بندِ کاکل میں تجھے اے دل پریشانی ہے کیا
دام میں اک مرغِ زیرک کو تحمل چاہیے

با چنیں زلف و رخش بادش نظر بازی حرام
ہر کہ روئے یاسمین و جعدِ سنبل بایدش

جب میسر زلفِ یار اور دولتِ رخسار ہو
کس کو روئے یاسمین و زلفِ سنبل چاہیے

رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کارِ ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

رندِ عالم سوز کا ہے مصلحت سے کام کیا
مانا سلطانی کو تدبیر و تحمل چاہیے

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافری ست
راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

عقل و تقویٰ پہ بھروسہ معرفت میں کفر ہے
سو ہنر بھی ہوں تو رہرو کو توکل چاہیے

ناز ہا زاں نرگسِ مستانہ می باید کشید
ایں دلِ شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش

ناز و غمزہ و چشمِ مستانہ کے ہیں اکسیرِ جاں
پر دلِ شوریدہ کو آشفتہ کاکل چاہیے

ساقیا در گردشِ ساغر تعلل تا بچند
دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش

لیت و لعل گردشِ ساغر میں اے ساقی نہ کر
دور جب عشاق تک پہنچے تسلسل چاہیے

کیست حافظ تا نہ نوشد بادہ بے آوازِ چنگ
عاشقِ مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش

بادہ بے آوازِ بربط پیتا حافظ کیوں نہیں
عاشقِ مسکیں کو اتنا کیوں تجمل چاہیے

ببرد از من قرار و طاقت و ہوش
بتِ سنگیں دل و سیمیں بناگوش

گیا لے کر قرار و طاقت و ہوش
بتِ سنگیں دل و سیمیں بناگوش

نگارے چابکے شوخے پریوش
حریفے مہوشے ترکِ قباپوش

نگار چابک و شوخ پری وش
حبیب مہ وش و ترکِ قباپوش

ز تابِ آتشِ سودائے عشقش
بسانِ دیگ دائم میزنم جوش

بہ تابِ آتشِ سودائے الفت
بشکلِ دیگ دائم دل میں ہے جوش

اگر پوسیدہ گردد استخوانم
نگردد مہرش از جانم فراموش

ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں
کرے لیکن نہ دل اسکو فراموش

دل و دینم، دل و دینم، ببردست
برودوشش، برودوشش، برودوش

دل و دیں لے گئے میرے دل و دیں
برودوشش، برودوشش، برودوش

دوائے تو دوائے تست حافظ
لبِ نوشش، لبِ نوشش، لبِ نوش

دوا تیری، دوا تیری ہے حافظ
لبِ نوشش، لبِ نوشش، لبِ نوش

بہ دورِ لالہ قدح گیر و بے ریا می باش
بہ بوئے گل نفسے ہمدمِ صبا می باش

بہ دورِ لالہ قدح گیر و بے ریا بن جا
بوئے گل لیتے ہمدمِ صبا بن جا

نگویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسا می باش

کہا یہ کس نے کہ مے نوش سال بھر ہو تو
سہ ماہ شراب پی، نو ماہ پارسا بن جا

چو پیرِ سالکِ عشقت بمے حوالہ کند
بنوش و منتظرِ رحمتِ خدا می باش

جو پیرِ سالکِ الفت عطا کرے بادہ
تو پی کے منتظرِ رحمتِ خدا بن جا

گرت ہواست کہ چوں جم بسرِ غیب رسی
بیا و ہمدمِ جامِ جہاں نما می باش

جو چاہے جم کی طرح تجھ پہ رازِ غیب کھلیں
تو پی کے ہمدمِ جامِ جہاں نما بن جا

چو غنچہ گرچہ فروبستگی ست کارِ جہاں
تو ہمچو بادِ بہاری گرہ کشا می باش

ہے مثلِ غنچہ لگاتا گرہ جو کارِ جہاں
تو مثلِ بادِ بہاری گرہ کشا بن جا

وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی
بہرزہ طالبِ سیمرغ و کیمیا می باش

طلب میں عمر اگر رائیگاں ہی کرنی ہے
بشوقِ طالبِ سیمرغ و کیمیا بن جا

مریدِ طاعتِ بیگانگاں مشو حافظ
ولے معاشرِ رندانِ آشنا می باش

مریدِ طاعتِ بیگانگاں نہ ہو حافظ
چل اور معاشرِ رندانِ آشنا بن جا

چو بر شکست صبا زلفِ عنبر افشانش
بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش

ہوا بکھرتی جب زلفِ عنبر افشاں ہے
دلِ شکستۂ عاشق میں ڈالتی جاں ہے

کجاست ہم نفسے تا کہ شرح عقدہ دہم
کہ دل چہ میکشد از روزگارِ ہجرانش

اگر ملے وہ کہیں ایک دن تو اُس سے کہوں
کہ خون دل کا کرے روزگارِ ہجراں ہے

نسیم صبح وفا نامہ کہ برد بدوست
زخونِ دیدۂ ما بود مہرِ عنوانش

دے اُس کو بہرِ خدا اے صبا! وفا نامہ
کہ خونِ دل کی لگی اِس پہ مہرِ عنواں ہے

زمانہ از ورقِ گل مثالِ روئے تو بست
ولے ز شرمِ تو در غنچہ کرد پنہانش

بنا جو پھول کی پتی سے یار کا چہرہ
ہوا وہ غنچے میں شرمندگی سے پنہاں ہے

بسے شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید
تبارک اللہ ازیں رہ کہ نیست پایانش

یہ بحرِ عشق کہ اس کا نہیں کراں کوئی
یہ راہِ آتش کہ اس کا کہیں نہ پایاں ہے

جمالِ کعبہ مگر عذرِ رہرواں خواہد
کہ جانِ زندہ دلاں سوخت در بیابانش

جمالِ کعبہ کرے عذر رہرواں سے بہت
جلا کے خاک کرے جب انھیں بیاباں ہے

دلم کہ مہرِ تو از غیرِ تو نہاں میداشت
ببیں کہ دیدہ کند فاش پیشِ یارانش

نہ جانتا تھا کوئی راز جو سوا تیرے
وہ چشمِ نم سے ہوا فاش پیشِ یاراں ہے

بدیں شکستۂ بیت الحزن کہ می آرد
نشانِ یوسفِ دل از چہِ زنخدانش

نشانِ کلبۂ احزاں میں کوئی دے اُس کا
جو ایک یوسفِ دل در چہِ زنخداں ہے

سحر بطرفِ چمن می شنیدم از بلبل
نوائے حافظِ خوش لہجۂ غزل خوانش

سمجھتے ہو جسے گلبانگِ عندلیب وہ اک
نوائے حافظِ خوش لہجۂ غزل خواں ہے

چو جام لعلِ تو نوشم کجا بماند ہوش
چو چشمِ مستِ تو بینم بجا نماند گوش

ملا جو جام لبِ لعل، دل میں آیا جوش
جو چشمِ مست کو دیکھا تو ہو گیا مدہوش

منم غلامِ تو ور زانکہ از من آزادی
مرا بکوزہ فروشیں شرابخانہ فروش

ترا غلام ہوں میں اور تو مجھ سے ہے آزاد
دے مجھ کو بیچ سرِ میکدہ بہ کوزہ فروش

بہ بوئے آنکہ زمینا نہ کوزۂ یابم
روم سبوئے خراباتیاں کشم بردوش

اُمید تھی کہ ملے میکدے میں کوزۂ مے
گیا سبوئے خراباتیاں لئے بردوش

مرا مگوی کہ خاموش باش ودم درکش
کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش

یہ کیسا طورِ خموشی ہے تیری محفل میں
کب عندلیب چمن میں ہوا ہے یوں خاموش

اگر نشانِ تو جویم کدام صبر و قرار
وگر حدیثِ تو گویم کدام طاقت و ہوش

تلاش میں تری صبر و قرار کھو بیٹھے
نشان تیرا ملا جب نہ ہے نہ طاقت و ہوش

شراب پختہ بخاماں دلِ فسردہ دہد
کہ بادہ آتشِ تیز است و درپختگاں نہ جوش

شراب پختہ نہ کچے دلوں کو دے ساقی!
ہے بادہ آتشِ تیز اور پختگاں میں ہے جوش

نعیم روضۂ جنت بذوقِ آں نرسد
کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش

نہیں بہشت میں ایسا مزہ جو آتا ہے
ہو یار بزم میں جب بزم میں ہو ناؤ نوش

مرا چو خلعتِ سلطانِ عشق میدادند
ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش

یہ کہہ کے بخشی ہے سلطانِ عشق نے خلعت
کہ حافظ اس کو لے اور رہ خموش رہ خاموش

در عہدِ بادشاہِ خطا بخش جرم پوش	خوش عہدِ بادشاہِ خطا بخش و جرم پوش
حافظ قرابہ کش شد و مُفتی پیالہ نوش	حافظ قرابہ کش ہوا مفتی پیالہ نوش
صوفی زکنج صومعہ در پائے خُم نشست	صوفی بھی آکے بیٹھا ہے مٹکے کی چھاؤں میں
تا دید محتسب کہ سبو میکشد بدوش	دیکھا کہ محتسب بھی پھرے ہے سبو بدوش
احوالِ شیخ و قاضی و شرب الیہودشاں	شربِ نہانِ قاضی و مفتی کا حال جب
کردم سوال صبحدم از پیرِ مے فروش	پوچھا تو مجھ سے کہنے لگا پیرِ میفروش
گفتا نہ گفتنی ست سخن گرچہ محرمی	محرم ہے رازداں ہمارا ہے تو، و لے
درکش زبان و پردہ نگہدار و مے بنوش	کہنے کی بات یہ نہیں؛ خاموش بادہ نوش
ساقی بہار میرسد و جامِ مے نماند	ساقی بہار آئی ہے تھوڑی شراب دے
فکرے بکن کہ خونِ دل آمد زغم بجوش	آیا ہے سوزِ غم سے میرا خونِ دل بجوش
عشق ست مفلسی و جوانی و نوبہار	ہے عشق و مفلسی و جوانی و فصلِ گُل
عذرم پذیر و جرم بذیلِ کرم بپوش	کر معذرت قبول چھپا جرم عیب پوش!
اے بادشاہِ صورت و معنی کہ مثلِ تو	اے بادشاہِ صورت و سیرت ترا مثیل
نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنیدہ ہیچ گوش	دیکھا نہ آنکھ نے نہ کسی نے سُنا بگوش

چنداں بماں کہ خرقۂ ازرق کند قبول
بختِ جوانت از فلکِ پیرِ ژندہ پوش

لمبی ہو عمر اتنی کہ دے بخت کو ترے
اک خرقۂ ازرق فلکِ پیرِ ژندہ پوش

تا چند ہمچو شمع زباں آوری کنی
پروانۂ مراد رسید اے محب خموش

کب تک زباں درازی کرے گا خیالِ شمع
پروانۂ مراد ملا ہے تو رہ خموش

دی شب ندا ز غیب بگوشِ دلم رسید
حافظ تو غصہ کم خور و بنشین دمے بہوش

حافظ پیو شرابِ غم و غصہ کم کرو
آئی ہے شب میں غیب سے یہ اک ندا بگوش

دلم رمیدہ شد و غافلم من درویش
کہ آں شکاریِ سرگشتہ را چہ آمد پیش

اڑا لیا مرا دل، سوچتا ہوں میں درویش
کہ اس شکاری کو کیا مشکلات آئیں پیش

چو بید بر سرِ ایمانِ خویش می لرزم
کہ دل بدستِ کماں ابرویست کافر کیش

بہت ہی خطرے میں ایمان کانپتا ہوں میں
ہے دل بدستِ کماں ابروانِ کافر کیش

خیالِ حوصلۂ بحر می پزم ہیہات
چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش

خیالِ حوصلۂ بحرِ عشق ہے دل کو
ہوا ہے قطرہ یہ اک کس قدر محال اندیش

بکوئے میکدہ گریان و سر فگندہ روم
چرا کہ شرم ہمی آیدم ز حاصلِ خویش

بسوئے میکدہ جاتا ہوں سر جھکائے ہوئے
کہ آئی دیکھ کے مجھ کو ہے شرم حالتِ خویش

نہ عمرِ خضر بماند نہ ملکِ اسکندر
نزاع بر سرِ دنیائے دوں مکن درویش

نہ عمرِ خضر ہمیشہ، نہ ملکِ اسکندر
نزاع بر سرِ دنیائے دوں نہ کر درویش

بنازم آں مژہ شوخِ عافیت کش را
کہ موج میزندش آبِ نوش بر سرِ نیش

ہے ناز اک مژہ شوخِ عافیت کش کو
کہ آبِ نوش کرے رقص اسکے بر سرِ نیش

ز آستینِ طبیباں ہزار خوں بچکد
گرم بہ تجربہ دستے نہند بر دلِ ریش

ٹپکتا خوں ہے طبیبوں کی آستینوں سے
جو ہاتھ رکھتے ہیں تشخیص کا وہ بر دلِ ریش

تو بندہ گلہ از بادشہ مکن اے دل
کہ شرطِ عشق نباشد شکایت از کم و بیش

طلب میں اتنا گلہ یار سے نہ کر لے دل
نہیں ہے عشق میں جائز شکایتِ کم و بیش

بداں کمر نرسد دستِ ہر گدا حافظ
خزینۂ بکف آور ز گنجِ قاروں بیش

وہ ہاتھ پا نہ سکا یار کی کمر حافظ
خزینہ رکھتا نہ تھا جو زِ گنجِ قاروں بیش

دوش با من گفت پنہاں راز دانے تیز ہوش
کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ مے فروش

مجھ سے کل کہنے لگا یہ راز دانِ تیز ہوش
رکھ نہیں سکتا نہاں تجھ سے میں رازِ مے فروش

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع
سخت می‌گیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

ڈھونڈ آسائش یہاں کارِ جہاں آسان کر
کرتے آساں کام بھی مشکل ہیں جو ہیں سخت کوش

وانگہم در داد جامے کز فروغش بر فلک
زہرہ در رقص آمد و بربط زناں می‌گفت نوش

جام ساقی نے دیا ایسا ہوا روشن فلک
رقص زہرہ نے کیا کہنے لگی پی بادہ نوش

تا نگردی آشنا زیں پردہ رمزے نشنوی
گوشِ نامحرم نباشد جائے پیغامِ سروش

گر ہے جویا راز کا بن آشنائے رازداں
گوشِ نامحرم نہیں ہے جائے پیغامِ سروش

در حریمِ عشق نتواں زد دم از گفت و شنید
زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش

کچھ حریمِ عشق میں ہوتی نہیں گفت و شنید
خامشی لازم سب اعضا کو بنا لے چشم و گوش

در بساطِ نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گو اے مردِ بخرد یا خموش

خود نمائی نکتہ دانوں کی نظر میں ہے غلط
بات کر معقول اے مردِ خرد یا رہ خموش

با دلِ خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام
نے گرت زخمے رسد آئی چو نے اندر خروش

گرچہ اس میں خونِ دل ہے لب پہ خنداں جام کے
ہو اگر بسمل تو ہو پر دل میں ہو جوش و خروش

گوش کن پند اے پسر از بہرِ دنیا غم مخور
گفتمت چوں در حدیثے گر توانی دار گوش

پند میں سا میری گراں گوہر ہیں اے جانِ پدر!
غم نہ کھا دنیائے دوں کا یہ نصیحت سن بگوش

ساقیا مے دہ کہ رندیہائے حافظ عفو کرد
خسروِ صاحبقرانِ جرم بخش و عیب پوش

ساقیا مے دے کہ حافظ پر ہوا ہے مہرباں
خسرو صاحب قرانِ جرم بخش و عیب پوش

سحر ز ہاتفِ غیبم رسید مژدہ بگوش — یہ لایا غیب سے اک مژدہ آج صبح سروش
کہ دورِ شاہِ شجاع ست مے دلیر بنوش — کہ دورِ شاہِ شجاع اب ہے ڈر نہ بادہ نوش

شد آنکہ اہلِ نظر بر کنارہ می‌رفتند — گیا زمانہ کہ محتاط تھے سب اہلِ نظر
ہزار گونہ سخن بر دہان و لب خاموش — زباں پہ لفظ تھے بیتاب اور تھے لب خاموش

بہ بانگِ چنگ بگوئیم آں حکایت ہا — بہ بانگِ چنگ حکایات وہ کریں گے بیاں
کہ از نہفتنِ او دیگِ سینہ میزد جوش — کہ آئے جن کو چھپانے سے دیگِ سینہ پہ جوش

شرابِ خانگی از بیمِ محتسب خوردن — چھپا کے پیتے تھے کل محتسب کے ڈر سے مگر
بروئے یار بنوشیم و بانگِ نوشانوش — ہم آج پیتے ہیں کھل کے بہ بانگِ نوشانوش

ز کوئے میکدہ دوشش بدوش می بردند — ہم آج جاتے ہیں اسکو اٹھائے کندھے پر
امامِ شہر کہ سجادہ می کشید بدوش — امامِ شہر جو پہلے تھا کل مصلیٰ بدوش

دلا دلالتِ خیرت کنم براہِ نجات — تری نجات اسی میں ہے سن مری اے دل!
مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش — نہ فخر زہد پہ کر اور نہ بن تو تقویٰ فروش

محلِ نورِ تجلی ست رائے انورِ شاہ — مقامِ نورِ تجلی ہے رائے انورِ شاہ
چو قرب او طلبی در صفائے نیت کوش — جو قرب چاہیے اس کا صفائے نیت کوش

بجز ثنائے جلالش مساز وردِ ضمیر — مقامِ سدرہ ہے عرشِ بریں مکان اُس کا
کہ ہست گوشِ دلش محرمِ پیامِ سروش — وہ گوشِ دل جو بنے محرمِ پیامِ سروش

رموزِ مصلحتِ ملک خسرواں دانند — رموزِ مصلحتِ ملک خسرواں جانیں
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش — فقیرِ سادہ ہے حافظؔ نہ کر تو اتنا خروش

صوفی گلے بچین و مرقع بخار بخش
ویں زہد خشک را بہ مے خوشگوار بخش

صوفی گلوں کو دیکھ، مرقع بہ خار بخش
تقویٰ و زہد سب بہ مئے خوشگوار بخش

طامات و زرق در رہ آہنگ چنگ نہ
تسبیح و طیلساں بہ مے و میگسار بخش

ذکر و بیانِ عشق بہ آہنگِ چنگ کر
فکر اور معرفت بہ مے و میگسار بخش

زاہد گراں کہ ساقی و شاہد نمی خرند
در حلقۂ چمن بہ نسیم بہار بخش

زہد گراں کہ ساقی و شاہد پہ ہے گراں
حلقے میں باغ کے بہ نسیم بہار بخش

راہم شراب لعل زد اے میر عاشقاں
خون مرا بہ چاہ زنخدان یار بخش

گو لب نے خوں کیا ہے ترے میرا خوں بہا
خوں بلکہ یہ بہ چاہِ زنخدانِ یار بخش

یارب بوقت گل گنہ بندہ عفو کن
ویں ماجرا بسرو لب جوئبار بخش

یارب بوقتِ گل گنہِ بندہ عفو کر
ہو جو خطا بہ سرو لبِ جوئبار بخش

اے آنکہ رہ بمشرب مقصود بردۂ
زیں بحر قطرۂ بمن خاکسار بخش

بخشا خدا نے مشربِ مقصود گر تجھے
اک قطرہ بحر کا بہ دلِ خاکسار بخش

شکرانہ کز رخے ترا چشم بد ندید
ما را بعفو و لطف خداوندگار بخش

تا کہ خدا رکھے تجھے ہر چشمِ بد سے دور
ہم کو تو بہرِ لطفِ خداوندگار بخش

ساقی چو شاہ نوش کند بادۂ صبوح
گو جام زر بحافظ شب زندہ دار بخش

جب شاہ کرتے نوش صبوحی ہیں ساقیا
اک جامِ زر بہ حافظِ شب زندہ دار بخش

کنارِ آب و پائے بید و طبعِ شعر و یارے خوش　　کنارِ آب و پائے بید و طبعِ شعر و یارِ خوش
معاشر دلبرِ شیریں و ساقی گلعذارے خوش　　ہے ساتھی دلبرِ شیریں و ساقی گلعذارِ خوش

الا اے دولتِ طالع کہ قدرِ وصل میدانی　　اے میری دولتِ طالع! مجھے دے وصل کی دولت
گوارا بادت ایں عشرت کہ داری روزگارے خوش　　مبارک ہو تجھے عشرت ترا ہو روزگارِ خوش

عروسِ طبع را زیور ز فکرِ بکر می بندم　　عروسِ طبع کو میں فکرِ تازہ سے سجاتا ہوں
بود کز نقشِ ایامم بدست افتد نگارے خوش　　سمٹ آئے مرے آغوش میں تا کہ نگارِ خوش

شبِ صحبت غنیمت دان و دادِ خوشدلی بستاں　　ملی ہے یار کی صحبت چراغاں آج محفل ہے
کہ مہتابِ دل افروز است و طرفِ لالہ زارے خوش　　ہے تاباں ماہتابِ دل ہے طرفِ لالہ زارِ خوش

مے در کاسۂ چشمِ مست ساقی را بنام ایزد　　خدایا ہے یہ مے کیسی مرے ساقی کی آنکھوں میں
کہ مستی میکند با عقل و می آرد خمارے خوش　　کہ کرتی عقل کو ہے مست لائے ہے خمارِ خوش

ہر آنکس را کہ بر خاطر ز عشقِ دلبرے باریست　　ہوا ہے آتشِ الفت سے گر عاشق کا دل بریاں
سپندے گو بر آتش نہ کہ داری کاروبارے خوش　　سپند اک اس پہ ڈالو تا بنے یہ کاروبارِ خوش

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ　　ہے تجھ کو گر غمِ فرقت تو میخانے میں چل حافظ
کہ شنگولانِ سرمستت بیاموزند کارے خوش　　کہ معشوقاں وہاں رندوں کو سکھلاتے ہیں کارِ خوش

ما آزمودہ ایم دریں شہر بختِ خویش
باید بروں کشید ازیں ورطہ رختِ خویش

ہے آزمایا ہم نے یہاں بیش بختِ خویش
چل اور شہر میں کسی لے کر تو رختِ خویش

از بسکہ دست می گزم و آہ می کشم
آتش زدم چو گل بتنِ لخت لختِ خویش

الفت ہے کون سی مجھے کیسا یہ عشق ہے
کیوں میں جلا رہا ہوں دلِ لخت لختِ خویش

دوشم ز بلبلے چہ خوش آمد کہ می سرود
گل گوش پہن کردہ ز شاخِ درختِ خویش

گویا بانگِ عندلیب ہے ایسی کہ آج گل
سننے میں کان لگا کے بہ شاخِ درختِ خویش

کاے دل صبور باش کہ آں یارِ تند خوی
بسیار تند خوے نشیند ز بختِ خویش

اے دل نہ کر شکایتِ معشوقِ تند خو
بسیار تند خو کرے اسکو ہے بختِ خویش

گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند
عارف بآب تر نکند رختِ بختِ خویش

کتنا بھی موج خیز ہو چاہے یہ بحرِ غم
عارف بہ آب تر نہ کرے رختِ بختِ خویش

خواہی کہ سخت و سستِ جہاں بر تو بگذرد
بگذر ز عہدِ سست و سخن ہائے سختِ خویش

بچا ہو جو سخت و سستِ جہاں سے بچے رہو
چھوڑ دو یہ عہدِ سست و سخن ہائے سختِ خویش

اے حافظ ار مراد میسر شدے مدام
جمشید نیز دور نماندے ز تختِ خویش

حافظ مراد کو ہے میسر دوام گر
جمشید چھوڑ کے گیا کیوں تاج و تختِ خویش

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش — مجھے ایسی ہے مشکل با دلِ خویش
کہ گفتن می نیارم مشکلِ خویش — کہ مشکل ہے بتانا مشکلِ خویش

خیالات داند و جانِ من از غم — نہیں ہے عشق میں کچھ بھی بجز غم
کہ ہر شب در چہ کارم با دلِ خویش — کہوں یہ بات کیسے با دلِ خویش

ز واپس ماندگاں یاد ے کن آخر — نہ پیچھے چھوڑ ان پس ماندگاں کو
چہ رانی تند یارا محملِ خویش — نہ جا یوں تیز لے کر محملِ خویش

بے گشتم چو مجنوں کوہ و صحرا — میں خاکِ کوہ و صحرا چھانتا ہوں
مگر یابم سراغ از منزلِ خویش — ملے شاید سراغِ منزلِ خویش

مرا در اولِ منزل رہ آفتاد — بچے طوفانِ غم سے آئے کیسے
کم آمد کشتیم در ساحلِ خویش — سفینہ دل کا اندر ساحلِ خویش

چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ — مواقع راہ میں کھوتا ہوں ہر دم
ز بختِ خوابناکِ غافلِ خویش — ز بختِ خوابناکِ غافلِ خویش

کم از جولانِ آخر در رہِ ما — تو آ اُس راہ پہ حافظ نے جس کی
چو حافظ خاک کرد آب و گلِ خویش — بنائی خاک ہے آب و گلِ خویش

من خرابم ز غمِ یارِ خراباتیِ خویش
می‌زند غمزۂ او ناوکِ غم بر دلِ ریش

ہے مری جاں کو غمِ یارِ خراباتی بیش
ناوکِ غمزہ سے کرتا ہے بہت وہ دل ریش

با تو پیوستم و از غیرِ تو دل ببریدم
آشنائے تو ندارد سرِ بیگانہ و خویش

آشنا تیرا ہوا جب سے میرا دل اس کو
نہیں اندیشۂ بیگانہ، نہیں فکرِ خویش

بہ عنایت نظرے کن کہ منِ دل شدہ را
نرود بے مددِ لطفِ تو کارے از پیش

اے مرے دوست تری چشمِ عنایت کے بغیر
حل ہو کیسے یہ مشکل جو ہے مجھ کو درپیش

آخر اے پادشہِ حسن و ملاحت چہ شود
گر لبِ لعلِ تو ریزد نمکے بر دلِ ریش

دُور سے اپنا دکھا کے لبِ شیریں مجھ کو
یوں نمک شاہِ ملاحت! نہ چھڑک بر دلِ ریش

خرمنِ صبرِ منِ سوختہ دل داد بباد
چشمِ مستِ تو کہ بگشاد کمیں از چپ و پیش

تابِ رخ سے ہے جلا صبر کا میرے خرمن
مست آنکھوں نے لگایا ہے کمیں از چپ و پیش

گر چلیپائے سرِ زلف ز ہم بگشاید
بس مسلماں کہ شود کشتۂ آں کافر کیش

کھول کر گر ہے کبھی اپنی صلیبِ کاکل
مار ڈالے ہے مسلمانوں کو وہ کافر کیش

چونکہ ایں کوشش بے فائدہ سودے ندہد
پس میازار دلِ خود ز غم اے دور اندیش

جبکہ کچھ فائدہ ہوتا نہیں اس کوشش سے
نہ جلا دل کو غمِ یار سے اے دُور اندیش

پرسشِ حالِ دلِ سوختہ کن بہرِ خدا
نیست از شاہ عجب گر بنوازد درویش

پرسشِ حالِ دلِ سوختہ کر بہرِ خدا
ہے عجب کچھ نہیں گر شاہ نوازے درویش

حافظ از نوشِ لبِ لعلِ تو کامے گر یافت
گر خورد بر دلِ ریشش دو ہزاراں سرِ نیش

طیش اسکو نہیں نوشِ لبِ لعل اے حافظ
نہ ہو خوں جس کے جگر کا نہ ہو جس کا دل ریش

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش — آئی میخانے میں آوازِ سروش
گفت بہ بخشند گنہ مے بنوش — بخش دیں گے ہم تجھے اے بادہ نوش

عفوِ الٰہی بکند کارِ خویش — کام کرتی ہیں خدا کی بخششیں
مژدۂ رحمت برساند سروش — مژدۂ رحمت سناتا ہے سروش

عفوِ خدا بیشتر از جرم ماست — بے گناہوں سے سوا عفوِ خدا
نکتۂ سربستہ چہ گوئی خموش — نکتۂ سربستہ یہ ہے رہ خموش

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند — وصل کوشش سے نہیں ملتا کبھی
ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش — پھر بھی کوشش اے مرے دل تا بکوش

ایں خردِ خام بمیخانہ بر — لے کے عقلِ خام میخانے میں چل
تا مے لعل آوردش خوں بجوش — تا کہ مے سے آئے اس کا خوں بجوش

گوشِ من و حلقۂ گیسوئے یار — حلقۂ زلفِ یار کا ہو کان میں
روئے من و خاکِ درِ مے فروش — ہو جبیں بر خاکِ کوئے مے فروش

داورِ دیں شاہِ شجاع آنکہ کرد — دین کا حاکم ہے وہ شاہِ شجاع
روحِ قدس حلقۂ امرش بگوش — جس کا ہے جبریل بھی حلقہ بگوش

اے ملک العرش مرادش بدہ — بادشاہِ عرش! مجھ پہ رحم کر
وز خطرِ چشمِ بدش دار گوش — چشمِ بد کو دور رکھ دے گوش ہوش

رندیِ حافظ نہ گناہیست صعب — رندیِ حافظ نہیں ایسا گناہ
با کرمِ پادشہِ عیب پوش — پیشِ چشمِ لطفِ شاہِ عیب پوش

بیا کہ می شنوم بوئے جان از آں عارض — کچھ ایسی آج ملی بوئے جان اُس رُخ سے
کہ یافتم دلِ خود را نشاں از آں عارض — ملا نشانِ دلِ بے نشان اُس رُخ سے

خجل بماند قدِ سروِ ناز از آں قامت — زمیں میں گڑ گیا ہر سرو دیکھ اُس قد کو
خجل شدہ است گلِ گلستاں ازاں عارض — ہے شرمسار گلِ گلستان اُس رُخ سے

معانیٔ کہ ز حوراں بشرح می گویند — بیانِ خوبیٔ حوراں سُنا بہت ہے مگر
ز حسن و لطف چو کرد ایں بیاں از آں عارض — نہ خوب تر ہے کوئی بھی بیان اُس رُخ سے

گرفتہ نافۂ چیں بوئے مشک از آں گیسو — ہے بوئے نافۂ چیں اُس کی زلفِ مشکیں میں
گلاب یافتہ بوئے چناں از آں عارض — ملا گلاب کو حسنِ جوان اُس رُخ سے

بشرم رفتہ تنِ یاسمن از آں اندام — خجل کرے ہے تنِ یاسمیں کو تن اُس کا
بخون نشستہ گلِ ارغواں از آں عارض — ہوا ہے خونِ گلِ ارغوان اُس رُخ سے

ز مہر روئے تو خورشید گشتہ غرقِ عرق — عرق عرق ہے رُخِ یار دیکھ کر سورج
نزار ماندہ مہِ آسماں از آں عارض — ہوا خمیدہ مہِ آسمان اُس رُخ سے

ز نظمِ دلکشِ حافظ چکید آبِ حیات — ہے ٹپکے آبِ بقا یوں سخن سے حافظ کے
چنانکہ خوی شدہ جاناں چکاں از آں عارض — گرے ہے جوں عرقِ ارغوان اُس رُخ سے

حسن و جمالِ تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض	روشن ہیں حسنِ یار سے دنیا جہاں کے طول و عرض
شمس فلک خجل شدہ از رخ خوب پا و ارض	شمس فلک خجل ہوا دیکھا جو روئے ماہ و ارض
رخت مقتبس خور ز چہارم آسماں	روشن ہے نور سے ترے مہرِ چہارم آسماں
ہچو زمینِ ہفتمیں ماندہ بزیر بار قرض	مثل زمینِ ہفتمیں ہے ترا زیرِ بارِ قرض
یدنِ حسن روئے تو بر ہمہ خلق واجب ست	جلوۂ حسنِ یار ہے لازمی ساری خلق پر
جدۂ درگہ تو شد بر ہمہ شاہ و ارض فرض	سجدۂ بارگاہِ دوست ہے بہ گدا و شاہ فرض
ز لبِ روح پرورت گلشکرے ببخشدم	مجھ کو دے جانِ من کبھی اپنے لبوں کی گل شکر
کے تنِ دردمندِ من رستہ شود ازیں مرض	کہ تنِ دردمند کی ہے یہی اک دوائے مرض
سر بخاکِ پائے او دست کجا دہد ترا	اپنے خاکِ پا مجھے اپنا کبھی وہ بخش دے
ۂ شوق حافظا خود کہ رساندش بعرض	قصۂ شوق و آرزو حافظؔ اگر کرے تو عرض

زچشمِ بد رخِ خوبِ ترا خدا حافظ	بُری نظر سے بچائے اُسے خدا حافظ
کہ کرد جلوہ نکوئی بجائے ما حافظ	وہ شخص تجھ پہ بہت مہرباں رہا حافظ
اگرچہ خونِ دلت خورد لعلِ او بستاں	وہ لعل لب کے جو پیتے ہیں خونِ دل تیرا
بکامِ دل ز لبش بوسہ خوں بہا حافظ	جو دیں بوسہ تو مل جائے خوں بہا حافظ
بزلف و خالِ بتاں دل مبند دیگر بار	بزلف و خالِ بتاں دل لگا نہ بارِ دگر
اگر رستی ازیں بند و ایں بلا حافظ	یہ بندِ عشق نہیں ہے یہ ہے بلا حافظ
بیا کہ نوبتِ صلح ست و دوستی و صفا	خلوص و اُنس کا ہے وقت کر قرارِ صلح
کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ	کہ تجھ سے اس کو نہیں جنگ و ماجرا حافظ
تو از کجا و اُمیدِ وصالِ او ز کجا	کہاں تو اور امیدِ وصالِ یار کہاں
بدامنش نرسد دستِ ہر گدا حافظ	نہیں ہے اتنا رسا دستِ ہر گدا حافظ
چہ ذوق یافت دلِ من ز وصلِ آں محبوب	ہوا ہے اس طرح وہ جلوہ گر کہ آج مجھے
مراست تحفۂ جاں بخش دلربا حافظ	ملا ہے تحفۂ جاں بخش دلربا حافظ
بیا بخواں غزلِ خوب و طرفہ و پُرسوز	سنا تو ایک غزل درد سے بھری کہ بہت
کہ شعر تست فرح بخش و جاں فزا حافظ	ہیں شعر تیرے سکوں بخش و جاں فزا حافظ

سحر چو بلبلِ بیدل مے شدم در باغ — مثالِ بلبلِ بیدل گیا میں اندر باغ
کہ تا چو بلبلِ بیدل کنم علاجِ دماغ — کہ بوئے گل سے ہو شاید مرا علاجِ دماغ

بچہرۂ گلِ سوری نگاہ میکردم — ہو چہرۂ گلِ سوری نگاہ میں میری
کہ بود در شبِ تارے بروشنی چو چراغ — مثالِ تیرگیٔ غم بروشنیٔ چراغ

چناں بحسن و جوانیٔ خویشتن مغرور — بنایا حسن و جوانی نے اس قدر مغرور
کہ داشت از دلِ بلبل ہزار گونہ فراغ — کہ عندلیب کے دل سے رہا ہے اس کو فراغ

کشادہ نرگسِ رعنا بحسرت آب از چشم — ہیں کس قدر گلِ نرگس کی آنکھ میں آنسو
نہادہ لالۂ حمرا بجان و دل صد داغ — ہیں دیکھ لالۂ حمرا کے دل میں کتنے داغ

زباں کشیدہ چو تیغے بسرزنش سوسن — زباں کی تیغ سے کرتی ہے سرزنش سوسن
دہاں کشادہ شقائق چو مردمانِ بلاغ — دہن کشادہ ہوئی یاسمین اندر باغ

یکے چو بادہ پرستاں صراحی اندر دست — ہو شکلِ بادہ پرستاں صراحی اندر دست
یکے چو ساقیٔ مستاں بکف گرفتہ ایاغ — مثالِ ساقیٔ مستاں بکف ہو ایسا ایاغ

نشاط و عیشِ جوانی چو گل غنیمت داں — نشاط و عیشِ جوانی ہے خوش رہو حافظ
کہ حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ — بہار آئی ہے روشن ہوا ہے گل کا چراغ

زبانِ خامہ ندارد سرِ بیانِ فراق
وگرنہ شرح دہم با تو داستانِ فراق

زباں کو ہو اگر طاقتِ بیانِ فراق
سناؤں ہم تمہیں تفسیرِ داستانِ فراق

رفیقِ خیلِ خیالیم و ہمرکابِ شکیب
قرینِ محنت و اندوہ و ہمقرانِ فراق

رفیقِ خیلِ خیال اور شکیب فطرت ہیں
قرینِ محنت و اندوہ و ہمقرانِ فراق

دریغ مدتِ عمرم کہ بر امیدِ وصال
بسر رسید و نیامد بسر زمانِ فراق

کسی طرح سے امیدِ وصال آئے نہ بر
کسی طرح نہیں ہوتا بسر زمانِ فراق

سرے کہ بر سرِ گردوں بفخر می سودم
ز روئے عجز نہادم بر آستانِ فراق

وہ سر جو گنبدِ گردوں سے تھا مرا اونچا
میں آج رکھتا ہوں اس کو بر آستانِ فراق

چگونہ باز کنم بال در ہوائے وصال
کہ ریخت مرغِ دلم پر در آشیانِ فراق

ہوائے وصل میں کیسے اڑے گا مرغِ دل
جب اس نے کر دیے پر نذرِ آشیانِ فراق

بسے نماند کہ کشتیِ عمر غرقہ شود
ز موجِ شوقِ تو در بحرِ بیکرانِ فراق

ہے ڈر کہ موجِ تمنا سے ڈوب جائے گا
سفینہ عمر کا لے بحرِ بیکرانِ فراق

فلک چو دید سرم را اسیرِ چنبرِ عشق
ببست گردنِ صبرم بریسمانِ فراق

ہو اضطراب تجھے عشق میں نہ کیوں اے دل!
جو باندھے صبر کی گردن بہ ریسمانِ فراق

کنوں چہ چارہ کہ در بحرِ غم بگردابے
فتادہ کشتیِ صبرم ز بادبانِ فراق

بچے یہ کیسے؟ جو گرداب بحرِ غم میں مرا
سفینہ صبر کا لے آیا بادبانِ فراق

چگونہ دعوئے وصلت کنم بجاں کہ شدہ ست
تنم وکیلِ قضا و دلم ضمانِ فراق

بجان و دل میں کروں کیسے وصل کا دعویٰ
ہے تن وکیلِ قضا جب، ہے دل ضمانِ فراق

فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یا رب
کہ روزِ ہجر سیہ باد و خانمانِ فراق

فراق و ہجر ہیں دنیا میں جو تری یا رب
ہو ہجر روسیہ، برباد خانمانِ فراق

ز سوزِ شوق دلم شد کباب دُور از یار
مدام خونِ جگر میخورم ز خوانِ فراق

کباب دل کو بناتا ہے سوزِ شوق مرا
رکھے ایاغ میں خونِ جگر ہے خوانِ فراق

بپائے شوق گر ایں رہ بسر شدے حافظ
بدستِ ہجر ندادے کسے عنانِ فراق

بپائے شوق جو کرتا ہے راہ طے حافظؔ
نہ دستِ ہجر میں ہرگز دے تُو عنانِ فراق

مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے فراق
کہ عمرِ من ہمہ بگذشت در بلائے فراق

نہ ہو کبھی کوئی مجھ جیسا مبتلائے فراق
رہی ہے ساتھ مرے عمر بھر بلائے فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
کشیدہ محنتِ ایام و درد ہائے فراق

غریب، عاشق و بیدل، فقیر و سرگرداں
ہیں سب کو محنتِ ایام و درد ہائے فراق

اگر بدستِ من افتد فراق را بکشم
بآبِ دیدہ دہم باز خونبہائے فراق

لگے جو ہاتھ مرے ہجر، قتل اس کو کروں
خوشی کے اشک سے بھر دوں میں خوں بہائے فراق

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہ دادِ من بستاند دہد جزائے فراق

کہاں میں جاؤں کروں کیا میں حال کس سے کہوں
سناؤں کس کو میں جا کر یہ ماجرائے فراق

ز دردِ ہجر و فراقم دمے خلاصی نیست
خدائے را بستاں داد و دہ سزائے فراق

ذرا سی فرقتِ جاناں سے دے مجھے فرصت
الٰہی! مجھ پہ کرم کر نہ دے سزائے فراق

فراق را بفراقِ تو مبتلا سازم
چناں کہ خوں بچکانم ز دیدہ ہائے فراق

فراقِ یار میں ہو مبتلا فراق اگر
بہائیں خون کے دریا یہ دیدہ ہائے فراق

من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
مگر کہ زاد مرا مادر از برائے فراق

میں اور میرے غمِ عشق و سوزشِ ہجراں
کیا ہے پیدا مجھے کیا خدا برائے فراق

بداغِ عشقِ تو حافظ چو بلبلِ سحری
زند بروز و شباں خوں فشاں نوائے فراق

خزاں میں روتا ہے بلبل کہ عشق میں حافظ
جو آج آئی ہے پھر خوں فشاں نوائے فراق

مقامِ امن و مئے بےغش و رفیقِ شفیق
گرت مُدام میسّر شود زہے توفیق

مقامِ امن و مئے خالص و رفیقِ شفیق
رہیں مدام میسر اگر زہے توفیق

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ در ہیچ ست
ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ ہیں سارے
ہزار بار کیا نکتہ میں نے یہ تحقیق

دریغ و درد کہ تا ایں زماں ندانستم
کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق

یہ راز کھل نہ سکا مجھ پہ ہائے کیوں یارب
کہ کیمیائے سعادت تھے وہ رفیق رفیق

بمامنے رو و فرصت شمر غنیمتِ وقت
کہ در کمینگہِ عمر اند قاطعانِ طریق

جو وقتِ فرصت و مہلت ملے غنیمت ہے
کہ راہِ عمر میں حائل ہیں مشکلاتِ دقیق

کجاست اہلِ دلے تا کند دلالتِ خیر
کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق

ہیں اہلِ دل وہ کہاں جن کی رہنمائی سے
وصالِ یار کا مل جائے مجھ کو ایک طریق

فدائے غمزۂ ساقی ہزار جاں آدم
کہ تر کند لبِ لعل از شرابِ ہمچو عقیق

فدائے غمزۂ ساقی میں کیوں نہ ہوں یارب
کرے ہے تر بہ مئے لعل فام لب کے عقیق

حلاوتے کہ ترا در چہِ زنخدانست
بکنہِ او نرسد صد ہزار فکرِ عمیق

وہ چاشنی جو ہے تیرے چہِ زنخداں میں
نہ پائیں اسکی حقیقت ہزار فکرِ عمیق

بیا کہ توبہ ز لعلِ نگار و خندۂ جام
تصوریست کہ عقلش نمی کند تصدیق

تبسمِ لبِ شیریں و خندۂ ساغر
ہے بات ایسی نہ جس کی ہو عقل سے تصدیق

اگرچہ موے میانت بچوں منے نرسد
خوش ست خاطرم از فکرِ ایں خیالِ دقیق

اگرچہ ریشمیں کاکل نہ کر سکا میں سر
رکھے ہے خوش مری خاطر خیالِ زلفِ دقیق

از آں برنگِ عقیق ست اشکِ من ہمہ وقت
کہ مہرِ خاتمِ چشمِ من ست ہمچو عقیق

ملا ہے رنگِ عقیق جو آنسوؤں کو مرے
ہے مہرِ خاتمِ چشمِ پُر آب مثلِ عقیق

بخندہ گفت کہ حافظ غلامِ طبعِ توام
ببیں کہ تا بچہ حدم ہمی کند تحمیق

جو ہنس کے کہتا ہے حافظ غلام ہوں تیرا
وہ دیکھو کیسے کرے شوخ ہے مری تحمیق

ہزار دشمنم ار میکنند قصدِ ہلاک
گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک

کریں رقیب ہزاروں اگرچہ قصدِ ہلاک
ہو یار جب تو مجھے کیوں ہو دشمنوں سے باک

مرا امیدِ وصالِ تو زندہ میدارد
وگرنہ ہر دم از ہجرِ تست بیمِ ہلاک

ترے وصال کی امید پر رہا زندہ
وگرنہ ہجر کرے تھا ہزار بار ہلاک

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
زماں زماں کنم از غم چو گل گریباں چاک

نفس نفس نہ اگر بوئے یار لائے صبا
زماں زماں کروں گل کی طرح گریباں چاک

رود بخواب دو چشم از خیالِ تو ہیہات
بود صبور دل اندر فراقِ تو خاشاک

ترے خیال میں ہو نیند آنکھ میں ہے ہے
ترے فراق میں اس دل کو صبر ہو خاشاک

اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم
وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک

جو زخم تو نے دیا کیوں لوں غیر سے مرہم
جو زہر تو نے دیا لوں نہ غیر سے تریاک

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند
بقدرِ بینشِ خود ہر کسے کند ادراک

ہر ایک کو نہیں قدر و شناس گوہر کی
ترے جمال کا کیسے کریں عدو ادراک

عناں نہ پیچم اگرمی زنی بشمشیرم
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

یہ جان بوجھ کے آیا ہے دام میں تیرے
پسند دل کو ہے کچھ اس قدر ترا فتراک

بچشمِ خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
کہ بر درش بنہی روئے مسکنت بر خاک

ہے سرفراز زمانے میں اک وہی حافظ
جبیں پہ جس کے لگے اسکے آستاں کی خاک

اگر بکوئے تو باشد مرا مجالِ وصول
رسد ز دولتِ وصلِ تو کارِ من بحصول

مجھے ہو کوچے میں تیرے اگر مجالِ وصول
ہو میرے دل کو بہت دولتِ وصال حصول

قرار بردہ ز من آں دو سنبلِ مشکیں
خراب کردہ مرا آں دو نرگسِ مکحول

قرار لے گئی وہ زلفِ سنبلِ مشکیں
تباہ کر گئی وہ چشمِ نرگسیں مکحول

دل از جواہرِ مہرِ تو صیقلے دارد
بود ز زنگِ حوادث ہر آئینہ مصقول

ترے جواہرِ الفت سے دل میں ہے صیقل
بچا ہے اور یہ زنگِ حوادث سے آئینہ مصقول

منِ شکستۂ بدحال زندگی یابم
در آں زماں کہ بہ تیغِ غمت شوم مقتول

دلِ شکستۂ بدحال زندگی پائے
اگر بہ تیغِ غمِ عشقِ یار ہو مقتول

چہ جرم کردہ ام اے جان و دل بحضرتِ تو
کہ طاعتِ منِ بیدل نمی شود مقبول

یہ کیا ستم ہے مری جان! تیری محفل میں
کہ طاعتِ دلِ بیدل وہاں نہیں مقبول

چو بر درِ تو منِ بینوائے بے زر و زور
بہیچ باب ندارم رہِ خروج و دخول

میں بے نوا بے زر و زور جب گیا در پر
مجھے ملی نہ کوئی واں رہِ خروج و دخول

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہ گشتہ ام ز غم و جورِ روزگار ملول

کہاں میں جاؤں کروں کیا میں حال کس سے کہوں
مجھے بتاؤں کہ کیسے کیا ہے کس نے ملول

خراب تر ز دلِ من غمِ تو جائے نیافت
کہ ساخت در دلِ تنگم قرارگاہِ نزول

بسا ہے کیوں تو دلِ تنگ میں غمِ جاناں
ملی نہ اور کوئی کیا قرارگاہِ نزول

بدردِ عشق بساز و خموش شو حافظ
رموزِ عشق مکن فاش پیشِ اہلِ عقول

ہزار غم ہیں مگر تو خموش رہ حافظ
رموزِ عشق نہ کر فاش پیشِ اہلِ عقول

اے رُخت چوں خُلد و لعلت سلسبیل
سلسبیلت کرده جان و دل سبیل

رُخ ترا جنّت ہے لب ہیں سلسبیل
خون کی سینے میں ہے میرے سبیل

سبز پوشانِ خطت بر گرد لب
ہمچو حورانند گرد سلسبیل

رونگٹے ایسے ہیں گرد لب تیرے
جس طرح حوریں ہوں گردِ سلسبیل

ناوکِ چشمِ تو در ہر گوشۂ
ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل

مت چلا یوں ہر طرف تیرِ نظر
دیکھ ہر گوشے میں کتنے ہیں قتیل

یا رب ایں آتش کہ در جانِ من است
سرد کن زاں ساں کہ کردی بر خلیل

آتشِ نمرود ہے دل میں مرے
سرد کر اس کو خدا وندِ خلیل

من نمی یابم مجال اے دوستاں
گرچہ او دارد جمالے بس جمیل

دوستو! میں اس کو چھو سکتا نہیں
وہ حسیں اِتنا ہے ایسا ہے جمیل

حسنِ ایں نظم از بیاں مستغنی است
بر فروغِ خور کے جوید دلیل

میرا حسنِ نظم مثلِ آفتاب
چاہیے اِس کو نہیں کوئی دلیل

معجز است ایں شعر یا سحرِ حلال
ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل

شعر میں میرے ہے ایسا معجزہ
جیسے لایا ہو اُسے خود جبرئیل

کس نداند گفت شعرے زیں نمط　　لفظ جڑتا ہوں میں یوں اشعار میں
کس نیارد سُفت دُرّے زیں قبیل　　جیسے گوہر در گلو بندِ شکیل

پائے ما لنگ ست و منزل بس دراز　　دُور منزل اور میرا پاؤں لنگ
دستِ ما کوتاہ و خرما بر نخیل　　دست کوتہ اور خرما بر نخیل

آفریں بر کلکِ نقاشے کہ داد　　واہ اے نقاش تُو نے دے دیا
بکرِ معنے را چنیں حسنِ جمیل　　صورتِ معنی کو کیا حسنِ جمیل

حافظا گر معنے داری بیار　　قوتِ معنی ہے تجھ میں گر، دکھا
ورنہ دعویٰ نیست غیر از قال و قیل　　دعویٰ تیرا ورنہ حافظ قال و قیل

بعہدِ گل شدم از توبۂ شراب خجل
کہ کس مباد ز کردارِ ناصواب خجل

کیا ہے تو نے یوں اے توبۂ شراب خجل
کہ ہے نہ مجھ سا کوئی رندِ ناصواب خجل

صلاحِ من ہمہ جامِ مے ست و من زیں بحث
نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل

صلاح میری نہ گر ہوتی ساغر و مے
میں ہوتا شاہد و ساقی سے بے حساب خجل

زخوں کہ رفت مرا دوش در سراچۂ چشم
شدیم در نظرِ رہروانِ خواب خجل

بہایا دیدۂ بیدار سے جو شبِ ہجر خوں
ہوا میں در نظرِ رہروانِ خواب خجل

تو خوب روئے تری ز آفتاب شکرِ خدا
کہ نیستم ز تو در روئے آفتاب خجل

نکلتا شام میں ہے ماہتاب رُخ جو ترا
ہزار دیکھ کے ہوتا ہے آفتاب خجل

بود کہ یار نپرسد گنہ ز خلقِ کریم
کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل

نہ پوچھ حشر میں یا رب مرے گناہوں کو
سوال دیوے ہے رنجیدگی جواب خجل

بزیرِ لب ز چہ رو جام زہر خندہ زند
اگر نہ از لبِ لعلِ تو شد شراب خجل

لگایا منہ سے ہے جب اُس نے جامِ زریں کو
ہوئی ہے دیکھ لبِ لعل کو شراب خجل

از آں نہفتہ رُخِ خویش در نقابِ صدف
کہ شد ز نظمِ خوشش لولوئے خوشاب خجل

نکلتا وہ نہیں باہر صدف کے پردے سے
ہے تجھ کو دیکھ کے یوں گوہرِ خوشاب خجل

حجابِ ظلمت از آں بست آبِ خضر کہ گشت
ز نظمِ حافظ و از طبع ہمچو آب خجل

فلک میں گونجی ہے خوش بانگِ نظمِ حافظ یوں
ہوا ہے لغزشِ شب تاب و لاجواب خجل

بسحرِ چشمِ تو اے لعبتِ خجستہ خصال
بسرِّ خطِ تو اے آیتِ ہمایوں فال

بہ سحرِ چشمِ تو اے شاہدِ خجستہ خصال
بہ رمزِ غمزۂ تو دلبرِ ہمایوں فال

بنوشِ لعلِ تو اے آبِ زندگانیِ من
برنگ و بوئے تو اے نوبہارِ حسن و جمال

بہ نوشِ لعلِ لب اے آبِ زندگانیِ من
بہ رنگ و بوئے تو اے نوبہارِ حسن و جمال

بآں صحیفۂ عارض کہ گشت گلشنِ چشم
بآں حدیقۂ بینش کہ شد مقالِ خیال

بہ آبِ عارضِ گل رنگ ہے جو گلشنِ چشم
بہ قولِ شیریں دہن جو بنا مقالِ خیال

بآں عقیق کہ دارست مہرِ خاتمِ چشم
بآں گہر کہ شمارست در بلیغ مقال

بہ رنگِ لعل جو ہم کو ہے مہرِ خاتمِ چشم
دُرِ آب ہے یہ تمہارا ہے جو بلیغ مقال

بجلوہائے تو و شیوہائے رفتنِ چشم
بعشوہائے تو و غمزہائے چشمِ غزال

بہ جلوہائے تو و شیوہائے گردشِ چشم
بہ عشوہائے تو و غمزہائے چشمِ غزال

بطیبِ خُلقِ تو و نفحۂ شمامۂ گل
ببوئے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شمال

بہ خیرِ خُلقِ تو و خوشبوئے شمامۂ گل
بہ بوئے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شمال

بگردِ راہِ تو یعنی بسایۂ اُمّید
بخاکِ پائے تو یعنی برشکِ آبِ زلال

بہ گردِ راہِ تو یعنی بہ سایۂ امید
بہ خاکِ پائے تو یعنی بہ رشکِ آبِ زلال

بسروِ ماہ نمایت بآفتابِ بلند
بآستانِ رفیعت بآسمانِ جلال

بہ سروِ قامتِ تو و بہ آفتابِ بلند
بہ شانِ رفعتِ تو و بہ آسمانِ جلال

کہ بے رضائے تو حافظ گر التفات کند
بعمر باز نماند چہ جائے مال و منال

کہ بے رضا تری حافظ کی جاں کو چین نہیں
نہیں ہیں تیرے سوا اُسکے کوئی مال و منال

دارائے جہاں نصرتِ دیں خسروِ کامل
یحییٰ بن مظفر ملکِ عالم و عادل

دارائے جہاں نصرتِ دیں خسروِ کامل
ہے ابنِ مظفر ملکِ عالم و عادل

اے آنکہ در اسلام پناہِ تو گشودہ
بر روئے جہاں روزنۂ جان و تن و دل

اسلام کا اے شاہ ترے دم سے کھلا ہے
بر روئے جہاں روزنۂ جان و تن و دل

تعظیمِ تو بر جان و خرد واجب و لازم
انعامِ تو بر کون و مکاں فائض و شامل

تعظیم تری جان و خرد پر ہوئی لازم
انعام ترا کون و مکاں میں ہوا شامل

روزِ ازل از کلکِ تو یک قطرہ سیاہی
بر روئے مہ افتاد کہ شد حلِ مسائل

خامے سے ازل میں ترے اک قطرہ سیاہی
گر کے رخِ مہ پر ہے بنا حلِ مسائل

خورشید چو آں خالِ سیہ دید بدل گفت
اے کاش کہ من بودمے آں بندۂ مقبل

دیکھے رخِ روشن پہ سیہ خال جو تیرا
خورشید بھی کہتا ہے کہ میں بندہ و سائل

شاہِ فلک از بزمِ تو در رقص و سماع است
دستِ طرب از دامنِ ایں سلسلہ مگسل

جب دیکھ کے محفل کو فلک ہوتا ہے رقصاں
اے دستِ طرب چھوڑ نہ دامانِ فضائل

مے نوش و جہاں بخش کہ از زیج کمندت
شد گردنِ بدخواہ گرفتارِ سلاسل

پی بادۂ جاں بخش، کمیں گاہ میں اپنی
کر گردنِ بدخواہ گرفتارِ سلاسل

چوں دورِ فلک یکسرہ بر منہجِ عدل است
خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل

لذت نہ رہی ظلم میں بیدادگروں کو
خوش باش کہ ہے دورِ فلک عدل پہ مائل

حافظ قلمِ شاہِ جہاں مقسمِ رزق است
از بہرِ معیشت مکن اندیشۂ باطل

حافظ جو کرے رزق کی تقسیم شہنشاہ
تو بہرِ معیشت نہ کر اندیشۂ باطل

رہرواں را عشق بس باشد دلیل	آنسوؤں کی جب لگائی ہے سبیل
آبِ چشم اندر رہش کردم سبیل	رہرواں نے عشق کی دی ہے دلیل
موجِ اشکِ ما کے آرد در حساب	اشکِ عاشق مژہ کو کافی نہیں
آنکہ کشتی راند بر خونِ قتیل	مانگتی قاتل ہے وہ خونِ قتیل
بے مے و مطرب بفردوسم مخواں	بے مے و مطرب نہ جا فردوس میں
رَاحَتِیْ فِی الرَّاحِ لَا فِی السَّلْسَبِیْل	چاہے واں جتنا ہو آبِ سلسبیل
آتشِ روئے بتاں بر خود مزن	آتشِ روئے بتاں سے کر حذر
ورنہ از آتش گذر کن چوں خلیل	ورنہ آتش سے گزر مثلِ خلیل
یا مکن با پیلباناں دوستی	پیل بانوں سے اگر ہے دوستی
یا بنا کن خانہ در خوردِ پیل	گھر بھی ہونا چاہیے درخورِ پیل
یا بنہ بر خود کہ مقصد گم کنی	طے نہیں ہوتی ہے رہبر کے بدوں
یا منہ پائے دریں رہ بے دلیل	عشق کی پُرپیچ و خم راہِ طویل
شاہِ عالم را بقا و عزّ و مال	شاہِ عالم کو بقا و عزّ و مال
باد و ہر چیزے کہ خواہد زیں قبیل	شوکتِ دارا و جم شانِ جلیل
عقل در حسنش نمی یابد بدل	حسنِ صورت یار کا ہے بے بدل
طبع در لطفش نمی یابد بدیل	خوبیِ سیرت بھی اُس کی بے بدیل
حافظ از سرپنجۂ عشقِ نگار	پنجۂ الفت میں حافظ یوں ہے بچھے
ہمچو مور افتادہ زیرِ پائے پیل	چیونٹی جیسے ہو زیرِ پائے پیل

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمانِ گل　　لا ساقیا شراب کہ آیا زمانِ گل
تا بشکنیم توبہ دگر در میانِ گل　　توبہ کو توڑیں بیٹھ کے ہم درمیانِ گل

کوری خار نعرہ زناں تا چمن رویم　　دامن بچا کے خار سے جائیں چمن میں ہم
چوں بلبلاں نزول کنیم آشیانِ گل　　بلبل سنائے نغمہ لیے آشیانِ گل

در صحنِ بوستاں قدحِ بادہ نوش کن　　صحنِ چمن میں مستیِ میخوار دیکھ کر
کآیاتِ خوشدلی برسید از زبانِ گل　　آیاتِ خوش دلی کی سنائے زبانِ گل

گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق　　آ یار گلشن آرا! کہ تیرے بدوں نہیں
بادہ شراب خواہ و سرا بوستانِ گل　　آراستہ بہار میں یہ بوستانِ گل

حافظ وصالِ گل طلبی ہمچو بلبلاں　　حافظ تو مثلِ بلبل اگر گل پہ ہے فدا
جاں کن فدائے خاکِ رہِ باغبانِ گل　　جاں کر فدائے خاکِ رہِ باغبانِ گل

شممتُ روحَ ودادٍ و شمتُ برقَ وصال
یا کہ بوئے ترا میرم اے نسیمِ شمال

اُڑ کے آئی بوئے عاشقی و برقِ وصال
کروں نثار میں جاں تجھ پہ اے نسیمِ شمال

اَحادیا بجمالِ الحبیبِ قِف وَانزِل
نیست صبرِ جمیلم ز اشتیاقِ جمال

اے ساربانِ محبت ٹھہر کہ ساتھ ترے
گیا ہے لُوٹ کے صبرِ جمیل شوقِ جمال

کایتِ شبِ ہجراں فروگذار اے دل
بشکر آنکہ برافگند پردہ روزِ وصال

شکایتِ شبِ ہجراں نہ کر کہ آئے گا
پھر آفتابِ رُخِ یار لے کے روزِ وصال

چو یار بر سرِ صلح است و عذر میخواہد
توان گذشت ز جورِ رقیب در ہمہ حال

ہوا ہے صلح پہ تیار جب سے یار میرا
گوارا مجھ کو ستم ہے رقیب کا ہر حال

یا کہ پردۂ گل ریز ہفت خانۂ چشم
کشیدہ ایم بہ تحریرِ کارگاہِ خیال

تو آ کہ راہ میں تیری بکھیرتا ہوں میں
بنا کے پھول بہ تحریرِ کارگاہِ خیال

بجز خیالِ دہانِ تو نیست در دلِ تنگ
کہ کس مباد چو من در پئے خیالِ محال

بجز خیالِ لبِ یار کچھ نہیں دل میں
ہوا ہوں اس طرح میں درپئے خیالِ محال

را لیست پریشاں بدستِ غم پامال
تاں کہ ہیچ کس نیست واقفِ احوال

ہوا ہے رنج سے پامال دل مرا ایسے
کہ کوئی ہونا نہیں چاہتا ہے واقفِ حال

اسیر و بیدل و بیجاں شدم از آں سرِ زلف	اسیر و بیدل و بیجاں ہے بندِ زلف میں دل
بماندہ والہ و شیدا چو مرغِ بے پر و بال	ہوا ہے والہ و شیدا پرند بے پر و بال
ملالِ مصلحتے می نمایم از جاناں	مجھے ہے مصلحتاً عشق میں غمِ جاناں
کہ کس بجہد نماند ز جانِ خود بملال	وگرنہ شوق سے کرتا ہے کون رنج و ملال
قتیلِ عشقِ تو شد حافظِ غریب ولے	قتیلِ عشق ہو تو اے غریب دل حافظؔ
بخاکِ ما گذرے کن کہ خونِ مات حلال	کہ تیغ کے لیے اُس کی ہے تیرا خون حلال

هر کس کہ ندارد بجہاں مہرِ تو در دل
حقا کہ بود طاعتِ او ضائع و باطل

دنیا میں نہ ہو عشق و محبت کا جو قائل
پرہیز ہے بیکار تو زہد اُس کا ہے باطل

برداشتن از عشقِ تو دل فکرِ محالست
از جانِ خود آساں بود از عشقِ تو مشکل

ممکن نہیں الفت کو تری دل سے مٹانا
مٹ جانا ہے آسان مٹا دینا ہے مشکل

از عشقِ تو ناصح چہ مرا منع نماید
اے دوست مگر ہم تو کنی حلِ مسائل

کرتا ہے مجھے منع، یہ ناصح کو پتہ کیا
بے دوست نہیں کوئی مرا حلِ مسائل

گشتیم جہاں را کہ بہ بینیم و ندیدیم
ہمچوں تو کسے زیبا در شکل و شمائل

میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں انہیں دنیا جہاں میں
ملتے ہیں کہیں بھی نہ ترے شکل و شمائل

اے زاہدِ خود بیں بدرِ میکدہ بگذر
آں دلبرِ من بیں کہ بود میرِ قبائل

میخانے میں جا، دیکھ تو اے زاہدِ خود بیں!
کس شان سے دلبر ہے مرا میرِ قبائل

از وصلِ تو شستند رقیباں ز طمع دست
چوں گشت مرا کام دل از لعلِ تو حاصل

جلتے ہیں بہت دیکھ کے مجھ کو مرے دشمن
جس دن سے مجھے لعلِ لبِ یار ہے حاصل

حافظ تو برو بندگیِ پیرِ مغاں کن
بردامنِ او دست زن و از ہمہ بگسل

حافظ درِ میخانہ پہ جا چھوڑ کے دُنیا
بن پیرِ خرابات کا تو بندہ و سائل

این چہ شوریست کہ در دورِ قمری بینم | تجھ میں کیا حشر بپا دورِ قمر ہوتا ہے
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شری بینم | کامراں دنیا میں کیوں فتنۂ شر ہوتا ہے

ہر کسے روز بہی می طلبد از ایام | ہے یہ امید کہ کل آج سے بہتر ہو گی
مشکل اینست کہ ہر روز بتری بینم | حال ہر روز مگر بد سے بتر ہوتا ہے

ابلہاں را ہمہ شربت ز گلاب و قند است | عرقِ شیریں ہے ناداں کے لیے روحِ گلاب
قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگری بینم | اور عاقل کے لیے خونِ جگر ہوتا ہے

اسپِ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں | اسپِ تازی کو لگا زخم ہے زیرِ پالاں
طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خری بینم | طوقِ زریں مگر زیورِ خر ہوتا ہے

دختراں را ہمہ جنگ است و جدل با مادر | بیٹیاں ہیں کہ کریں جنگ و جدل مادر سے
پسراں را ہمہ بدخواہِ پدری بینم | اور بیٹا ہے کہ بدخواہِ پدر ہوتا ہے

ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد | بھائی بھائی کو نہیں پوچھتا دنیا میں کوئی
ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسری بینم | چاہنے والا پسر کا نہ پدر ہوتا ہے

پندِ حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن | پندِ حافظ کو تو اے خواجہ ذرا غور سے سن
زانکہ این پند بہ از دُرّ و گہری بینم | اس کی ہر بات میں پوشیدہ گہر ہوتا ہے

برخیز تا طریقِ تکلف رہا کنیم
دکانِ معرفت بدو جو پُر بہا کنیم

آؤ کہ ترکِ رسمِ فریب و ریا کریں
دکانِ معرفت کو یونہی پُر بہا کریں

بردیگراں نگارِ قباپوش بگذرد
ما نیز جامہ ہائے صبوری قبا کنیم

غیروں کو قربِ یارِ قباپوش و عیشِ دل
ہم اُن کہ جامہ ہائے صبوری قبا کریں

ہفتاد زلت از نظرِ خلق در حجاب
بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنیم

بہتر ہیں رند، چاہے وہ کتنے حقیر ہوں
ان زاہدوں سے چھپ کے جو مکر و ریا کریں

آنکو بغیر سابقہ چندیں نواخت کرد
ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم

رحمت کی کچھ خزینۂ حق میں کمی نہیں
بندوں کو بخشتا ہے وہ، جتنی خطا کریں

گر یک شبے بدستِ من افتد نگارِ من
مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم

لگ جائے یار ہاتھ ہمارے جو ایک رات
دامن کبھی نہ ہاتھ سے اس کا رہا کریں

گفتم گذشت کامِ دلم حاصل از لبت
گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم

پوچھا کہ بوسہ تیرے لبوں کا ملے گا کب
بولا یہ نعمتیں نہ ہر اک کو عطا کریں

حافظ وفا نمی کند ایامِ سست عہد
ایں پنج روزہ عمر بیا تا وفا کنیم

حافظ زمانہ گرچہ ہے بے مہر و بے وفا
لازم مگر ہے آپ پہ مہر و وفا کریں

بعزمِ توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہارِ توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم

بعزمِ توبہ تھا سوچا کہ استخارہ ہو
بہارِ توبہ شکن آ گئی کیے چارہ ہو

سخن درست بگویم نمی توانم دید
کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم

رقیب مے پییں بیٹھا میں دور سے دیکھوں
خدا کرے نہ کبھی ایسا اک نظارہ ہو

بدورِ لالہ دماغ مرا علاج کنید
گر از میانۂ اہلِ طرب کنارہ کنم

علاج مغز کرو میرا موسمِ گل میں
جو مجھ کو اہلِ طرب سے کبھی کنارہ ہو

اگر شبے بہ زبانم حدیثِ توبہ رود
ز بے طہارتی آں را بمے غرارہ کنم

جو لفظِ توبہ سے میری زبان ہو گندی
تو کلیاں ہوں مئے ناب سے غرارہ ہو

بہ تختِ گل بنشانم بتے چو سلطانے
ز سنبل و سمنش سازِ طوق و یارہ کنم

ہو شاہ کی طرح بیٹھا وہ تختِ گل پر بت
ہوں پھول بال میں ماتھے پہ اک ستارہ ہو

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
ہماں بہست کہ میخانہ را اجارہ کنم

نہیں ہے جب مری پرہیزگاری سے رہ و رسم
شراب خانے کا مجھ کو نہ کیوں اجارہ ہو

ز روئے دوست مرا چوں گلِ مراد شگفت
حوالۂ سرِ دشمن بہ سنگِ خارہ کنم

نسیمِ یار کھلائے گلِ مراد مرا
حوالۂ سرِ دشمن بہ سنگِ خارہ ہو

گدائے میکدہ‌ام لیک وقتِ مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

فقیر میکدہ ایسا کہ جس کو مستی میں
ہو ناز بر فلک اور حکم بر ستارہ ہو

اگر ز لعل لبِ یار بوسہ‌ئی یابم
جواں شوم ز سر و زندگی دوبارہ کنم

جو مجھ کو لعل لبِ یار کا ملے بوسہ
جوانی از سرِ نو، زندگی دوبارہ ہو

چو غنچہ با لبِ خنداں بیادِ مجلسِ شاہ
پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم

مثالِ غنچہ ہوں خنداں بیادِ مجلسِ شاہ
پیالہ ہاتھ میں ہو، جامہ پارہ پارہ ہو

نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ
مرا چہ سود کہ منعِ شراب خوارہ کنم

نہ شیخ ہوں، نہ مدرس، نہ محتسب، نہ فقیہ
سو منع کس لیے شغلِ شراب خوارہ ہو

ز بادہ خوردنِ پنہاں ملول شد حافظ
بہ بانگِ بربط و نے رازش آشکارہ کنم

مزہ کوئی نہیں حافظ جو چھپ کے پیتے ہیں
بہ بانگِ بربط و نے راز آشکارہ ہو

بے تو اے سروِ رواں با گل و گلشن چہ کنم
زلفِ سنبل چہ کشم عارضِ سوسن چہ کنم

بے ترے اے سروِ رواں باگل و گلشن کیا ہو
زلفِ سنبل کا ہو کیا، عارضِ سوسن کیا ہو

آہ کز طعنۂ بدخواہ ندیدم رویت
نیست چوں آئینہ ام روئے ز آہن چہ کنم

گر گرے طعنۂ بدخواہ تکدرِ صورت
آب شیشے کی ہو کیا، صیقلِ آہن کیا ہو

برو اے زاہد و بر دُرد کشاں خردہ مگیر
کار فرمائے قدر میکند ایں من چہ کنم

نہ لگا عیب تو ان دُرد کی کشوں پر زاہد
حکمِ تقدیر ہو جب نیتِ آمن کیا ہو

برقِ غیرت چو چنیں می جہد از مکمنِ غیب
تو بفرما کہ منِ سوختہ خرمن چہ کنم

نہ گرے اس پہ اگر برقِ تجلی تیری
تو بتا حالِ دلِ سوختہ خرمن کیا ہو

مدّے گر بچراغے نکند آتشِ طور
چارۂ تیرہ شبِ وادیِ ایمن چہ کنم

نہ جلیں شاخ و شجر طور کے گر آتش سے
چارۂ تیرہ شبِ وادیِ ایمن کیا ہو

شاہِ ترکاں چو پسندید و بچاہم انداخت
دستگیر ار نشود دستِ تہمتن چہ کنم

شاہ نے چاہ میں بیژن کو ہے ڈالا لیکن
ہو مددگار نہ گر دستِ تہمتن کیا ہو

خونِ من ریختی از ناوکِ دلدوزِ فراق
خود بگو با تو من اے دیدۂ روشن چہ کنم

خونِ دل کرتا ہے جب ناوکِ دلدوز ترا
چارہ پھر اس کا بتا دیدۂ روشن کیا ہو

حافظا خلدِ بریں خانۂ موروثِ من است
اندریں منزلِ ویرانہ نشیمن چہ کنم

حافظا خلدِ بریں خانۂ موروث ہو جب
آگے اس کے یہ ترا فانی نشیمن کیا ہو

بروائے طبیبم از سرکہ خبر ز سر ندارم
بخدارا کہ غمِ جاں کہ ز جاں خبر ندارم

اے طبیب دردِ دل ہے مجھے دردِ سر نہیں ہے
جو مرض ہے مجھ کو اس کی تجھے کچھ خبر نہیں ہے

بعیادتم قدم نہ کہ ز بیخودی شوم بہ
مے ناب نوش و ہم دہ کہ غمِ دگر ندارم

کرے گر میری عیادت تو لے آ شراب تھوڑی
میرے غم کی یہ دوا ہے مجھے غم دگر نہیں ہے

غم ار خوری ازیں بیش کنم ز غم خوری بیں
نظرے بجز تو با کس بجہے دگر ندارم

تو ہی غمگسار میرا، تو ہی چارہ ساز میرا
کہ علاج میرے دل کا بہ کسی دگر نہیں ہے

ز زرت کنند زیور ز برت کشند در بر
من بے نوائے مضطر چہ کنم کہ زر ندارم

ملے زر سے تیری قربت بنے زر سے تیرا زیور
میں ہوں بے نوائے مضطر، میرے پاس زر نہیں ہے

دگرم مگو کہ خواہم کہ ز در گہت برانم
تو بریں و کن برانم کہ دل از تو بر ندارم

نہ اٹھا بے مجھے خدارا کہ برائے سجدہ سر کو
بجز آستاں کے تیرے کوئی اور در نہیں ہے

من اگرچہ بے ستم نہ حبیبے بدستم
مبرید دل ز دستم کہ دلِ دگر ندارم

تو مرے دلِ حزیں کو گیا لوٹ کے ہے پھر کیوں
میرے پاس جانتا ہے کہ دلِ دگر نہیں ہے

دلِ حافظ ار بجوئی غمِ دل بہ تنہا گوئی
چہ بگویمت بجوئی سر دردِ سر ندارم

نہ ہے دردمند کوئی، نہ ہے غمگسار کوئی
ترے دردِ دل کا حافظ کوئی چارہ گر نہیں ہے

چرا نہ در پئے عزمِ دیارِ خود باشم	میں کاش در پئے عزمِ دیارِ خود ہوتا
چرا نہ خاکِ کفِ پائے یارِ خود باشم	میں کاش خاکِ کفِ پائے یارِ خود ہوتا
غمِ غریبی و غربت چو بر نمی تابم	مجھے غریبی و غربت کی اپنی تاب نہیں
بشہرِ خود روم و شہر یارِ خود باشم	اے کاش شہر میں میں شہر یارِ خود ہوتا
ز محرمانِ سراپردۂ وصال شوم	ہوا ہوں محرمِ قصرِ وصال تو کیا ہے
ز بندگانِ خداوندگارِ خود باشم	اے کاش بندۂ پروردگارِ خود ہوتا
چو کارِ عمر نہ پیداست بارے آں اولیٰ	نہ عاقبت کا پتہ جب ہے کتنا اچھا تھا
کہ روزِ واقعہ پیشِ نگارِ خود باشم	کہ وقتِ مرگ میں پیشِ نگارِ خود ہوتا
ز دستِ بختِ گراں خوابُ کارِ بیساماں	بہ دستِ بختِ گراں خوابُ کارِ بےساماں
اگر کنم گلہ راز دارِ خود باشم	گلہ میں کرتا اگر راز دارِ خود ہوتا
ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود	نہ ہوتا پیشہ اگر عاشقی و رندی کا
دگر بکوشم و مشغولِ کارِ خود باشم	میں جد و جہد سے مشغولِ کارِ خود ہوتا
بود کہ لطفِ ازل رہنموں شود حافظؔ	نہ ملتے گر مجھے حافظؔ خدا کے لطف و کرم
وگرنہ تا بابد شرمسارِ خود باشم	میں روزِ حشر بہت شرمسارِ خود ہوتا

حاشا کہ من بموسمِ گل ترکِ مے کنم
من لافِ عقل میزنم ایں کار کے کنم

میں کس طرح بموسمِ گل ترکِ مے کروں
بلبل کی بانگِ مست سنوں پرہیزِ مے کروں

مطرب کجاست تا ہمہ محصولِ زہد و علم
درکارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم

مطرب بلاؤ تاکہ میں محصولِ زہد کو
قربانِ بانگِ بربط و آوازِ نے کروں

از قال و قیلِ مدرسہ حالے دلم گرفت
یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم

مکتب کی قال و قیل سے تنگ آ گیا ہوں میں
اب چاہتا ہوں خدمتِ معشوق و مے کروں

کو پیکِ صبح تا گلہ ہائے شبِ فراق
باآں خجستہ طالعِ فرخندہ پے کنم

آئے جو پیکِ صبح تو میں شکوہ ہجر کا
باآں خجستہ طالع و فرخندہ پے کروں

کے بود در زمانہ وفا جامِ مے بیار
تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم

ہے بے وفا زمانہ پلا ساقیا کہ میں
تجھ سے بیاں حکایتِ کاؤس و کے کروں

از نامۂ سیاہ نترسم کہ روزِ حشر
با فیضِ لطفِ او صد ازیں نامہ طے کنم

گو نامۂ عمل ہے سیہ پل صراط سب
برکت سے فیضِ حق کی میں بے باک طے کروں

خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند
تا مدعی بگو کہ چرا ترکِ مے کنم

ڈالا ہے بادہ روزِ ازل جب سرشت میں
اے مدعی اسے کیسے بھلا ترکِ مے کروں

ایں جانِ عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست
روزے رخش ببینم و تسلیمِ وے کنم

جلوہ اگر دکھائے وہ حافظ تو زندگی
قربان جس قدر بھی میرے پاس ہے کروں

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

ایک دن چھوڑ کے یہ خانۂ ویراں جاؤں
پاؤں میں راحتِ جاں، در پئے جاناں جاؤں

گرچہ دانم کہ بجائے نبرد راہِ غریب
من بہ بوئے خوشِ آں زلفِ پریشاں بروم

جان کر بھی کہ نہ منزل ہے کوئی اس رہ میں
میں درونِ پیچ و خمِ زلفِ پریشاں جاؤں

چوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت
بہواداریٔ آں سروِ خراماں بروم

جوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت
بہ ہواداریٔ آں سروِ خراماں جاؤں

دلم از وحشتِ زندانِ سکندر بگرفت
رخت بربندم و تا ملکِ سلیماں بروم

تنگ ہے وحشتِ زندانِ سکندر سے دل
یا خدا کس طرح در ملکِ سلیماں جاؤں

در رہِ او چو قلم گر بسرم باید رفت
با دلِ درد کش و دیدۂ گریاں بروم

جو بلائے مرا معشوق تو میں سر کے بل
با دلِ درد کش و دیدۂ گریاں جاؤں

نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
تا درِ میکدہ شاداں غزل خواں بروم

غم سے فرصت ہو تو میں عیش سے کیسے دیکھیو
درِ میخانہ پہ شاداں و غزل خواں جاؤں

بہواداریٔ او ذرہ صفت رقص کناں
تا لبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں بروم

رقص کرتا ہوا ذرے کی طرح کرنوں میں
چومنے کو وہ رخِ مہرِ درخشاں جاؤں

نازکاں را چو غمِ حالِ گرفتاراں نیست
سارباناں مددے تا خوش و آساں بروم

ناز ہیں کرتے نہیں رحم گرفتاروں پہ
سارباں کر تو مدد تا خوش و آساں جاؤں

ور چو حافظ نبرم رہ ز بیاباں بیروں
ہمرہِ کوکبۂ آصفِ دوراں بروم

اور نہ حافظ سے اگر دشت نوردی تو میں
ہمرہِ قافلۂ آصفِ دوراں جاؤں

خیالِ روئے تو گر بگذرد بگلشنِ چشم
دل از پئے نظر آید بسوئے روزنِ چشم

خیالِ روئے نگار آئے گر بگلشنِ چشم
برائے دید چلے دل بسوئے روزنِ چشم

بیا کہ لعل و گہر در نثارِ مقدمِ تو
ز گنج خانۂ دل می‌کشم بمخزنِ چشم

تُو آ کہ گنج سے دل کے نثار کرنے کو
میں لے کے آؤں ہزاروں گہر بمخزنِ چشم

سزائے تکیہ گہت منظرے نمی بینم
منم بہ عالم و ایں گوشۂ معینِ چشم

ہے تکیہ گاہ اگر کوئی تیرے منظر کی
ہے ایک میرا ہی بس گوشۂ معینِ چشم

سحر سرشکِ روانم سرِ خرابی داشت
گرم نہ خونِ جگر می‌گرفت دامنِ چشم

بہاتا یاد میں ہوں تیری خون کے آنسو
کہ چھوٹتا نہیں خونِ جگر سے دامنِ چشم

نخست روز کہ دیدم رخِ تو دل می‌گفت
اگر رسد ضررے خونِ من بگردنِ چشم

کہا تھا دیکھتے ہی دل نے چہرۂ جاناں
ضرر ہے اس میں تو ہے خوں مرا بگردنِ چشم

بہ بوئے مژدۂ وصلِ تو تا سحر ہمہ شب
براہِ باد نہادم چراغِ روشنِ چشم

سُنی ہے جب بھی خبر شب میں تیرے آنے کی
بھڑک بھڑک کے جلا ہے چراغِ روشنِ چشم

بمردمی کہ دلِ دردمندِ حافظ را
مزن بناوکِ دلدوزِ مردم افگنِ چشم

ہے کرنی گر تجھے دلداریٔ دلِ حافظ
چلا نہ ناوکِ دلدوزِ مردم افگنِ چشم

در خرابات مغاں نورِ خدا می بینم
وین عجب بین کہ چہ نورے ز کجا می بینم

بادہ خانے میں عجب نورِ خدا دیکھا ہے
کیا نظر آیا مجھے میں نے یہ کیا دیکھا ہے

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو
خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

خود نمائی نہ کر اے شیخ مرے آگے یوں
تو نے خانہ بخدا میں نے خدا دیکھا ہے

سوزِ دل اشکِ رواں آہِ سحر نالۂ شب
این ہمہ از اثرِ لطفِ شما می بینم

سوزِ دل، اشکِ رواں، آہِ سحر، نالۂ شب
ہے یہ سب جب سے پری چہرہ ترا دیکھا ہے

خواہم از زلفِ بتاں نافہ کشائی کردن
فکرِ دور است ہمانا کہ خطا می بینم

طلبِ نافہ کشائی ہے مجھے جس دن سے
میں نے وہ پیچ و خمِ زلفِ دوتا دیکھا ہے

ہر دم از روئے تو نقشے زندم راہِ خیال
با کہ گویم کہ درین پردہ چہا می بینم

رہزنِ فکر و خیال اُس کا ہر اک نقش ہوا
کیا کہوں میں نے ترے چہرے میں کیا دیکھا ہے؟

کس ندیدست ز مشکِ ختن و نافۂ چین
آنچہ من ہر سحر از بادِ صبا می بینم

نافۂ چیں میں نہیں، مشکِ ختن میں بھی نہیں
ہر سحر میں نے جو اندازِ صبا دیکھا ہے

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش
کہ من این مسئلہ بے چون و چرا می بینم

بے کم و بیش چلا دورِ فلک اور میں نے
سارا یہ مسئلہ بے چون و چرا دیکھا ہے

منصب عاشقی و رندی و شاہد بازی	منصبِ عاشقی و رندی و شاہد بازی
ہمہ از تربیتِ لطفِ شما می بینم	مہربانی سے تری سب یہ روا دیکھا ہے
کیست دُردی کش ایں میکدہ یارب کہ درش	میکدے میں کوئی ایسا ہے کہ جس کے در پر
قبلۂ حاجت و محرابِ دعا می بینم	قبلۂ حاجت و اسلوبِ دعا دیکھا ہے
دوستاں عیبِ نظر بازیِ حافظ مکنید	عیب کیوں کہتے ہو حافظ کی نظر بازی کو
کہ من او را ز محبانِ خدا می بینم	اُس نے تو رُخِ صنم میں بھی خدا دیکھا ہے

دوش سودائے رخش گفتم ز سر بیروں کنم گفت کو زنجیر تا تدبیر ایں مجنوں کنم	جی میں ہے میرے خیالِ عاشقی بیروں کروں زلف سے اُس کی رَہا اپنا دلِ مجنوں کروں
قامتش را سرو گفتم سرکشید از من بخشم دوستاں از راست میرنجد نگارم چوں کنم	سرو قد کہتا ہوں اُس کو سرکشی کرتا ہے وہ ناپسند اتنی اگر ہے بات سچ میں کیوں کروں
نکتہ ناسنجیدہ گفتم دلبرا معذور دار عشوۂ فرمائی تا من طبع را موزوں کنم	بات ناموزوں کہی میں نے تو مجھ کو کر معاف عشوۂ موزوں دکھا' تا طبع میں موزوں کروں
زرد روئی میکشم زآں طبع نازک بیگناہ ساقیا جامے بدہ تا چہرہ را گلگوں کنم	کر دیا ہے زرد رُو مجھ کو فراقِ یار نے ساقیا دے مے کہ چہرہ اپنا میں گلگوں کروں
من کہ رہ بردم بگنج حسن بے پایان دوست صد گدائے ہمچو خود را بعد ازیں قاروں کنم	جب سے پایا اُس کا گنجِ حسن بے پایاں ہے باوجودِ بے نوائی میں تجمل قاروں کروں
اے نسیم حضرت لیلیٰ خدارا تا بکے ربع را برہم زنم اطلال را جیحوں کنم	اے نسیم وہ گھر جاناں بتا میں کب تلک گھر کروں برباد' اور ٹیلوں کو میں جیحوں کروں
اے مہِ نامہرباں از بندہ حافظ یاد کن تا دعائے دولتِ آں حسنِ روز افزوں کنم	وہ مہِ نامہرباں حافظ اگر ہو مہرباں میں دعاؤں سے فزوں تر حسنِ روز افزوں کروں

در نہاں خانۂ عشرت صنمے خوش دارم
کز سرِ زلف و رخش نعل در آتش دارم

ہے نہاں خانۂ عشرت میں بتِ خوش مجھ کو
شعلۂ رخ نے کیا نعل در آتش مجھ کو

گر بکاشانۂ رنداں قدمے خواہی زد
نُقل شعرِ شکریں و مئے بے غش دارم

تم بدوش آ کے کاشانۂ رنداں ساقی
شیریں اشعار سنا دے مئے بے غش مجھ کو

در تو زیں دست مرا بے سر و سامان داری
من بآہ سحرت زلف مشوش دارم

باندھ کے دل رکھے گر پیچ و خمِ گیسو میں
زلف سے تیری نہ ہو اتنی کشاکش مجھ کو

عاشق و رندم و میخوارہ بآواز بلند
وایں ہمہ منصب از آں شوخِ پریوش دارم

عاشق و رند ہوں آوارہ و میخوارہ ہوں
دیکھ کیا تو نے کیا شوخ پری وش مجھ کو

گر چنیں جلوہ نماید خطِ زنگاریِ دوست
من رخِ زرد بخونابہ منقش دارم

ہے برنگِ گل و نسریں رخِ گلنار تجھے
ہے بخونابہ بھی رخسار منقش مجھ کو

ناوکِ غمزہ بیاور زرہِ زلف کہ من
جنگہا با دلِ مجروحِ بلاکش دارم

تیر گر ترچھی نظر کے نہ کریں خوں اس کا
جنگ ہو بادلِ مجروحِ بلاکش مجھ کو

یک سرِ موئے بدست من و یک سر با دوست
سالہا بر سرِ ایں موئے کشاکش دارم

رشتۂ زلف اگر ہوتا نہ اُلجھا ایسا
ہوتی اتنی نہ کبھی تجھ سے کشاکش مجھ کو

حافظا چوں غم و شادیِ جہاں درگذرست
بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم

جبکہ حافظ غم و شادیِ جہاں فانی ہیں
شکر ایزد کہ ملا ایک دلِ خوش مجھ کو

دی شب بسیلِ اشک رہِ خواب میزدم
نقشے بیادِ خطِ تو بر آب میزدم

سیلابِ اشک سے شبِ بے خواب ہے مجھے
نقشِ دہان و رُخ ترا بر آب ہے مجھے

روئے نگار در نظرم جلوہ می نمود
وز دور بوسہ بر رُخِ مہتاب میزدم

روئے نگار کے لیے تڑپا ہے دل بہت
آیا نظر جو ہجر میں مہتاب ہے مجھے

ابروئے یار در نظر و خرقہ سوختہ
جامے بیادِ گوشۂ محراب میزدم

ابروئے یار دیکھ کے، خرقے کو بیچ کے
پینا بیادِ گوشۂ محراب ہے مجھے

چشمم بروئے ساقی و گوشم بقولِ چنگ
فالے بچشم و گوش دریں باب میزدم

آنکھیں ہیں روئے یار پہ ہیں کان چنگ پر
یوں میکدے میں ملی مئے ناب ہے مجھے

نقشِ خیالِ روئے تو تا وقتِ صبحدم
بر کارگاہِ دیدۂ بیخواب میزدم

نقشِ خیالِ رُخ ترا تا وقتِ صبح دم
بر کارگاہِ دیدۂ بے خواب ہے مجھے

ہر مرغِ فکر کز سرِ شاخِ طرب بجست
بازش ز طرۂ تو بمضراب میزدم

مرغِ خیال میرا جو شاخِ طرب پہ ہے
پھر چین کیوں نہ لے دلِ بیتاب ہے مجھے

ساقی بصوتِ ایں غزلم کاسہ میگرفت
می گفتم ایں سرود و مئے ناب میزدم

ساقی ہوا ہے میری غزل سن کے مہرباں
دیتا پیالہ بھر کے مئے ناب ہے مجھے

خوش بود وقتِ حافظ و فالِ مراد و کام
بر نامِ عمر و دولتِ احباب میزدم

حافظ ملی مراد، اگر وقتِ خوش رہا
حاصل یہ سب بدولتِ احباب ہے مجھے

دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم
از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

دیدار بھی نصیب ہے بوس و کنار بھی
قسمت بھی مہرباں ہے بہت روزگار بھی

زاہد برو کہ طالع اگر طالعِ من ست
جامم بدست باشد و زلفِ نگار ہم

زاہد نہ روک مجھ کو کہ یاریٔ بخت سے
ساغر ہے ہاتھ میں مرے زلفِ نگار بھی

ما عیب کس برندی و مستی نمی کنیم
لعلِ بتاں خوش ست و مے خوشگوار ہم

پرہیز بادہ خواری و مستی سے کیوں ہو جب
ملتے ہیں لب بتوں کے، مے خوشگوار بھی

اے دل بشارتے دہمت محتسب نماند
وز مے جہاں پر ست و بتِ میگسار ہم

اے دل خبر سنی ہے کہ تحریمِ مے گئی
ہے میکدے میں مے بھی، بتِ میگسار بھی

آں شد کہ چشمِ بد نگراں بود از کمیں
خصم از میاں برفت و سرشک از کنار ہم

بے خوف دشمنوں کا، نہ اندیشۂ عدو
آباد شاہدوں سے ہے دل بھی، کنار بھی

خاطر بدست تفرقہ دادن نہ زیرکی ست
مجموعۂ بخواہ و صراحی بیار، ہم

اے دل نہ ہو ملول، چل ایسی جگہ جہاں
ہو ساغر و شراب بھی، مطرب بھی، یار بھی

بر خاکیانِ عشق فشاں جرعۂ لبش
تا خاک لعل گوں شود و مشکبار ہم

دے خاکسارِ عشق کو اک جرعۂ لب بھی
تا خاک لعل گوں ہو مری، مشکبار بھی

چوں آبروئے لالہ و گل فیضِ حسنِ تست
اے ابرِ لطف بر منِ خاکی ببار، ہم

ہے آبروئے لالہ و گل فیض سے ترے
طالب ہے ابرِ لطف کا یہ خاکسار بھی

چوں کائنات جملہ بروئے تو زندہ اند
اے آفتاب سایہ زمن بر مدار، ہم

وہ آفتاب دیں ہے جو سب کو زندگی
رخشندگی پہ اس کی ہے میرا مدار بھی

اہل نظر اسیرِ تو اند از خدا بترس
وز انتصافِ آصفِ جم اقتدار ہم

اہلِ نظر اسیر نہ کر اور ڈر کہ ہیں
عادل خدا بھی آصفِ جم اقتدار بھی

بر یادِ روئے انورِ تو آفتابِ صبح
جاں می‌کند فداء و کواکب نثار ہم

میں ہی نہ روئے انورِ جاناں پہ ہوں فدا
ہوتے ہیں آفتاب و کواکب نثار بھی

گوئے زمیں ربودۂ چوگانِ عدلِ تست
ویں برکشیدہ گنبدِ نیلی حصار ہم

جیتے ہیں ایک چوٹ سے چوگان نے تیرے
گوئے زمین و گنبدِ نیلی حصار بھی

تا از نتیجۂ فلک و طورِ دورِ اوست
تبدیلِ سال و ماہ و خزان و بہار ہم

جب تک کہ ہے طریقِ فلک اور اُس کا دور
تبدیلِ ماہ و سال و خزان و بہار بھی

خالی مباد کاخِ جلالت ز سروراں
وز ساقیانِ سرو قدِ گلعذار ہم

کاخِ جلال میں ترے سردار جمع ہوں
اور ساقیانِ سرو قدِ گلعذار بھی

برہانِ ملک و دیں کہ ز دستِ وزارتش
ایامِ کان یمیں شد و دریا یسار ہم

برہانِ دین جس کی وزارت میں خوش ہیں سب
امن و اماں سے ہو گیا پُر یہ دیار بھی

عزمِ سبک عنانِ تو در جنبش آورد
ایں پایدار مرکزِ عالی مدار ہم

عزمِ سبک عناں سے لرز جائے ہے ترے
یہ پائیدار مرکزِ عالی مدار بھی

دیوار در میانہ چو برگِ گل دو روست
ہمسایۂ ہمند خزان و بہار ہم

شادی و غم ہیں دو رُخِ یک برگ جس طرح
ہمسایہ ہیں چمن میں خزان و بہار بھی

حافظ گر در ثنائے تو چندیں گہر فشاند
پیشِ کفِ تو شد خجل و شرمسار ہم

حافظ جو ہے گہر فشاں تیرے جمال پہ
ہے دیکھ کے جلال ترا شرمسار بھی

روزگارے شد کہ در میخانہ خدمت میکنم
درلباسِ فقر کارِ اہلِ دولت میکنم

میکدے میں جا کے میخواروں کی خدمت میں کروں
در لباسِ فقر، کارِ اہلِ دولت میں کروں

تا گر در دامِ وصل آرم تذرو خوشخرام
درکمینم انتظارِ وقتِ فرصت میکنم

دام میں آ کے خوشی سے یارِ خوش انداز کے
صید بن کے انتظارِ وقتِ فرصت میں کروں

واعظِ ما بوئے حق نشنید بشنو ایں سخن
درحضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم

وعظ میں زاہد کے بوئے حق نہیں ملتی کہیں
سامنے کہتا ہوں اُس کے اور نہ غیبت میں کروں

چوں صبا افتان وخیزاں میروم تا کوئے دوست
وز رفیقِ راہ استمدادِ ہمت میکنم

جا رہا ہوں گرتا پڑتا میں جو کوئے یار میں
اُس سے ملنے کی بتاؤ کیسے ہمت میں کروں

دیدۂ بدبیں بپوشاں اے کریمِ عیب پوش
زیں دلیریہا کہ من در کنجِ خلوت میکنم

عیب بینوں سے چھپا لے عیب پوشِ مہرباں!
پُرخطاؤں سے جو اپنا کنجِ خلوت میں کروں

حاش للہ کز حسابِ روزِ حشرم باک نیست
فالِ فردا میزنم امروز عشرت میکنم

فرصتِ فردا بھی مل جائے گی اُس کے فیض سے
آج گر دی ہے خدا نے کیوں نہ عشرت میں کروں

از یمینِ عرش آمین میکند روح الامیں
چوں دعائے پادشاہ و ملک وملت میکنم

عرشِ بالا میں کہے آمین ہے روح الامیں
جب دعائے بادشاہ و ملک وملت میں کروں

خسروا امید جاہ و مال دارم زیں سبب
التماس آستاں بوسی حضرت میکنم

شاہ سے ملنے کے مال وجاہ کی اُمید پر
التماس آستاں بوسی حضرت میں کروں

خاک کویت بر نتابد زحمتِ ما بیش ازیں
لطفہا کردی بتا تخفیفِ زحمت میکنم

دُور رہنا مجھ کو زحمت وصل میں زحمت تجھے
کس طرح جاناں بتا تخفیفِ زحمت میں کروں

زلفِ دلبر دام راہ و غمزہ اش تیر بلاست
یاد دار اے دل کہ چندیں نصیحت میکنم

زلفِ دلبر دام ہے اک غمزۂ دلکش بلا
سنتا پر میری نہیں دل گو نصیحت میں کروں

حافظم در محفلے دُردی کشم در مجلسے
بنگر ایں شوخی کہ چوں با خلق صحبت میکنم

ایک محفل میں ہوں حافظ دوسری میں دُرد کش
میری شوخی دیکھئے کیا با خلق صحبت میں کروں

صنما با غمِ عشقِ تو چہ تدبیر کنم
تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم

اے صنم کیا غمِ الفت کی میں تدبیر کروں
کب تلک ہجر میں یوں نالۂ شبگیر کروں

دلِ دیوانہ از آں شد کہ پذیرد درماں
گرش ہم ز سرِ زلفِ تو زنجیر کنم

دلِ دیوانہ جواب دے قابلِ درماں نہ رہا
زلف سے باندھوں اسے قید بہ زنجیر کروں

آنچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات
در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم

لاکھ غم مجھ کو ملے ہیں جو تری فرقت میں
ایک خط میں تو بتا کیسے یہ تحریر کروں

با سرِ زلفِ تو مجموعِ پریشانیِ خویش
کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم

جو پریشانیاں اس دل کو ملیں زلفوں سے
کیسے میں ان کو بتا قابلِ تقریر کروں

رند گر نگم و با شاہد و مے ہم صحبت
نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم

رند یک رنگ ہوں، ہے شاہد و مے سے محبت
کیسے پھر تو ہی بتا حیلہ و تزویر کروں

آں زماں کارزوئے دیدنِ جانم باشد
در نظر نقشِ رخِ خوبِ تو تصویر کنم

چاہوں جب دیکھنا میں جان کو اپنی جاناں
سامنے آنکھ کے اپنی تری تصویر کروں

گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد
دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر کنم

مہرباں ہو کے کبھی تو مرے پاس آئے اگر
دین و دل کر کے میں قرباں تری توقیر کروں

دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو
من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم

جا کے افسانے سنا اور کسی کو واعظ
نہیں ایسا بھی کہ میں گوش بہ تزویر کروں

نیست امکانِ خلاص از غمِ او اے حافظ
چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم

غمِ جاناں سے رہائی نہ ملے حافظ کیسے
ہے جو تقدیر میں کیا اس کی میں تدبیر کروں

عشق بازی و جوانی و شرابِ لعل فام
مجلسِ اُنس و حریفِ ہمدم و شربِ مُدام

عشق بازی و جوانی و شرابِ لعل فام
مجلسِ اُنس و رفیقِ ہمدم و شربِ مدام

ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیریں سخن
ہمنشینِ نیک کردار و حریفِ نیک نام

ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیریں سخن
ہمنشینِ نیک کردار و شفیقِ نیک نام

شاہدے در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی
دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام

شاہدے در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی
دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام

بادۂ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک
نقلے از لعلِ نگار و نقلے از یاقوتِ جام

بادۂ گلرنگ و تلخ و تند و شیریں و سبک
ساقیِ گلرخ، نگارِ لعل لب، یاقوتِ جام

بزمگاہے دلنشیں چوں قصرِ فردوسِ بریں
گلشنے پیرامنش چوں روضۂ دار السلام

بزمگاہِ عیش، جیسے قصرِ فردوسِ بریں
گلشنِ آرام، جیسے روضۂ دار السلام

صف نشیناں نیک خواہ و پیشکاراں با ادب
دوستداراں صاحب اسرار و حریفاں دوستکام

صف نشیناں نیک خواہ و پیش داراں با ادب
یار داراں راز دار و راز داراں یار کام

غمزۂ ساقی بیغمائے خرد آہختہ تیغ
زلفِ دلبر از برائے صیدِ دل گسترده دام

غمزۂ غمازِ ساقی رہزنِ ہوش و خرد
گیسوئے دلبر برائے صیدِ دل بندِ دام

ہر کہ ایں صحبت بجوید خوشدلی بروے حلال
وانکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بروے حرام

ہو جو اس صحبت کا طالب ہے حلال اسکو طرب
اور نہ چاہے جو یہ عشرت زندگی اسکی حرام

نکتہ دانے بذلہ گو چوں حافظِ شیریں سخن
بخشش آموزِ جہاں افروز چوں حاجی قوام

نکتہ دان و بذلہ گو ہے حافظِ شیریں سخن
بخشش آموز و جہاں افروز ہے حاجی قوام

غمِ زمانہ کہ ہیچش کراں نمی بینم
دواش جز مئے چوں ارغواں نمی بینم

کہیں بھی ایسا غمِ بیکراں نہیں دیکھا
سوائے مے نہ ہو چارہ جہاں نہیں دیکھا

نشانِ مردِ خدا عاشقی ست با خود آئی
کہ در مشایخِ شہر ایں نشاں نمی بینم

نشانِ مردِ خدا عاشقی و درویشی
پر اس کا شیخ میں کوئی نشاں نہیں دیکھا

دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد
ببیں کہ اہلِ دلے درجہاں نمی بینم

پلا کے خمر کرے جو علاجِ مخموری
وہ اہلِ دل کوئی ایسا یہاں نہیں دیکھا

ز آفتابِ قدح ارتفاعِ عیش بگیر
چرا کہ طالعِ وقت آنچناں نمی بینم

وہ آفتاب کہ ہے جو مرے پیالے میں
کہیں بھی تجھ میں وہ اے آسماں نہیں دیکھا

بریں دو دیدۂ حیرانِ من ہزار افسوس
کہ با دو آئینہ رویش عیاں نمی بینم

ہوا ہے دھندلا یوں آئینہ آنکھ کا میری
کہ مدتوں سے ترا رخ عیاں نہیں دیکھا

قدِ تو تا بشد از جویبارِ دیدۂ من
بجائے سرو جز آبِ رواں نمی بینم

گیا ہے چھوڑ کے وہ سرو جوئے چشم مری
کچھ اس میں اب بجز آبِ رواں نہیں دیکھا

بترکِ صحبتِ پیرِ مغاں نخواہم گفت
چرا کہ مصلحتِ خود در آں نمی بینم

میں ترکِ صحبتِ پیرِ مغاں کروں کیسے
جب اس سا میں نے کوئی مہرباں نہیں دیکھا

من و سفینۂ حافظ کہ جز دریں دریا
بضاعتِ سخنِ دُرفشاں نمی بینم

ادب کے بحر میں بہتر کلامِ حافظ سے
کوئی سفینۂ گوہر فشاں نہیں دیکھا

کو فرصتے کہ خدمتِ پیرِ مغاں کنم
وز پندِ پیر دولتِ خود را جواں کنم

آؤ کہ چل کے خدمتِ پیرِ مغاں کریں
بخشش سے اُس کی دولتِ دل کو جواں کریں

من سالہا مجاورِ میخانہ بودہ ام
باقیش ہم بخدمتِ آں آستاں کنم

گزری ہے عمر نوکریِ میکدہ میں جب
باقی ہے جتنی ختم اُسے بھی وہاں کریں

دی شیشہ دید با من و بشکست محتسب
امروز زیرِ دلق طمع نہاں کنم

توڑے ہے شیشہ دیکھتے ہی محتسب اگر
بہتر ہے زیرِ خرقہ اُسے ہم نہاں کریں

منکر رسید تا شکند شیشۂ شراب
تدبیرِ امن ازو تو مکن من چناں کنم

آیا ہے توڑنے کو جو شیشہ شراب کا
منکر ہے اُس سے کیسے امیدِ اماں کریں

شیخم بگوشش گفت حرام است مے مخور
گفتم بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنم

تنگ آ گئے ہیں شیخ کی سُن کے ملامتیں
اب مصلحت یہی ہے کہ ہم ہاں میں ہاں کریں

حافظ مکن فرار ز جورِ رقیبِ سگ
کاندر پناہِ یار خدا در اماں کنم

بچنا رقیبِ سگ سے ہے حافظ تو آ کہ ہم
ڈھونڈیں پناہِ یار تلاشِ اماں کریں

گر ازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم
نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم

چھوڑ کے منزلِ غربت بسوئے خانہ چلیں
راہ میں پر ٹھہر کے کچھ دیر بمیخانہ چلیں

زیں سفر گر بسلامت بوطن باز رسم
دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم

مست و خوش پی کے پلا کے جو وطن میں پہنچیں
بن کے تو واں پہ بڑا عاقل و فرزانہ چلیں

تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازیں سیرِ سلوک
بر درِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم

تا کہ تجھ پر کھلیں اسرارِ تصوف صوفی
بر درِ میکدہ با بربط و پیمانہ چلیں

آشنایانِ رہِ عشق گرم خوں بخورند
کافرم گر بشکایت بر بیگانہ روم

آشنایانِ رہِ عشق پئیں خوں بھی اگر
لے کے کوئی نہ شکایت تو بہ بیگانہ چلیں

بعد ازیں دستِ من و زلفِ چو زنجیرِ نگار
تا کے از پئے کامِ دلِ دیوانہ روم

ہاتھ آئی ہے مرے زلف کی زنجیر جواب
اس سے باندھوں میں تجھے اے دلِ دیوانہ چلیں

گر بہ بینم خمِ ابروئے چو محرابش باز
سجدۂ شکر کنم و ز پئے شکرانہ روم

خمِ ابرو کی جو محراب نظر آئے تجھے
سجدۂ شکر میں گر، دو پئے شکرانہ چلیں

خرم آں دم کہ چو حافظ بتولائے وزیر
سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم

مہرباں تجھ پہ جو حافظ ہے وزیرِ اعظم
مست و مدہوش تو با دوست بکاشانہ چلیں

ما وردِ سحر بر درِ میخانہ نہادیم
اوقاتِ دعا در رہِ جانانہ نہادیم

ہم محورِ گردش درِ میخانہ بنا دیں
امید کا مرکز رہِ جانانہ بنا دیں

سلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بما داد
تا روی دریں منزلِ ویرانہ نہادیم

سلطانِ ازل نے جو غمِ عشق دیا ہے
آ ہم اُسے گنجِ دلِ ویرانہ بنا دیں

در خرمنِ صد عاقل و زاہد زند آتش
ایں داغ کہ ما بر دلِ دیوانہ نہادیم

ہُوں سوختہ صد خرمنِ فرزانہ و زاہد
یوں آتشِ داغِ دلِ دیوانہ بنا دیں

در دل ندہم رہ پس ازیں مہرِ بتاں را
مُہرِ لبِ او بر درِ ایں خانہ نہادیم

جو مہرِ بتاں دل میں ہے آباد ہم اُس کو
وہ آئے تو مُہرِ لبِ جانانہ بنا دیں

آں بوسہ کہ زاہد ز پئش داد بما دست
از رشکِ صفا بر لبِ جانانہ نہادیم

وہ باتحفہ جو بوسے کے لئے دیتا ہے مرشد
ممکن ہو تو اُس کو لبِ جانانہ بنا دیں

چوں میرود ایں کشتیِ سرگشتہ کہ آخر
جاں در سرِ ایں گوہرِ یک دانہ نہادیم

سرگشتہ ہے جو عمر کی کشتی تو ہم اُس کا
حاصل تجھے اے گوہرِ یک دانہ بنا دیں

المنۃ للہ کہ چو ما بیدل و دیں بود
آں را کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم

ہیں رنج و الم ایسے رہِ عشق میں یہ سب
فرزانہ و عاقل کو بھی دیوانہ بنا دیں

در خرقہ ازیں بیش منافق نتواں بود
بنیادش ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم

میخانے میں آ زاہدِ خود بیں کہ تیرے
دستور کو ہم شیوۂ رندانہ بنا دیں

قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
یا رب چہ گدا ہمت و شاہانہ نہادیم

اے صبر و قناعت سے اگر کام تو حافظ
ہم تیری فقیری کو بھی شاہانہ بنا دیں

ما دریں در نہ پئے حشمت و جاہ آمدہ ایم
از بدِ حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم

لینے در پر نہ ترے حشمت و جاہ آئے ہیں
مانگنے سیلِ حوادث سے پناہ آئے ہیں

رہرو منزلِ عشقیم و ز سرحدِ عدم
تا باقلیمِ وجود ایں ہمہ راہ آمدہ ایم

رہرو منزلِ الفت ہیں عدم سے چل کے
ملکِ ہستی میں بہ پیمائی راہ آئے ہیں

سبزۂ خطِ تو دیدیم و ز بستانِ بہشت
بطلبگاریِ ایں مہر گیاہ آمدہ ایم

دیکھنے کو ترے رخسار پہ ہم دنیا میں
زیبِ خال و شکنِ زلفِ سیاہ آئے ہیں

با چنیں گنج کہ شد خازنِ او روحِ امیں
بگدائی بدرِ خانۂ شاہ آمدہ ایم

گنجِ شاہی کہ ہے جبریل نگہباں جس کا
مانگنے وہ بدرِ خانۂ شاہ آئے ہیں

لنگرِ حلمِ تو اے کشتیٔ توفیق کجاست
کہ دریں بحرِ کرم غرقِ گناہ آمدہ ایم

لنگرِ علم ہے لے کشتیٔ توفیق کہاں
بحرِ رحمت میں جو ہم غرقِ گناہ آئے ہیں

آبرو میرود اے ابرِ خطاپوش ببار
کہ بدیوانِ عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم

رکھ خداوندِ خطاپوش ہماری عزت
لے کے دیوانِ عمل نامہ سیاہ آئے ہیں

حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بینداز کہ ما
از پئے قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم

دور رکھ خرقۂ پشمینہ کہ حافظ ہم آج
لے کے سینے میں بہت آتش و آہ آئے ہیں

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہواداریِ کویش را چو جانِ خویشتن دارم

یہ وعدہ ہے کہ جب تک جان ہم اندر بدن رکھیں
محبت دل میں کوچے کی ترے اے سیم تن رکھیں

بکام و آرزوئے دل چو دارم خلوتے حاصل
چہ فکر از خبثِ بدگویاں میانِ انجمن دارم

ہو پوری آرزو جب اور ملے خلوت تری ہم کو
تو پھر کیوں فکرِ بدگو درمیانِ انجمن رکھیں

شرابِ خوش گوارم ہست و یارِ مہرباں ساقی
ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

مئے پُرجوش ہے باقی ہے یارِ مہرباں ساقی
نہ کیوں کچھ دیر تیری پھر چراغاں انجمن رکھیں

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدش
فراغ از سروِ بستانی و شمشادِ چمن دارم

کبھی وہ گر قد و قامت ہمارے یار کی دیکھیں
حیا کیسی دلوں میں سرو و شمشادِ چمن رکھیں

سزد کز خاتمِ لعلش زنم لافِ سلیمانی
چو اسمِ اعظم باشد چہ باک از اہرمن دارم

لبِ لعلیں کی خاتم اُس کی ہے رشکِ سلیمانی
رکھیں ہم اسمِ اعظم گر نہ خوفِ اہرمن رکھیں

گرم صد لشکر از خوباں بقصدِ دل کمیں سازند
بحمد اللہ والمنّہ بتے لشکر شکن دارم

بصد لشکر حسینانِ جہاں آتی ہیں دل لینے
مگر ہم ہیں کہ دل میں اک بتِ لشکر شکن رکھیں

الا اے پیرِ فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ
کہ من در ترکِ پیمانہ دلِ پیماں شکن دارم

نہ ہم کو پیرِ فرزانہ ندامت عیبِ میخانہ
کہ ہم در ترکِ پیمانہ دلِ پیماں شکن رکھیں

چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمدالله
نه میل لاله و نسرین نه برگ یاسمن دارم

شہ جب گلزارِ جاناں میں خراماں سیر کرتے ہم
نہ ذوقِ لالہ و نسریں نہ شوقِ یاسمن رکھتیں

صفای خلوت خاطر از آن شمع چگل جویم
فروغ چشم و نور دل از آن ماه ختن دارم

صفائے خلوتِ خاطر از آں شمعِ چگل چاہیں
فروغِ چشم و نورِ دل از آں ماہِ ختن رکھتیں

خدا را ای رقیب امشب زمانی دیده بر هم نه
که من با لعل خاموشش نهانی صد سخن دارم

خدارا اے عدو کچھ دیر کو تو آج شب سو جا
کہ لب اُس کے کرنے کے لئے ہم صد سخن رکھتیں

برندی شهره شد حافظ پس از چندین ورع اما
چه غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

ہو چاہے جتنی حافظ شہر میں رندوں کی بدنامی
انہیں کیا غم کہ وہ مرشد امین الدین حسن رکھتیں

مرو کہ در غمِ ہجرِ تو از جہاں برویم
بیا کہ پیشِ تو از خویش ہر زماں برویم

تمہارے ہجر میں ہم چھوڑ کے جہاں جائیں
چلے بھی آؤ کہ پاؤں پہ دے کے جاں جائیں

سخن بگوی کہ پیشِ لبِ تو جاں بدہیم
روا مکن کہ دریں حسرت از جہاں برویم

بوقتِ مرگ ذرا آ کے کچھ تسلی دو
نہ تا کہ ہم اسی حسرت میں دے کے جاں جائیں

روا مدار کہ جاں بر لب ست ما ز جہاں
ندیدہ کامِ دل از آں لب و دہاں برویم

ہے لب پہ جان ہمارے دہن تمہارا جان
ہو بات جب کہ ملا کے لب و دہاں جائیں

خوش آں زماں کہ ببینیم بر دہاں لبِ تو
تو خود بگوئی کہ ما از برت چساں برویم

ہمارے لب پہ تمہارے ہیں لب جو وقتِ نزع
بتاؤ کس طرح ہم چھوڑ کے جہاں جائیں

گدائے کوئے شمائیم و حاجتے داریم
روا مدار کہ محروم از آستاں برویم

فقیر کوچۂ جاناں ہیں حسرتیں ہیں بہت
روا نہیں ہے کہ محروم آستاں جائیں

نشانِ وصل بمادہ بہر طریق کہ ہست
کہ بارے از پئے وصلِ تو بر نشاں بریم

کسی طرح نہیں ملتے نشانِ وصل ہمیں
بتاؤ تم سے ملیں کس طرح کہاں جائیں

مگو کہ حافظ ازیں در برو برائے خدا
کہ ہرچہ رائے تو باشد جز ایں بر آں بریم

اٹھائے یار ہے جب در سے اپنے اے حافظ
تم اُس سے جا کے یہ پوچھو کہ ہم کہاں جائیں

مژدهٔ وصل تو کو کز سر جاں برخیزم
طائر قدسم و از دام جہاں برخیزم

دردِ فرقت سے تو بہتر ہے کہ جاں سے جاؤں
طائرِ قدس ہوں، دامِ جہاں سے جاؤں

یارب از ابرِ ہدایت برساں بارانے
پیشتر زانکہ چو گردے ز میاں برخیزم

مجھ پہ بارانِ ہدایت ہو خدایا کہ کہیں
گرد کی طرح نہ آوارہ یہاں سے جاؤں

بولائے تو کہ گر بندهٔ خویشم خوانی
از سرِ خواجگیِ کون و مکاں برخیزم

بخدا تو مجھے گر اپنا بنالے بندہ
میں سرِ خواجگیِ کون و مکاں سے جاؤں

بر سرِ تربتِ من با مے و مطرب بنشیں
تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم

مطرب و ساقی اگر ساتھ ہوں تربت کے مرے
رقص کرتا ہوا میں مست جہاں سے جاؤں

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر
تا سحرگہ ز کنارِ تو جواں برخیزم

وہ کسی رات جو مجھ پیر کو آغوش میں لے
نوجواں بن کے میں آغوشِ جواں سے جاؤں

تو مپندار کہ از خاکِ سرِ کوئے تو من
بجفائے فلک و جورِ زماں برخیزم

ہوں گدا کوچۂ جاناں کا، بتا میں کیسے
بہ جفائے فلک و جورِ زماں سے جاؤں

برنخیزم ز سرِ کوئے تو تا جاں دارم
ور رسد کار بجاں از سرِ جاں برخیزم

جب تلک جاں ہے نہ چھوڑوں میں کوئے جاناں کو
جاں بھی گر دینی پڑے شوق سے جاں سے جاؤں

سرو بالا بنما اے بتِ شیریں حرکات
کہ چو حافظ ز سرِ جان و جہاں برخیزم

سرو قد اپنا دکھلائے وہ مجھے گر حافظ
جان قربان کروں، جان و جہاں سے جاؤں

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم
صد بار توبہ کردم و دیگر نمی کنم

ہم ترکِ عشقبازی و ساغر نہ کر سکے
توبہ تو کی ہزار، عمل پر نہ کر سکے

باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصر و حور
با خاکِ کوئے دوست برابر نمی کنم

باغِ بہشت و قصر بنائے تو ہیں مگر
اُس خاکِ در کے کچھ بھی برابر نہ کر سکے

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت است
کردم اشارتے و مکرر نمی کنم

اہلِ نظر کو ایک اشارہ ہی ہے بہت
کر دے جو ایک بار، مکرر نہ کر سکے

ہرگز نمی شود ز سرِ خود خبر مرا
تا در میانِ میکدہ سر بر نمی کنم

مستی ہے میکدے میں کچھ ایسی ترے کہاں
معلوم حال اپنا کوئی سر نہ کر سکے

شیخم بطعنہ گفت حرام است مے مخور
گفتم کہ گوش بہ ہر خر نمی کنم

کہتے ہیں شیخ طنز سے بادہ حرام ہے
کہہ دو کہ قدر اس کی ہر اک خر نہ کر سکے

پیرِ مغاں حکایتِ معقول می کند
معذورم ار محالِ تو باور نمی کنم

پیرِ مغاں کا گفتۂ معقول جو سنے
تفسیرِ شیخ وہ کبھی باور نہ کر سکے

ایں تقویٰ ام بس است کہ چوں اہلِ شہر
ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمی کنم

واعظ پہ رازِ عشق کھلے گر، وہ پھر کبھی
ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نہ کر سکے

زاہد بطعنہ گفت برو ترکِ عشق کن
محتاجِ جنگ نیست برادر نمی کنم

الجھو نہ شیخ سے کبھی جا کر کہ شہر میں
جھگڑا کوئی بھی اُس کے برابر نہ کر سکے

حافظ جنابِ پیرِ مغاں مامنِ وفاست
من ترکِ خاک بوسیِ ایں در نمی کنم

پیرِ مغاں کے در میں ہے کچھ امن اس قدر
حافظ جدا ہم اس سے کبھی سر نہ کر سکے

من نہ آں رندم کہ ترکِ شاہد و ساغر کنم
محتسب داند کہ من ایں کارہا کمتر کنم

کس طرح ہم رند ترکِ شاہد و ساغر کریں
کام ایسا محتسب تو ہی بتا کیونکر کریں

چوں صبا مجموعۂ گل را بآبِ لطف شست
کج دلم خواں گر نظر بر صفحۂ دفتر کنم

جب بہ آبِ لطف دھوئے ہے صبا اوراقِ گل
ہے یہ بدذوقی کہ فکرِ کتب و دفتر کریں

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نامِ فسق
داوری دارم بسے یارب کرا داور کنم

لالہ ساغر گیر، نرگس مست اور بدنام ہم
شکوے ہم کو ہیں بہت لیکن کسے داور کریں

عشق دُردانہ است و من غواص و دریا میکدہ
سر فرو بردم دراں جا تا کجا سر بر کنم

عشق دُردانہ ہے، ہم غواص، دریا میکدہ
اس میں کھائیں کیوں نہ غوطے کیوں نہ غرق اب سر کریں

گرچہ گرد آلودِ فقرم شرم باد از ہمتم
گر بآبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم

ہیں تو گرد آلودِ غربت، شرم آتی ہے مگر
جب بہ آبِ چشمۂ خورشید دامن تر کریں

من کہ دارم در گدائی گنجِ سلطانی بدست
کے طمع بر گردشِ گردونِ دوں پرور کنم

گنجِ سلطانی دیا ہے جب فقیری نے ہمیں
طمع کیوں بر گردشِ گردونِ دوں پرور کریں

عاشقاں را گر در آتش می پسندد لطفِ دوست
تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم

گر ہو منشا یار کی عشاق دوزخ میں جلیں
ہم نہ ہرگز پھر نظر بر چشمۂ کوثر کریں

عہد و پیمانِ فلک را نیست چنداں اعتبار
عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم

عہد و پیمانِ فلک پر جب بھروسا کچھ نہیں
عہد پیمانے سے باندھیں، شرط با ساغر کریں

باز کش یکدم عناں اے ترکِ شہر آشوبِ من
تا ز اشک و چہرہ راہت پُر زر و گوہر کنم

اشک میرے دیکھ لے اے ترکِ شہر آشوبِ تو
کیسے یہ تجھ پر نچھاور جوہر و گوہر کریں

باوجودِ بے نوائی روسیہ بادم چو ماہ
گر قبولِ فیضِ خورشیدِ بلند اختر کنم

باوجود بے نوائی روسیہ ہوں مثلِ مہ
گر قبولِ فیضِ خورشیدِ بلند اختر کریں

منکہ امروزم بہشتِ نقد حاصل میشود
وعدۂ فردائے زاہد را چرا باور کنم

آج حاصل جبکہ ہے سرمایہ جنت ہمیں
وعدۂ فردائے زاہد کس طرح باور کریں

شیوۂ رندی نہ لائق بود وضعم را ولے
چوں درافتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم

شیوۂ رندی مناسب گر نہیں تو کیا ہوا
ہیں جو خوش اس میں تو پھر کیوں پیشۂ دیگر کریں

دوش لعلت عشوہ ہا میداد عاشق را ولے
من نہ آنم کز وے ایں افسانہا باور کنم

عذر کے قصے سناتا ہے بصد عشوہ ہمیں
پھر کرے ہے ضد کہ افسانے یہ ہم باور کریں

گوشۂ محرابِ ابروئے تو میخواہم ز بخت
تا در آنجا ہمچو مجنوں درسِ عشق از بر کنم

گوشۂ محرابِ ابرو چاہتے ہیں بخت سے
تاکہ اس میں بیٹھ کر ہم درسِ عشق از بر کریں

وقتِ گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جاں ولے
میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم

موسمِ گل میں نصیحت کیجے واعظ کس لیے
آؤ چل کے مشورہ با شاہد و ساغر کریں

من کہ عیبِ توبہ کاراں کردہ باشم بارہا
توبہ از مے وقتِ گل دیوانہ باشم گر کنم

ہیں تو دیوانے مگر اتنے بھی دیوانے نہیں
کیوں بوقتِ فصلِ گل ہم توبۂ ساغر کریں

زہد وقتِ گل چہ سودائے ست حافظ گوش دار
تا عروسے خواہم و اندیشۂ دیگر کنم

جا بسیں میخانے میں حافظ فکرِ تقویٰ چھوڑ کر
اور نہ فصلِ گل میں کچھ اندیشۂ دیگر کریں

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روے تو کردم جواں شدم

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں ہوا
جب بھی خیال آیا ترا، نوجواں ہوا

شکرِ خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا
بر منتہاے مطلبِ خود کامراں شدم

شکرِ خدا کہ جو بھی خدا سے طلب کیا
اُس نے دیا وہ سب مجھے، میں کامراں ہوا

در شاہراہِ دولتِ سرمد بہ تختِ بخت
با جامِ مے بکامِ دلِ دوستاں شدم

در شاہراہِ دولتِ دائم بہ تختِ بخت
با جامِ مے مرادِ دلِ دوستاں ہوا

از آں زماں کہ فتنۂ چشمت بمارسید
ایمن ز شرِ فتنۂ آخر زماں شدم

دیکھا ہے جس زماں سے ترا فتنۂ نظر
بے خوفِ شرِ فتنۂ آخر زماں ہوا

اے گلبنِ جواں بر دولت بخور کہ من
در سایۂ تو بلبلِ باغِ جناں شدم

اے گلبنِ جواں رہے تو جواں کہ میں
سائے میں تیرے بلبلِ باغِ جناں ہوا

اوّل ز حرفِ لوحِ وجودم خبر نبود
در مکتبِ غمِ تو چنیں نکتہ داں شدم

تھا اک زماں کہ جانتا اک حرف بھی نہ تھا
مکتب میں پڑھ کے عشق کے میں نکتہ داں ہوا

من پیرِ سال و ماہ نیم یار بیوفاست
بر من چو عمر میگذرد پیر از آں شدم

ان ماہ و سال سے نہیں پیری ملی مجھے
فرقت میں تیری پیر ہوا، ناتواں ہوا

آں روز بر دلم در معنی کشادہ شد	مجھ پر کھلے ہزار درِ معنئ جہاں
کز ساکنانِ درگہِ پیرِ مغاں شدم	جب سے میں ساکنِ درِ پیرِ مغاں ہوا
قسمت حوالتم بخرابات می کند	قسمت نے مجھ کو شوقِ خرابات دیدیا
ہر چند ایں چنیں شدم و آنچناں شدم	خانہ خراب میں ہوا بے خانماں ہوا
دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا	چل میکدے میں حافظا بے خوف و بے خطر
باز آ کہ من بعفوِ گناہت ضماں شدم	ضامن جو عفوِ رند کا پیرِ مغاں ہوا

اے نورِ چشمِ من سخنے ہست گوش کن	اے نورِ چشم بات یہ میری بگوش کر
تا ساغرت پُرست بنوشان و نوش کن	جب تک نہ پُر ہو ساغرِ مے نوش نوش کر
پیراں سخن بہ تجربہ گفتند گفتمت	دانش ملے نہ پیر کو بے پند و تجربہ
ہاں اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن	چاہے جو پیر ہونا، نصیحت بگوش کر
بر ہوشمند سلسلہ ننہاد دست عشق	محروم ہیں بسلسلۂ عشق عاقلاں
خواہی کہ زلفِ یار کشی ترکِ ہوش کن	چاہے اگر تو زلف کشی ترکِ ہوش کر
تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نبخشدت	تسبیح و دلق میں نہیں مستی و بیخودی
ہمت دریں عمل طلب از میفروش کن	جا میکدے میں پیرویِ میفروش کر
با دوستاں مضائقہ در عمر و مال نیست	با دوستاں مضائقہ کیا عمر و مال میں
صد جاں فدائے یار نصیحت نیوش کن	صد جاں فدائے یار نصیحت نیوش کر
در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے ست	ہے راہِ عشق وسوسۂ اہرمن سے پُر
ہشدار و گوشِ دل بہ پیامِ سروش کن	زنہار گوشِ دل بہ پیامِ سروش کر
برگ و نوا تبہ شد و سازِ طرب نماند	برگ و نوا اُجڑ گئے سازِ طرب گیا
اے چنگ نالہ برکش و اے دف خروش کن	اے چنگ شور کر کوئی اے دف خروش کر
ساقی کہ جامت از مے صافی تہی مباد	لبریز مے سے جام رہے تیرا ساقیا
چشمِ عنایتے بمنِ دُرد نوش کن	کچھ تو علاجِ تشنگیِ دُرد نوش کر
سرمست در قبائے زرافشاں چو بگذری	سرمست جا رہا ہے جو زریں قبا میں تُو
یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن	اک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کر

افسرِ سلطانِ گل پیدا شد از طرفِ چمن
مقدمش یارب مبارک باد بر سرو و سمن

پھر چمن کے تاجِ گل آئی بہار اندر چمن
اس کی آمد ہو مبارک تم کو اے سرو و سمن

خوش بجائے خویشتن بود ایں نشستِ خسروے
تا نشیند ہر کسے اکنوں بجائے خویشتن

اپنی اپنی جا پہ ہیں سب قمری و طوطی و گل
جیسے بیٹھے دیکھ کر ہر شخص مسندِ انجمن

تا ابد معمور باد ایں خانہ کز خاکِ درش
ہر نفس با بوئے ریحاں می وزد بادِ یمن

آتی ہو کے یوں معطر کوئے جاناں سے صبا
لے کے آئے بوئے ریحاں جس طرح بادِ یمن

خاتمِ جم را بشارت دِہ بحسنِ خاتمہ
کاسمِ اعظم کرد ازو کوتاہ دستِ اہرمن

خاتمِ جم کو بشارت ہو بہ حسنِ خاتمہ
اسمِ اعظم نے کیا کوتاہ دستِ اہرمن

جویبارِ ملک را آب از سرِ شمشیرِ تست
تو درختِ عدل بنشاں بیخِ بدخواہاں بکن

آب جوئے سلطنت جو ہے تری شمشیر سے
عدل اور انصاف کا سیراب کرتا ہے چمن

شوکتِ پورِ پشنگ و تیغِ عالمگیرِ او
در ہمہ شہنامہ با شد داستانِ انجمن

شوکتِ افراسیاب اور شان اس کی تیغ کی
شاہناموں میں بنی ہے داستانِ انجمن

بعد ازیں نشگفت اگر با نکہتِ خلقِ خوشت
خیزد از صحرائے ایراں نافۂ مشکِ ختن

کیا عجب ہے نکہتِ اخلاق سے تیری اگر
دشتِ ایراں میں ہو پیدا نافۂ مشکِ ختن

گوشہ گیراں انتظارِ جلوہ خوش میکنند
برشکن طرفِ کلاہ و برقع از رُخ برفگن

انتظارِ جلوہ میں بیٹھے ہیں سب گوشہ نشیں
برشکن طرفِ کلاہ و برقع از رخ برفگن

خنگِ چوگانیِ چرخت رام شد در زیرِ زیں
شہسوارا خوش بمیداں آمدی گوئے بزن

اسپِ چوگانیِ فلک کا ہو گیا تابع ترا
گوئے دنیا ہے تری اب شہسوارِ غمزہ زن

اے صبا بر ساقیِ بزمِ اتابک عرضہ دار
تا ازاں جامِ زر افشاں جرعۂ بخشد بمن

ساقیِ بزمِ اتابک سے یہ کہہ جا کے صبا
جرعہ اک ہم کو بھی دے اے نازنینِ غمزہ زن

مشورت با عقل کردم گفت حافظ مے بنوش
ساقیا مے دہ بقولِ مستشارِ مؤتمن

بادہ نوشی کے لیے راضی کیا ہے عقل کو
حافظا سن مشورہ دیتے ہیں جو ذہن و زمن

اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن
رحمے بمنِ سوختۂ بے سر و پا کن

اے خسروِ خوباں نظرِ اک سوئے گدا ہو
دلجوئیِ آشفتہ سرِ بے سر و پا ہو

دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے
زاں چشمِ سیہ مست بیک غمزہ روا کن

رکھتا دلِ درویش جو ہے تیری تمنا
اے چشمِ سیہ کاش یہ غمزے سے روا ہو

گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت
بنمائی رُخِ خویش و مہ انگشت نما کن

مغرور نہ مہتاب ہو یوں حسن پہ اپنے
اے ماہ جبیں رُخ کبھی گر تیرا عیاں ہو

اے سروِ چماں از چمن و باغ زمانے
بخرام دریں بزم و دو صد جامہ قبا کن

اے سروِ رواں گر تو گلستاں سے خراماں
آجائے کبھی بزم میں صد جامہ قبا ہو

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند
اے دوست بیا رحم بہ تنہائیِ ما کن

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہیں بھی جمع
تنہائی پہ میری بھی کرم کاش ترا ہو

با دل شدگاں جور و جفا تا کے آخر
آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کن

عشاق پہ یہ جور و ستم کب تلک آخر
آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا ہو

مشنو سخنِ دشمنِ بدگوے خدارا
با حافظِ مسکینِ خود اے دوست وفا کن

سنتا سخنِ دشمنِ بدخواہ تو ہے کیوں
با حافظِ مسکیں کبھی مائل بہ وفا ہو

اے روئے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن
خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن

اے روئے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن
خال و خدِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن

در چشمِ پُر خمارِ تو پنہاں فسونِ سحر
در زلفِ بیقرارِ تو پیدا قرارِ حسن

ہے چشمِ پُر خمار میں افسونِ عاشقی
ہے زلفِ بے قرار میں تیری قرارِ حسن

ماہے نتافت چوں رخت از برجِ خسروی
سرے نخاست چوں قدت از جوئبارِ حسن

تجھ سا نہ چاند رکھے کوئی برجِ خسروی
تجھ جیسا سرو کوئی نہ بر جوئبارِ حسن

خرم شد از ملاحتِ تو عہدِ دلبری
فرخ شد از لطافتِ تو روزگارِ حسن

خرم ہے از ملاحتِ تو عہدِ دلبری
فرخ ہے از لطافتِ تو روزگارِ حسن

از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہاں
یک مرغِ دل نماند نگشتہ شکارِ حسن

از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہاں
ہے مرغِ دل کوئی نہ ہوا جو شکارِ حسن؟

دائم بلطف دایۂ طبع از میانِ جاں
می پرورد بناز ترا در کنارِ حسن

قربان ہو کے دایۂ فطرت بہ شیر و خوں
کرتی ہے پرورش تری اندر کنارِ حسن

گرد لبت بنفشہ ازاں تازہ و تر است
کآبِ حیات میخورد از جوئبارِ حسن

ہیں گل بنفشہ تازہ و تر گردِ لب ترے
دیوے ہے آبِ عمر انہیں جوئبارِ حسن

مثل تو گر نخواں یافت در جہاں
در گلشنِ زمانہ تو داری بہارِ حسن

ہے گلعذار تجھ سا نہ کوئی جہان میں
باغِ زماں بجا ہے ہے تیری بہارِ حسن

حافظ طمع برید کہ بیند نظیرِ دوست
دیار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن

پھرتا ہے ڈھونڈتا ہوا حافظ نظیرِ دوست
اُس سا تو کوئی بھی نہیں اندر دیارِ حسن

اے لبت آبِ حیات و اے قدت سروِ چمن
اے رخت خورشیدِ خاور وے خطت مشکِ ختن

لب ترے آبِ حیات اور قد ترا سروِ چمن
رخ ترا خورشیدِ خاور، خط ترا مشکِ ختن

ہمچو ابرویت بچشمِ من کم آید ماہِ نو
چوں لبِ لعلت نمی باشد عقیق اندر یمن

تیری ابرو کے مقابل کچھ نہیں ہے ماہِ نو
تیرے لب جیسا نہیں کوئی عقیق اندر یمن

تا رخت دیدہ است گل در باغ اے سروِ رواں
بر تنِ خود چاک می سازد ز خجلت پیرہن

دیکھ کر چہرہ ترا گُل اے مرے سروِ رواں
شرمساری سے کرے ہے چاک اپنا پیرہن

رشتۂ جانِ من ست آں یا سرِ موئے بتاں
ذرّۂ خورشید یا دُرجِ دُرست آں یا دہن

رشتۂ جاں عاشقوں کو ہے ترا موئے سیاہ
غیرتِ خورشید ہے موتی بھرا تیرا دہن

بوسہ می خواہم ز تو لب را بدنداں می گزی
می کنی جانم جراحت بارِ دیگر جانِ من

مانگتا بوسہ ہوں جب کاٹے ہے تُو دانتوں سے لب
زخم دیتا ہے مجھے بارِ دگر کیوں جانِ من

عاشقِ روئے توام اے شاہِ خوبانِ جہاں
ایں حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن

اے شہِ خوباں میں عاشق ہوں لب و رخ کا ترے
جانتے یہ بات ہیں سارے جہاں کے مرد و زن

عمرِ حافظؔ در غمت در گردنِ تو خونِ من
دامن بستاند از تو روزِ محشر ذوالمنن

قتل کرتا ہے مجھے حافظؔ وہ ہر شب ہجر میں
اس کی گردن پر ہے گا حشر تک شب خونِ من

بالا بلند عشوہ گرِ سرو نازِ من
کوتاہ کرد قصۂ زہدِ درازِ من

بالا بلند عشوہ گرِ سرو نازِ من
کوتہ کرے ہے قصۂ زہدِ درازِ من

دیدی دلا کہ آخرِ پیری و زہد و علم
با من چہ کرد دیدۂ معشوقہ بازِ من

دیکھا مجھے یہ آخرِ پیری و زہد میں
رسوا کرے ہے دیدۂ معشوقہ بازِ من

از آبِ دیدہ بر سرِ آتش نشستہ ام
کو فاش کرد در ہمہ آفاق رازِ من

گرم آنسوؤں نے بر سرِ آتش کیا مجھے
پھر فاش کر دیا ہمہ آفاق رازِ من

می ترسم از خرابیِ ایماں کہ می برد
محرابِ ابروئے تو حضور از نمازِ من

ایماں خراب کر دیا ابرو کے طاق نے
آیا ہے جب بھی یاد وہ اندر نمازِ من

مست است یار و یادِ حریفاں نمی کند
یادش بخیر ساقیِ مسکیں نوازِ من

کچھ یادِ عاشقاں نہیں مستی میں یار کو
یادش بخیر ساقیِ مسکیں نوازِ من

یارب کے آں صبا بوزد کز نسیمِ او
گردد شمامۂ کرمش کارسازِ من

میری طرف بھی بھیج خدایا نسیم وہ
بن جائے جس کی بوئے کرم کارسازِ من

بر خود چو شمع خندہ زناں گریہ می کنم
تا با تو سنگدل چہ کند سوز و سازِ من

مانندِ شمع خندہ و گریہ کروں مگر
اس پہ اثر ذرا نہ کریں سوز و سازِ من

نقشے بر آب می زنم از گریہ حالیا　　　غمگین ہوں میں نالۂ شبگیر ہے مجھے
تا کے شود قرینِ حقیقت مجازِ من　　　یارب تو کر قرینِ حقیقت مجازِ من

محمود وار سے کہ بآخر رسید عمر　　　کچھ وقتِ نزع کم نہ ہوا عشقِ غزنوی
میداد جاں بزاری و میگفت ایازِ من　　　رو رو کے کہہ رہا تھا کہ آجا ایازِ من

گفتم بدلقِ زرق بپوشم نشانِ عشق　　　چاہا چھپاؤں دلق میں الفت کے راز کو
غماز بود اشک و عیاں کرد رازِ من　　　جب تک سکے نہ اشک ہوا فاش رازِ من

زاہد ازیں نمازِ تو کارے نمی رود　　　آتے نہیں ہیں کام یہ پاکی و زاہدی
ہم مستیٔ شبانہ و راز و نیازِ من　　　یہ مستیٔ شبانہ، یہ راز و نیازِ من

یاراں بناز و نعمت و ما غرقِ محنتیم　　　نازو نعم تو غیر کو رنج و الم ہمیں
یارب بساز کارِ من اے کارسازِ من　　　یہ سازو سوز کب تلک اے کارسازِ من

حافظ بہ غصہ سوخت بگو حالش اے صبا　　　حافظ جلے ہے غم سے سوختہ کہہ جاکے اے صبا
باشاہِ دوست پرورِ دشمن گدازِ من　　　باشاہِ دوست پرورِ دشمن گدازِ من

بہارِ گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن
بشادیِ رخِ گل بیخِ غم ز دل برکن

بہارِ گل طرب انگیز، بادہ توبہ شکن
بشادیِ رخِ گل شادمان مرغِ چمن

طریقِ صدق بیاموز ز آبِ صاف اے دل
براستی طلبِ آزادگی ز سروِ چمن

طریقِ صدق ملے آبِ صاف سے اے دل
براستی ملے آزادگی ز سروِ چمن

رسید بادِ صبا غنچہ از ہواداری
ز خود بروں شد و بر تن درید پیراہن

چلے ہے بادِ صبا یوں چمن میں ہر غنچہ
جنونِ عشق سے کرتا ہے چاک پیراہن

ز دستبردِ صبا گردِ گل کلالہ ببیں
شکنجِ گیسوئے سنبل نگر بروئے سمن

کرے ہے شاد و شگفتہ نسیمِ نسریں کو
شکنجِ گیسوئے سنبل سجائے روئے سمن

عروسِ غنچہ بدیں زیور و تبسم خوش
معاشقہ دل و دیں میبرد بوجہِ حسن

لئے ہیں لوٹ دل و دیں عروسِ غنچہ نے
لبوں پہ پہنا تبسم ہے جب بوجہِ حسن

صفیرِ بلبلِ شوریدہ و نفیرِ ہزار
برائے وصلِ گل آمد بروں ز قلبِ حزن

چمن میں خندۂ گل دیکھ کے ہے بلبل کا
وصالِ گل کے لئے زار زار قلبِ حزیں

حدیثِ قصۂ دوراں ز جام جو حافظ
بقولِ مطرب و فتوائے پیرِ صاحب فن

حدیثِ قصۂ دوراں ہے جام میں حافظ
بقولِ مطرب و فتوائے پیرِ صاحبِ فن

چو گل ہر دم بہ بویت جامہ بر تن	تیری الفت میں اپنا جامۂ تن
کنم چاک از گریباں تا بدامن	کروں چاک از گریباں تا بدامن
تنت را دیدہ گل گوئی کہ در باغ	کیا پھولوں نے جامہ چاک اپنا
چو مستاں جامہ را بدرید بر تن	نظر آیا جو تیرا روئے روشن
من از دست غمت مشکل برم جاں	مجھے مشکل چھڑانی جان غم سے
ولے دل را تو آساں بردی از من	تجھے آساں ہے بننا جاں کا دشمن
بقولِ دشمناں برگشتی از دوست	نہ سن اے دوست باتیں دشمنوں کی
نگردد ہیچ کس با دوست دشمن	بنائیں دوستوں کو ہیں یہ دشمن
تنت در جامہ چوں در جام بادہ	ہے تن جامے میں جیسے جام میں مے
دلت در سینہ چوں در سیم آہن	ہے دل سینے میں یا در سیم آہن
بہ حالے شمع اشک از دیدہ چوں میغ	بہا لے شمع شب بھر آنسوؤں کو
کہ سوزِ دل شود بر خلق روشن	کہ دل کا سوز ہو بر خلق روشن
مرو کز سینہ ام آہِ جگر سوز	نکل سینے سے یوں اے آہِ سوزاں
بر آید ہمچو دود از راہِ روزن	دھواں جیسے نکلتا ہے بہ روزن
دلم را مشکن و در پا مینداز	نہ کر یوں دل مرا پامال ظالم!
کہ دارد در سرِ زلفِ تو مسکن	کہ اس کا کاکلِ مشکیں ہے مسکن
چو دل را بست در زلفِ تو حافظ	جو تیری زلف سے باندھا ہے دل کو
پریشاں کارِ او در پا میفگن	نہ توڑ اس کو یہ حافظ کا ہے بندھن

خدارا کم نشیں با خرقہ پوشاں
رُخ از رندانِ بیساماں مپوشاں
خدارا کم نشیں با خرقہ پوشاں
نہ رکھ محروم جلوہ بادہ نوشاں

دریں خرقہ بسے آلودگی ہست
خوشا وقتِ قبائے مے فروشاں
بہت آلودہ خرقے زاہدوں کے
ہے پاکیزہ قبائے مے فروشاں

چو مستم کردہٗ مستور منشیں
چو نوشم دادہٗ زہرم منوشاں
نہ ہو مستور کرکے مست ساقی
ترا جلوہ ہے نوشِ بادہ نوشاں

تو نازک طبعی و طاقت نیاری
گرانی ہائے مشتے دلق پوشاں
گراں نازک مزاجوں پر بہت ہیں
گرانی ہائے بحثِ دلق پوشاں

دریں صوفی وشاں دردے ندیدم
کہ صافی باد عیشِ دُرد نوشاں
بہت بیدرد ہیں دل صوفیوں کے
صفا لیکن ہے طبعِ دُرد نوشاں

لبِ میگون و چشمِ مست بکشائی
کہ از شوقت مے لعل ست جوشاں
لبِ میگون و چشمِ مست سے ہے
شرابِ نابِ لالہ فام جوشاں

بیا و زرقِ این سالوسیاں بیں
صراحی خوں دل و بربط خروشاں
فریب و مکر ہے سالوسیوں کے
دل شیشہ ہے خوں بربط خروشاں

تو در خوابی کجا دانی کہ عاشق
بسر در کوئے میگردد خروشاں
تو سوتا چین سے ہے اور عاشق
پھرے کوچے میں تیرے ہے خروشاں

زدل گرمی حافظ بر حذر باش
کہ دارد سینۂ چوں دیگ جوشاں
یہ کیسی ہے دلِ حافظ کی گرمی
رکھے سینہ جو مثلِ دیگ جوشاں

زود زود آ و شبستانِ ما منوّر کن
دماغِ مجلسِ روحانیاں معطّر کن

کبھی تو آ کہ شبستانِ دل منوّر ہو
دماغِ مجلسِ روحانیاں معطّر ہو

بچشم و ابروئے جاناں سپردہ ام دل و جاں
بیا بیا و تماشائے طاق و منظر کن

بچشم و ابروئے جاناں سپرد جان و دل
کیے ہیں تا کہ تماشائے طاق و منظر ہو

از آں شمائلِ الطاف و حسنِ خوش کہ تراست
میانِ بزمِ حریفاں چو شمع سر بر کن

ملے شمائلِ الطاف و حسنِ خوش تجھ کو
تو آ کہ بزمِ طرب تیرے دم سے خوشتر ہو

طمع بہ نقدِ وصالِ تو حدِ ما نبود
حوالتم بہ لبِ لعلِ ہمچو شکر کن

یہ مانا میں نہیں لائق ہوں تیری وصلت کے
ہو خوب پل بھر اگر لعلِ لب میسّر ہو

چو شاہدانِ چمن زیرِ دستِ حسنِ تو اند
کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن

ہیں شاہدانِ چمن زیرِ دستِ حسن ترے
تو ناز کیوں نہ تجھے اے مرے صنوبر ہو

ستارۂ شبِ ہجراں نمی فشاند نور
ببامِ قصر بر آ و چراغِ مہ بر کن

ستارۂ شبِ ہجراں میں ڈوبے کم کم
نمودِ ماہ ترا ہو تو شب منوّر ہو

ازیں مرقّعِ پشمینہ تنگ در تنگم
بیک کرشمۂ صوفی وشم قلندر کن

ہوا ہے تنگ عبا و قبا سے دل میرا
مجھے لباسِ گدا، جامۂ قلندر ہو

فضولِ نفس حکایت بسے کند ساقی
تو کارِ خود مدہ از دست و مے بساغر کن

فضولِ نفس نہ سن رکھ خیال اے ساقی!
کہ ہو شراب کے پُر جام لب بہ ساغر ہو

لب پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں دہ
بدیں لطیفہ مشامِ خرد معطر کن

پیالہ اپنے لبوں سے لگا کے ہم کو دے
یوں ساقیا کہ مشامِ خرد معطر ہو

وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخورید
پیالہ‌ئے بدہش گو دماغ را تر کن

نصیحتوں نے کیا مغز خشک واعظ کا
شراب دے اُسے تا کہ دماغ کچھ تر ہو

حجابِ دیدۂ ادراک شد شعاعِ جمال
بیا و خرگہِ خورشید را منور کن

حجابِ دیدۂ ادراک ہے شعاعِ رُخ
تو آ کہ دیدۂ دل حسن سے منور ہو

شنیدم از در و دیوارِ کوئے او صبا
کہ خاکِ راہ شو آنجا و خاک بر سر کن

ہے سرفراز وہی ایک کوئے جاناں میں
غبارِ خاکِ درِ یار جس کے سر پر ہو

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مہرویاں
ز کارہا کہ کنی شعرِ حافظ از بر کن

ہو جن کو ذوقِ عیش و عشقِ مہرویاں
نہ کس طرح انہیں پھر شعرِ حافظ ازبر ہو

صبح ست ساقیا قدحے پُر شراب کن
دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن

آ ساقیا ایاغ مرا پُر شراب کر
دورِ فلک کو تاب نہیں، کچھ شتاب کر

زاں پیشتر کہ عالمِ فانی شود خراب
مارا ز جامِ بادۂ گلگوں خراب کن

قبل اس کے سارا عالمِ فانی خراب ہو
مجھ کو بہ جامِ بادۂ گلگوں خراب کر

خورشیدِ مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد
گر برگِ عیش می طلبی ترکِ خواب کن

خورشیدِ مے بہ مشرقِ ساغر ہوا طلوع
چاہے جو برگِ عیش لے ترکِ خواب کر

روزے کہ چرخ از گِلِ ما کوزہا کند
زنہار کاسۂ سرِ ما پُر شراب کن

کوزے بنائے خاک سے میری بھی جو چرخ
زنہار سر کا کاسہ مرا پُر شراب کر

ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستیم
با ما بجامِ بادۂ صافی خطاب کن

ہم مردِ زہد و توبہ و طامات ہیں نہیں
ہم سے بجامِ بادۂ صافی خطاب کر

ہمچوں حباب دیدہ بروئے قدح کشا
ویں خانہ را قیاس اساس از حباب کن

بے جوش جب نہ عالمِ فانی حباب ہے
تو جوشِ مے سے جام مرا پُر حباب کر

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد
ساقی بدورِ بادۂ گلگوں شتاب کن

ساقی جہانِ پیر جواں ہے بہار میں
تو بھی مرا اعادۂ عہدِ شباب کر

کارِ صواب بادہ پرستی ست حافظا
برخیز و روئے عزم بکارِ صواب کن

کارِ صواب بادہ پرستی ہے حافظا
چل اور بزمِ عیش میں کارِ صواب کر

فاتحه‌ای چو آمدی بر سر خسته‌ای بخوان
لب بگشا که می‌دهد لعل لبت به مرده جان

پڑھتا ہے آکے فاتحہ جب وہ کبھی شکر دہاں
کھول کے اپنے لعلِ لب مُردوں میں ڈالتا ہے جاں

آنکه به پرسش آمد و فاتحه خواند و می‌رود
گو نفسی که روح را می‌کنم از پیش روان

آیا وہ پوچھنے کو جب جان تھی کب کی چکی
ورنہ تو کرتا ساتھ میں اُس کے میں روح و جاں رواں

ای که طبیب خسته‌ای روی زبان من ببین
کاین دم و دود سینه‌ام بار دل است بر زبان

آکے طبیبِ خستگاں دیکھ لے تو کہ کس طرح
سینے کے دُود و دم مرے بار ہوئے ہیں بر زباں

گرچه تب استخوان من کرد ز مهر گرم و رفت
همچو تبم نمی‌رود آتش مهر از استخوان

گرمیِ عشق نے تری جب سے جلائیں ہڈیاں
جاتا نہیں کسی طرح میرا بخارِ استخواں

باز نشان حرارتم ز آب دو دیده و ببین
نبض مرا که می‌دهد هیچ ز زندگی نشان

گرچہ بجھایا اشک نے شعلۂ زندگی بہت
ہے مری نبض میں ابھی تھوڑا سا جان کا نشاں

حال دلم چو خال تو هست در آتشش وطن
جسمم از آن دو چشم تو خسته شده‌ست و ناتوان

جس طرح خال ہے ترا آتشِ رُخ سے سوختہ
ہجر کی آگ سے ہے دل سوختہ میرا ناتواں

آنکه مدام شیشه‌ام از پی عیش داده است
شیشه‌ام از چه می‌برد پیش طبیب هر زمان

شیشۂ خمرِ ارغواں جب ہے علاجِ دل مرا
شیشیاں میری پھر ہیں کیوں پیشِ طبیب ہر زماں

حافظ از آب زندگی شعر تو داد شربتم
ترک طبیب کن بیا نسخهٔ شعر من بخوان

شعر سُنا تو حافظا فکرِ طبیب کچھ نہ کر
کہ تری نظم میں ہے اک نسخۂ نوشِ آبِ جاں

کرشمہ کن و بازارِ ساحری بشکن
بغمزہ رونقِ بازارِ سامری بشکن

جو عشوہ ایسا کہ افسونِ سامری نہ رہے
بغمزہ رونقِ بازارِ ساحری نہ رہے

بیاد دہ سرِ دستارِ عالمے یعنی
کلاہ گوشہ بآئینِ دلبری بشکن

کلاہ کج ہو بہ آئینِ دلبری ایسی
جہاں میں سرو دستارِ افسری نہ رہے

برون خرام و ببر گوئے خوبی از ہمہ کس
سزائے حور دہ و رونقِ پری بشکن

خرامِ ناز ترا دیکھ کر گلستاں میں
جمالِ حورِ جناں رونقِ پری نہ رہے

بآہوانِ نظر شیرِ آفتاب بگیر
بابروانِ دوتا قوسِ مشتری بشکن

بہ آہوانِ نظر شیرِ مہر بھی ہو شکار
جو دیکھے ابرو ترے قوسِ مشتری نہ رہے

چو عطر سائے شود زلفِ سنبل از دمِ باد
تو قیمتش ز سرِ زلفِ عنبری بشکن

جو عطر پاش اگر زلفِ سنبلِ جاناں
تو مشکبار کوئی زلفِ عنبری نہ رہے

بزلف گوئی کہ آئینِ سرکشی بگذار
بغمزہ گوئی کہ قلبِ ستمگری بشکن

وہ زلف کیسی جو آئینِ سرکشی چھوڑے
رہے نہ ناز جو قلبِ ستمگری نہ رہے

چو عندلیبِ فصاحت فروش شد حافظ
تو رونقش بسخن گفتنِ دری بشکن

جو عندلیبِ سخن آپ کی سنے حافظ
رہے نہ اس کی فصاحت سخن گری نہ رہے

گلبرگ را ز سنبلِ مشکیں نقاب کن یعنی کہ رخ بپوش و جہانے خراب کن	سنبل سے گل کے چہرے کو اندر نقاب کر گیسوے رُخ چھپا کے جہاں کو خراب کر
بکشا بعشوہ نرگسِ مست و خراب را وز رشکِ چشمِ نرگسِ رعنا پر آب کن	عشوے سے چشمِ مست دکھا اور رشک سے گلشن میں چشمِ نرگسِ رعنا پُر آب کر
بفشاں عرق ز چہرۂ اطرافِ باغ را چوں شیشہائے دیدۂ ما پر گلاب کن	ٹپکا کے چہرے سے عرق، اطرافِ باغ کو مینائے چشم کی طرح، تو پُر گلاب کر
بوئے بنفشہ بشنو و زلفِ نگار گیر بنگر برنگِ لالہ و عزمِ شراب کن	بادِ بہار، بوئے بنفشہ، ہوائے گُل لے زلفِ یار ہاتھ میں، عزمِ شراب کر
زانجا کہ رسم و عادتِ عاشق کُشی تست شمشیر کیں بخونِ دلِ ما خضاب کن	عاشق کشی ہے شیوہ تو شمشیر کے لئے خونِ دلِ فگار کو رنگِ خضاب کر
ما بختِ خویش و خوئے ترا آزمودہ ایم با دشمناں قدح کش و با ما عتاب کن	دشمن پہ اتنے لطف و کرم اور ستم ہمیں گر ہو سکے تو اُس پہ بھی تھوڑا عتاب کر
حافظ وصال می طلبد از رہِ دعا یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کن	حافظ دعا وصال کی مانگے ہے رات دن یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کر

مرغِ دلم طائریست قدسی عرش آشیاں
از قفسِ تن ملول سیر شدہ از جہاں

طائرِ قدس دل مرا عرش ہے اس کا آشیاں
اس کے لئے ہے تن قفس خانۂ قید ہے جہاں

از درِ ایں خاکداں چوں بپرد مرغِ ما
باز نشیمن کند بر سرِ آں آشیاں

دُور نہیں ہے دن بہت ہوگی نجات اس کی جب
جائے گا اپنے گھر میں یہ چھوڑ کے قیدِ خاکداں

چوں بپرد زیں جہاں سدرہ بود جائے او
تکیہ گہِ بازِ ما کنگرۂ عرشِ داں

اُڑ کے جہانِ خاک سے عرشِ بریں پہ جائے گا
سدرہ بنے گا اس کا گھر اس کا مقام اوجِ شاں

سایۂ دولت فتد بر سرِ عالم بسے
گر بزند مرغِ ما بال و پرے در جہاں

پھیلیں گے اس کے بال و پر ایسے کہ ہوگا ہر طرف
سایۂ دولتِ ہما بر سرِ دنیا و جہاں

در دو جہانش مکاں نیست بجز فوقِ عرش
کانِ شے از معرفت جائے وے از لامکاں

عرش ہے اس کا آشیاں قصر ہے اس کا آسماں
اس کا خزانہ معرفت اس کا مکان لامکاں

عالمِ علوی بود جلوہ گہِ مرغِ ما
آبخورِ او بود گلشنِ باغِ جناں

عالمِ علویِ بریں جلوہ گہِ پرندِ دل
مشربِ دل آبخور ہے کوثرِ گلشنِ جناں

چوں دمِ وحدت زنی حافظِ شوریدہ حال
نامۂ توحید کش بر ورقِ انس و جاں

عشق و حید ہو تجھے ایسا کہ تجھ سے حافظا
لیویں سبق ہزارہا جن و سروش و مردماں

یارب آں آہوئے مشکیں بختن باز رساں
واں سہی سرو رواں را بچمن باز رساں

یا خدا آ ہوئے مشکیں بہ ختن پھر آئے
کرنے وہ سروِ رواں سیرِ چمن پھر آئے

دلِ آزردۂ مارا بہ نسیمے بنواز
یعنی آں جانِ زتن رفتہ بتن باز رساں

اے صبا آ کے نوازش دلِ مغموم کی کر
آ مری جاں جو گئی چھوڑ کے تن پھر آئے

ماہ و خورشید بامرِ تو بمنزل چو رسند
یارِ مہ روئے مرا نیز بمن باز رساں

ماہ و خورشید جسے دیکھ کے ہوتے ہیں خجل
کاش وہ ماہ جبیں سیم بدن پھر آئے

سخن اینست کہ ما بے تو نخواہیم حیات
بشنو اے پیک سخن گیر و سخن باز رساں

سخنِ یار بنا بات نہیں بنتی کوئی
کاش اک لے کے سخن گیر سخن پھر آئے

سنگ و گل گشت عقیق از اثرِ گریۂ من
یارب آں گوہرِ رخشاں بیمن باز رساں

سنگ کو لعل کیا گریۂ غم نے جس کے
وہ کبھی گوہرِ رخشانِ یمن پھر آئے

بر لبِ طائرِ میمونِ ہمایوں طلعت
پیشِ عنقا سخن از زاغ و زغن باز رساں

کوئی اک طائرِ میمونِ ہمایوں طلعت
لے کے ساتھ اپنے کبھی اس کا سخن پھر آئے

آنکہ بوئے وطنش دیدۂ حافظ یارب
بمرادش ز غریبی بوطن باز رساں

وہ کہ تھا جس کا وطن دیدۂ حافظ یارب
بھول کے راستہ وہ اپنے وطن پھر آئے

ای آفتاب آئینہ دارِ جمالِ تو
مشکِ سیاہ مجمرہ گردانِ خالِ تو

خورشید تیرا آئینہ دارِ جمال ہے
کرتا سیاہ مشک کو مشکیں خال ہے

ای نو بہارِ ماہ رخِ فرخندہ فالِ تو
مشروحِ کارنامۂ خوبی جمالِ تو

اے نو بہار! یہ تیرا فرخندہ فال رخ
تفسیرِ کارنامۂ حسن و جمال ہے

در اوجِ ناز و نعمت ای پادشاہِ حسن
یا رب مباد تا بہ قیامت زوالِ تو

ہے ایسے اوجِ ناز پہ وہ نازنیں مرا
جس میں کہیں نہ تا بہ قیامت زوال ہے

تا پیشوائے بخت روم تہنیت کناں
کو مژدۂ ز مقدمِ عیدِ وصالِ تو

میں پیشوائے بخت کے لیتا ہوں یوں قدم
آ آ جو لے کے مژدۂ عیدِ وصال ہے

تا آسماں ز حلقہ بگوشانِ ما شود
کو عشوۂ ز ابروئے ہمچوں ہلالِ تو

حلقہ بگوش تیرا بنا آسمان بھی
دیکھی جب اس نے ابروئے رشکِ ہلال ہے

در چینِ زلفش ای دلِ مسکیں چگونہ ئی
کاشفتہ گفت بادِ صبا شرحِ حالِ تو

اے دل! تو قید کیا ہے زلفوں کے پیچ میں
سنتے ہیں واں بہت ترا آشفتہ حال ہے

برخاست بوئے گُل ز درِ آشتی در آ
اے نو بہارِ ماہ رخِ فرخندہ فالِ تو

مہکا ہے بوئے گل سے چمن پر ترے بنا
محرومِ زینتِ رُخِ فرخندہ فال ہے

آں نقطۂ سیاہ کہ آمد مدارِ نور
عکسیست در حدیقۂ بینش ز خالِ تو

ایک نقطۂ سیاہ جو ہے نور سے بھرا
رکھتا ہماری آنکھ کو روشن وہ خال ہے

صحنِ سرائے دیدہ بشستم ولے چہ سود
کایں گوشہ نیست درخورِ خیلِ خیالِ تو

صحنِ سرائے چشم دھلا اشک سے مگر
تیرا ہوا نہ درخورِ خیلِ خیال ہے

در صدرِ خواجہ عرضِ کدامیں جفا کنم
شرحِ نیازمندیِ دل یا ملالِ تو

خواجہ کی بارگاہ میں کیسے کروں بیاں
کیوں دل مرا جفا سے تری پُر ملال ہے

حافظ دریں کمند سرِ سرکشاں بسے ست
سودائے کج مپز کہ نباشد مجالِ تو

پھندے میں زلف کے ہیں سرِ سرکشاں بہت
حافظ بچا نہ سر کو، یہ کارِ محال ہے

اے پیکِ راستاں خبرِ سروِ ما بگو
احوالِ گل بہ بلبلِ دستاں سرا بگو

قاصد مجھے آج حالِ دل دلربا کہو
احوالِ گل بہ بلبلِ دستاں سرا کہو

ما محرمانِ خلوتِ اُنسیم غم مخور
با یارِ آشنا سخنِ آشنا بگو

ہم محرمانِ خلوتِ الفت ہیں، بے خطر
با یارِ آشنا سخنِ آشنا کہو

دلہا ز دامِ طرہ چو بر خاک می فشاند
باآں غریبِ ما چہ گذشت اے صبا بگو

نکلا کمندِ زلف سے جب جب سے دل مرا
گزری ہے اس غریب پہ کیا، اے صبا کہو

بر چیں چو میشد آں سرِ زلفینِ مشکبار
با ما سرِ چہ داشت ز بہرِ خدا بگو

کتنے چھپائے جور و ستم میرے واسطے
رکھتے ہیں اس نے زلف میں، بہرِ خدا کہو

گر دیگرت برآں درِ دولت گذر فتد
بعد از ادائے خدمت و عرضِ دعا بگو

گزرو اگر تم اُس درِ دولت سے اے صبا
جاکے پیامِ عشق دو، میری دعا کہو

ہر کس کہ گفت خاکِ درِ دوست توتیاست
گو ایں سخن معائنہ در چشمِ ما بگو

جو خاکِ کوئے یار پڑی آنکھ میں مری
سرمہ اُسے خیال کرو، توتیا کہو

مرغِ چمن بہ بوئے من دوش می گریست
آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو

روتا نہیں ہے ایک وہی ہجر کے سبب
بلبل سے جاکے حال مرا اے صبا کہو

در راہِ عشق فرقِ غنی و فقیر نیست
اے پادشاہِ حسن سخن با گدا بگو

ہے فرق عشق میں نہ غنی و فقیر میں
اے شاہِ حسن کوئی سخن با گدا کہو

آں مے کہ در سبو دلِ صوفی بعشوہ برد
کے در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو

وہ مے کہ ٹوٹی دلِ صوفی پہ در سبو
عشوہ کرے گی جام میں کب ساقیا کہو

آنکس کہ منع ما ز خرابات می کند
گو در حضورِ پیرِ من ایں ماجرا بگو

زاہد جو گے بندۂ پیرِ مغاں اگر
جا کے تم اُس سے اپنا کبھی ماجرا کہو

جاں پرور است قصۂ اربابِ معرفت
رمزے از و بپرس و حدیثے بیا بگو

جاں بخش ہے جو صحبتِ اربابِ معرفت
رمز اُس سے پوچھو یا غمِ رازِ فنا کہو

ہرچند ما بدیم تو مارا بداں مگیر
شاہانہ ماجرائے گناہِ گدا بگو

گر ہیں فقیر اور بُرے ہیں تو کیا ہوا
شاہانہ ماجرائے گناہِ گدا کہو

بر ایں فقیر نامۂ آں محتشم بخواں
با ایں گدا حکایتِ آں پادشا بگو

میں ہوں فقیر مجھ سے کرو ذکرِ محتشم
نادار ہوں تو ہوں ہے سخنِ پادشا کہو

حافظ گرت بہ مجلسِ او راہ میدہند
مے نوش و ترکِ زرق برائے خدا بگو

کیا کم ہے حافظاؔ وہ بلاتے ہے تم کو خود
جاؤ کرو نہ شکوہ، سلام و دعا کہو

اے خونبہائے نافۂ چیں خاکِ راہِ تو
خورشید سایہ پرورِ طرفِ کلاہِ تو

اے خوں بہائے نافۂ چیں خاکِ راہِ تو
خورشید سایہ پرورِ طرفِ کلاہِ تو

نرگس کرشمہ میبرد از حد بروں خرام
اے جاں فدائے شیوۂ چشمِ سیاہِ تو

نرگس ادائیں کرتی بہت ہے مگر مری
ہے جاں فدائے شیوۂ چشمِ سیاہِ تو

خونم بخور کہ ہیچ ملک با چنیں جمال
از دل نیایدش کہ نویسد گناہِ تو

دیکھے گا جب فرشتہ ترے حسن و ناز کو
کس دل سے وہ لکھے گا خطا و گناہِ تو

آرام و خوابِ خلقِ جہاں را سبب توئی
زاں شد کنارِ دیدہ و دل تکیہ گاہِ تو

آرام و خوابِ خلقِ جہاں ہیں ترے سبب
مخلوق کے ہیں دیدہ و دل تکیہ گاہِ تو

با ہر ستارہ سرو کار است ہر شبم
از حسرتِ فروغِ رخِ ہمچو ماہِ تو

اختر شماری مجھ سے کراتی ہے رات بھر
یہ حسرتِ فروغِ رخِ رشکِ ماہِ تو

یارانِ ہمنشیں ہمہ از ہم جدا شدند
مائیم و آستانۂ دولت پناہِ تو

یارانِ ہم نشیں ہوں جدا، پر نہ ہوں الگ
میں اور آستانۂ دولت پناہِ تو

یارِ بداں مباش کہ مانندِ بختِ نیک
یارِ تو باد ہر کہ بود نیک خواہِ تو

یارِ بداں نہ بن کہ نہیں بختِ نیک سے
وہ یار تیرے صرف جو ہیں نیک خواہِ تو

فردائے روزِ حشر کہ عرضِ خلائق است
باشد دراں میاں ز من افتد نگاہِ تو

محشر میں مشکلات بہت ہیں مگر مری
مشکل ہو سہل گر پڑے مجھ پر نگاہِ تو

حافظ طمع مبر ز عنایت کہ عاقبت
آتش زند بہ خرمنِ غم دودِ آہِ تو

نومید رنجِ عشق میں مت ہو کہ حافظا
شاید جلائے خرمنِ غم سردِ آہِ تو

اے قبائے پادشاہی راست بر بالائے تو
زینتِ تاج و نگیں از گوہرِ والائے تو

دیتا زیبائی قبا کو ہے قدِ بالا ترا
زینتِ تاج و نگیں ہے گوہرِ والا ترا

آفتابِ فتح را ہر دم طلوعے میدہد
از کلاہِ خسروی رخسارِ مہ سیمائے تو

آفتابِ فتح نکلے ہے افق سے ہر سحر
دیکھ کر دمکا ہوا رخسارِ مہ سیما ترا

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال گردد ہر کجا
سایہ اندازد ہمائے چترِ گردوں سائے تو

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال بنتی ہے جہاں
سایہ ڈالے ہے ہمائے چترِ گردوں سا ترا

از رسومِ شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف
نکتۂ ہرگز نشد فوت از دلِ دانائے تو

گو رسومِ شرع و حکمت میں ہزاروں ہیں جدل
جانتا لیکن ہے ہر نکتہ دلِ دانا ترا

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد
طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلکِ شکر خائے تو

نوک سے ہر دم ہے ٹپکے جس کی آبِ زندگی
طوطیِ خوش لہجہ سا ہے کلکِ شکّر خا ترا

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم است
روشنائی بخشِ چشمِ اوست خاکِ پائے تو

ہے جو خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالمی
روشنی بخشے ہے اس کو ذرہ زیرِ پا ترا

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار
جرعۂ بود از زلالِ جامِ جاں افزائے تو

جستجو جس کی سکندر کو رہی تھی عمر بھر
تھا فقط اک جرعۂ آبِ جامِ جاں افزا ترا

عرضِ حاجت در حریمِ حضرتت محتاج نیست
رازِ کس مخفی نماند بر فروغِ رائے تو

عرضِ حاجت کی ضرورت تیری درگہ میں نہیں
راز سارے جانتا ہے دیدۂ بینا ترا

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
بر امیدِ عفوِ جاں بخش گنہ فرسائے تو

اپنی پیری کو جواں رکھتا ہے حافظ اس لئے
بخش دے گا ہر خطا رحمِ گنہ فرسا ترا

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
کہ نیست در سرِ من جز ہوائے خدمتِ او

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
کہ سر میں ہے نہ مرے جز خیالِ خدمتِ او

بہشت اگرچہ نہ جائے گناہگاران است
بیار بادہ کہ مستظہرم برحمتِ او

بہشت مانا نہیں جا گناہگاروں کی
بھروسا مجھ کو بہت ہے مگر برحمتِ او

چراغِ صاعقۂ آں شراب روشن باد
کہ زد بخرمنِ من آتشِ محبتِ او

چراغِ صاعقۂ مے ہو اس طرح روشن
لگائے دل میں مرے آتشِ محبتِ او

بر آستانۂ میخانہ گر سرے بینی
مزن بپائے کہ معلوم نیست نیتِ او

بر آستانۂ میخانہ سر اگر دیکھے
لگا نہ ٹھوکر اسے جانے کیا ہے نیتِ او

بیار بادہ کہ دوشم سروشِ عالمِ غیب
نوید داد کہ عام است فیضِ رحمتِ او

پلاؤ بادہ کہ لایا سروشِ غیب سے یہ
نویدِ نیک کہ ہے عام فیضِ رحمتِ او

مکن بچشمِ حقارت نگاہ بر منِ مست
کہ نیست معصیت و زہد بے مشیتِ او

نہ ڈال چشمِ حقارت تو شیخ مستوں پر
کہ ہے نہ زہد و خطا کوئی بے مشیتِ او

نمیکند دلِ من میلِ زہد و توبہ ولے
بنامِ خواجہ بکوشم و فرِ دولتِ او

ہے کام کیا مجھے توبہ سے پر میں کرتا ہوں
برائے قربتِ خواجہ برائے دولتِ او

والطمع مبر از لطفِ بے نہایتِ دوست
کہ نیست جز کرم و رحمِ خلق رغبتِ او

ملے گا تجھ کو بھی اس لطفِ بے نہایتِ حق
کہ ہے نہ جز کرم و رحمِ خلق رغبتِ او

مدام خرقۂ حافظ بباده در گرو است
گر ز خاکِ خرابات بود فطرتِ او

رہا ہے خرقۂ حافظ شراب میں گروی
بنی ہے خاکِ خرابات سے جو فطرتِ او

تابِ بنفشہ میدہد طرۂ مشک سائے تو
پردۂ غنچہ میدرد خندۂ دلکشائے تو

پیچ بنفشہ ڈالتی گیسوئے مشک سائے تو
پردۂ گل ہے چیرتا خندۂ دلکشائے تو

اے گلِ خوش نسیمِ من بلبلِ خویش را مسوز
کز سرِ صدق میکند شب ہمہ شب دعائے تو

اے گلِ خوش نسیم تو بلبلِ خوش نوا کی سن
کرتا ہے صدقِ دل سے وہ شب ہمہ شب دعائے تو

دشمن و دوست گو بگو ہر غرضے کہ ممکن ست
جورِ ہمہ جہانیاں میکشم از برائے تو

دشمن و دوست سے غرض اب نہ رہی مجھے کوئی
جورِ زمانہ سب کا سب جھیلتا ہوں برائے تو

خرقۂ زہد و جامِ مے گرچہ نہ درخورِ من ست
ایں ہمہ نقش میزنم در طلبِ وفائے تو

خرقۂ زہد و جامِ مے تیرے بغیر کچھ نہیں
رندی و زہد ایک ہیں در طلبِ وفائے تو

شورِ شراب و سوزِ عشق آں نفسم رود زیاد
کایں سرِ پُرہوس شود خاکِ درِ سرائے تو

شورِ شراب و سوزِ عشق میرے رہیں گے ساتھ ساتھ
ہو گا نہ جب تلک یہ سر خاکِ درِ سرائے تو

من کہ ملول گشتمے از نفسِ فرشتگاں
قال و مقالِ عالمے میکشم از برائے تو

ہے نفسِ فرشتگاں کرتا ملول دل مگر
قال و مقالِ دو جہاں جھیلتا ہوں برائے تو

مہرِ رخت سرشتِ من خاکِ درت بہشتِ من
عشقِ تو سرنوشتِ من راحتِ من رضائے تو

چہرہ ترا مری سرشت خاکِ درِ حسیں بہشت
عشق ہے میری سرنوشت راحتِ من رضائے تو

دلقِ گدائے عشق را گنج بود در آستیں
زود بسلطنت رسد ہر کہ بود گدائے تو

دلقِ گدائے عشق کا گنج ہے آستین میں
عشق ہے سلطنت اسے ملتا ہے جو گدائے تو

دولتِ عشق بیں کہ چوں از سرِ فخر و احتشام
گوشۂ تاجِ سلطنت می شکند گدائے تو

دولتِ عشق، دیکھ تو کیسے ہزار ناز سے
گوشۂ تاجِ سلطنت کرتا ہے خم گدائے تو

شاہ نشینِ چشمِ من تکیہ گہِ خیالِ تست
جائے دعاست شاہِ من بے تو مباد جائے تو

گوشۂ چشم ہی مرا تکیہ گہِ خیال ہے
ہے یہ دعا مرا خدا رکھے تجھے نہ جائے تو

خوش چمنیست عارضت خاصہ کہ در بہارِ حسن
حافظِ خوش کلام شد مرغِ سخن سرائے تو

رشک تھا بن گیا چمن، جب سے بہارِ حسن میں
حافظِ خوش کلام ہے مرغِ سخن سرائے تو

گلبنِ عیش میدمد ساقیِ گل عذار کو	غنچۂ عیش کھل گیا ساقیِ گلعذار لا
بادِ بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو	بادِ بہار آ گئی، بادۂ خوشگوار لا
ہر گلِ نو ز گلرخے یاد ہمی کند ولے	سوتا ہے گلعذار اک ہر گلِ نو کی خاک میں
گوشِ سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو	گوشِ سخن شناس لا دیدۂ اعتبار لا
مجلسِ بزمِ عیش را غالیۂ مراد نیست	مجلسِ بزمِ عیش کو بوئے مراد چاہیے
اے دمِ صبحِ خوش نفس نافۂ زلفِ یار کو	اے دمِ صبحِ خوش نفس نافۂ زلفِ یار لا
حسن فروشیِ گلم نیست تحمل اے صبا	حسن فروشی پھول کی مجھ سے نہ دیکھی جائے ہے
دست زدم بخونِ دل بہرِ خدا نگار کو	ہوتا ہے خونِ دل مرا، بہرِ خدا نگار لا
شمعِ سحر بہ بزم گر لاف بعارضِ تو زد	کرتی ہے شمعِ صبحدم رخ سے ترے مقابلہ
خصم زبان دراز شد خنجرِ آبدار کو	اس کی زباں دراز ہے خنجرِ آبدار لا
گفت گر ز لعلِ من بوسہ نداری آرزو	کہتا ہے کون لعلِ لب کی نہیں مجھ کو آرزو
مُردم ازیں ہوس ولے قدرت و اختیار کو	مرتا ہوں اس ہوس میں پہ قدرت و اختیار لا
حافظ اگرچہ در سخن خازنِ گنجِ حکمت است	خازنِ گنجِ عقل ہے حافظؔ شاعری ہی تو
از غمِ روزگارِ دوں طبعِ سخن گزار کو	چپ کرے غم ہے کیوں تجھے طبعِ سخن گزار لا

مرا چشمے ست خوں افشاں ز چشمِ آں کماں ابرو
جہاں بر فتنہ می بینم از آں چشم و از آں ابرو

مجھے دی چشمِ خوں افشاں اسے چشمِ کماں ابرو
زمانے بھر کے درپے ہیں وہ آنکھیں وہ جواں ابرو

غلام چشم آں ترکم کہ در خوابِ خوش مستی
نگاریں گلشنش بوئے ست و مشکیں سایباں ابرو

غلام چشم ہوں اُس کا کہ اندر خوابِ خوش مستی
چمن ہے جس کا چہرہ جس کی مشکیں سائباں ابرو

ہلالی شد تنم زیں غم کہ با طغرائے مشکینش
کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاقِ آسماں ابرو

ہلالِ ابروئے مشکیں جب اناں کو اگر دیکھے
دکھائے پھر کبھی اپنی نہ ماہِ آسماں ابرو

ہمیشہ چشمِ مستش را کمانِ حسن در زہ باد
کہ از پشتیِ تیرِ او کشد بر مہ کماں ابرو

دے یارب اُس کی چشمِ مست کو حسن کماں ایسا
لگے ڈر چاند کو کھینچے جو چشم اپنی کماں ابرو

روانِ گوشہ گیراں را ز جنبش طرفہ گلزاریست
کہ بر طرفِ سمن زارش ہمی گردد چماں ابرو

دکھائے وہ اگر انداز اپنا خانقاہوں میں
بنائے روح و جانِ گوشہ گیراں بوستاں ابرو

رقیباں غافل اند از ما کز آں چشمِ سیہ ہر دم
ہزاراں گونہ پیغام ست و حاجب در میاں ابرو

مجھے بھیجے ہیں چشمِ ناز نے پیغام صد گونہ
رقیباں سے ہیں غافل پر یہی ہے رازداں ابرو

دگر حور و پری را کس نگوید با چنیں حسنے
کہ ایں را ایں چنیں چشم ست و آں را آنچناں ابرو

کرے ہرگز نہ وہ حور و پری کے حسن کی باتیں
جو دیکھے اُس کی چشمِ قاتل اور افزائے جاں ابرو

تو کافر دل نمی بندی نقابِ زلف و می ترسم
کہ محرابم بگرداند خمِ آں دلستاں ابرو

نقابِ زلف سے چہرہ چھپاتا ہے وہ بے دیں
مگر محراب ہے میرے لیے وہ دلستاں ابرو

اگرچہ مرغِ زیرک بود حافظ در وفاداری
بہ تیرِ غمزہ صیدش کرد چشمِ آں کماں ابرو

اگرچہ مرغِ دانا ہے بہت حافظ محبت میں
بہ تیرِ غمزہ کر لی صید ہے اُس کو کماں ابرو

مُطربِ خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بہ نو
بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بہ نو

مطربِ خوش نوا کہو تازہ بتازہ نو بہ نو
بادۂ دل کشا پیو تازہ بتازہ نو بہ نو

با صنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے
بوسہ ستاں بکام ازو تازہ بتازہ نو بہ نو

بیٹھو بتوں کے ساتھ میں ہاتھ ہو ان کے ہاتھ میں
ان کے لبوں کو بوسہ دو تازہ بتازہ نو بہ نو

ساقیِ سیم ساقِ من نیست میم بیار پیش
زود کہ پُر کنم سبو تازہ بتازہ نو بہ نو

ساقیِ سیم ساقِ من مجھ کو ہے غم مجھے تھکن
جام شراب سے بھرو تازہ بتازہ نو بہ نو

بر ز حیات کے خوری گر نہ مدام مے خوری
بادہ بخور بیادِ او تازہ بتازہ نو بہ نو

زندگی زندگی نہیں بادہ اگر ملے نہیں
مے سے اسے سنوار لو تازہ بتازہ نو بہ نو

شاہدِ دلربائے من میکند از برائے من
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بہ نو

یار مرا مرے لیے آیا ہے ناز سے لیے
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بہ نو

بادِ صبا چو بگذری بر سرِ کوئے آں پری
قصۂ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بہ نو

بادِ صبا تمہارا گر ہو کوئے یار سے گزر
قصۂ حافظ اب کہو تازہ بتازہ نو بہ نو

چراغِ روئے ترا شمع گشت پروانہ	چراغِ رخ کی بنی تیرے شمع پروانہ
مرا ز عشقِ تو از حالِ خویش پروا نہ	ہوا جو عشق رہی اور کوئی پروا نہ
خرد کہ قیدِ مجانینِ عشق می فرمود	جنونِ عشق کو ڈالے تھی قید میں جو خرد
بہوئے حلقۂ زلفِ تو گشت دیوانہ	کیا ہے اُس کو بھی گیسو کے خم نے دیوانہ
بمژدہ جاں بصبا داد شمع در نفسے	نثار شمع نے کی جان جب صبا آئی
ز شمعِ روئے تو اش چوں رسید پروانہ	چراغِ رخ کا ترے لے کے ایک پروانہ
بہ بوئے زلفِ تو گر جاں بباد رفت چہ شد	دی ہم نے جان اگر بوئے زلف پر تو کیا
ہزار جانِ گرامی فدائے جانانہ	ہزار جانِ گرامی فدائے جانانہ
بر آتشِ رخِ زیبائے تو بجائے سپند	جلائیں آتشِ رخ پر سپند کیوں جبکہ
بغیرِ خالِ سیاہت کہ دید بہ دانہ	نہیں ہے خال سے بہتر کوئی سیہ دانہ
چہ نقش ہا کہ برانگیختیم و سود نداشت	ہماری جادوگری کا اثر ہوا نہ کوئی
فسونِ ما بر او گشتہ است افسانہ	فسوں ہمارا ہے اُس کے لئے اک افسانہ
مرا بدورِ لبِ دوست ہست پیمانے	فقط بدورِ لبِ دوست ہے مرا پیمان
کہ بر زباں نبرم جز حدیثِ پیمانہ	کہ اس زباں پہ نہیں کچھ سوائے پیمانہ
من غریب ز غیرت فتادم از پا دوش	زمیں میں گڑ گیا غیرت سے میکدے میں کل
نگارِ خویش چو دیدم بدستِ بیگانہ	کنارِ یار میں دیکھا جو میں نے بیگانہ
حدیثِ مدرسہ و خانقہ مگوے کہ باز	تو ذکرِ مدرسہ و خانقہ نہ سن حافظ
فتادہ در سرِ حافظ ہوائے میخانہ	رکھ اپنے سر میں نہ کچھ جز خیالِ میخانہ

ای کہ با سلسلۂ زلفِ دراز آمدہٗ
فرصتت باد کہ دیوانہ نواز آمدہٗ

لے کے اک سلسلۂ زلفِ دراز آیا ہے
باندھنے دل کو وہ دیوانہ نواز آیا ہے

آب و آتش بہم آمیختہٗ از لبِ لعل
چشم بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدہٗ

آب و آتش کی ملاوٹ ہے لبوں میں جس کے
چشم بد دور وہ خوش شعبدہ باز آیا ہے

چشم تو گرچہ بہ غمزہ دلم برباید
لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدہٗ

غمزۂ چشم سے برباد کیا دل میرا
لیکن افسوس وہ بیگانہ نواز آیا ہے

ساعتے ناز مفرمای و بگرداں عادت
چوں بپرسیدنِ اربابِ نیاز آمدہٗ

ایک ساعت کیلئے چھوڑ دے نازش اے جاں
کرنے گر پرسش اربابِ نیاز آیا ہے

آفریں بر دلِ نرم تو کہ از بہرِ ثواب
کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدہٗ

دیکھیے نرم دلی بعد مرے قتل کے وہ
خود ہی پڑھنے کو جنازے کی نماز آیا ہے

زہد من با تو چہ سنجد کہ بیغمائے دلم
مست و آشفتہ بخلوتگہِ راز آمدہٗ

زہد کیا میرا کرے لوٹنے وہ جب دل کو
مست و آشفتہ بخلوت گہِ راز آیا ہے

پیش بالائے تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ
کہ بہرحال برازندۂ ناز آمدہٗ

جنگ ہو صلح ہو، مرتا ہوں میں قد پر اسکے
جب بھی وہ سرو مرا چل کے بہ ناز آیا ہے

گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است
مگر از مذہبِ ایں طائفہ باز آمدہٗ

صاف حافظؔ کا کیا خرقہ آلودہ بہت
بادہ خواری سے کبھی پر نہ وہ باز آیا ہے

خنک نسیمِ معنبر شمامۂ دلخواہ
کہ در ہوائے تو برخاست بامدادِ پگاہ

خنک نسیمِ معنبر شمامۂ دلخواہ
کھلائے غنچۂ الفت مرا بوقتِ پگاہ

دلیلِ راہ شو اے طائرِ خجستہ لقا
کہ دیدہ آب شد از شوقِ خاکِ آں درگاہ

تو بن کے راہ نما طائرِ خجستہ لقا
غریبِ عشق کو دکھلا دیارِ یار کی راہ

منم کہ بے تو نفس میزنم زہے خجلت
مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذرِ گناہ

ہوں شرمسار کہ زندہ ہوں ہجر میں اب تک
اور اس لئے بھی کہ ہے پاس کچھ نہ عذرِ گناہ

بہ بیں بشخصِ نزارم کہ غرقِ خونِ دلست
ہلال را ز کنارِ شفق کنند نگاہ

ہوا مرا تنِ لاغر غریقِ خونِ جگر
ہلال ڈوبا شفق میں ہے اس پہ ڈال نگاہ

ز دوستانِ تو آموخت در طریقتِ مہر
سپیدہ دم کہ صبا چاک زد شعارِ سیاہ

صبا نے سیکھا طریق و رواجِ عاشق سے
دریدہ کرنا سحر رات کا شعارِ سیاہ

بعشقِ روئے تو روزے کہ از جہاں بروم
ز تربتم بدمد سرخ گل بجائے گیاہ

مروں اگر میں ترا دیکھ کے رخِ روشن
مری لحد پہ اگیں سرخ گل بجائے گیاہ

مدہ بخاطرِ نازک ملالت از من راہ
کہ حافظِ تو ہمیں لحظہ گفت بسم اللہ

نہ ہوگا خاطرِ نازک پہ بار حافظ اب
کہ ہے وہ چلنے کو تیار کہہ کے بسم اللہ

در سرائے مغاں رفته بود و آب زده
نشسته پیر و صلائے بہ شیخ و شاب زده

کچھ ایسا پاک و صفا خانۂ شراب ہوا
کہ اُس کا پیرِ مغاں پیرِ شیخ و شاب ہوا

سبوکشاں ہمہ در بندگیش بستہ کمر
ولے ز طرفِ کُلہ خیمہ بر سحاب زده

ہیں بندگی میں تری مے کشاں کمر بستہ
وہ جن کا طرفِ کُلہ خیمہ بر سحاب ہوا

فروغِ جام و قدح نورِ ماہ پوشیدہ
عذارِ مغبچگاں راہِ آفتاب زده

فروغِ جام کرے نورِ ماہتاب خجل
عذارِ مغبچگاں رشکِ آفتاب ہوا

گرفتہ ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت
ز جرعہ بر رخِ حور و پری گلاب زده

اُٹھائے ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت
وہ جس سے چہرۂ حور و پری گلاب ہوا

ز شور و عربدۂ شاہدانِ شیریں کار
شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زده

فساد و عربدۂ شاہدانِ شیریں سے
شکر شکستہ ہوئی منقطع رباب ہوا

عروسِ بخت در آں حجلہ با ہزاراں ناز
کشیدہ وسمہ و بر برگِ گُل گلاب زده

عروسِ بخت شبستاں میں میرے یوں آئی
کہ زرد چہرہ اُسے دیکھ کے گلاب ہوا

سلام کردم و با من بروئے خنداں گفت
کہ اے خمارکشِ مفلسِ شراب زده

جو مست و خوش مجھے دیکھا تو یہ کہا اس نے
تو خوش نصیب ہے جو مفلس شراب ہوا

کہ کرد اینکہ تو کردی بہ ضعفِ ہمت و رائے
ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زده

یہ ہے دلاوری برباد کر کے گھر اپنا
مکینِ میکدہ و خانۂ خراب ہوا

وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند
کہ خفتۂ تو در آغوشِ بختِ خواب زدہ

وصالِ دولتِ بیدار ہو سکا نہ اُسے
جو بختِ خفتہ کے پہلو میں محوِ خواب ہوا

ہلال تا کہ گر نعلِ مرکبش گردد
ز بامِ عرش صدش بوسہ بر تراب زدہ

ہلال کو ہوئی خواہش ہو نعلِ اسپ ترا
وہ چومنے کو غشیہ تری تراب ہوا

خرد کہ ملہمِ غیب است بہرِ کسبِ شرف
ز روئے صدق صدش بوسہ بر جناب زدہ

یقیں جو کہتا ہے الہام و علمِ پوشیدہ
اسے ہے فخر ترا بندۂ جناب ہوا

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعاہائے مستجاب زدہ

یہ میکدہ وہ جگہ ہے کہ رند ہے حافظ
دعا جو کی تو کرم اس پہ بے حساب ہوا

دوش رفتم بدرِ میکدہ خواب آلودہ
خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ

شب میں پہنچا بہ درِ میکدہ خواب آلودہ
خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ

آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش
گفت بیدار شو اے رہروِ خواب آلودہ

کتنا مخلص تھا وہ اک مغ بچۂ بادہ فروش
بولا بیدار ہو اے رہروِ خواب آلودہ

شست و شوئی کن و آنگہ بخرابات خرام
تا نگردد ز تو ایں دیر خراب آلودہ

آ نہا دھو کے ہوا کھا کے خرابات میں تو
تاکہ تجھ سے نہ ہو یہ دیر خراب آلودہ

بہوائے لبِ شیریں دہناں چند کنی
جوہرِ روح بیاقوتِ مذاب آلودہ

ہوسِ شیریں دہاں میں تو کرے گا کب تک
جوہرِ روح بہ یاقوتِ مذاب آلودہ

بہ طہارت گذراں منزلِ پیری و مکن
خلعتِ شیب بہ تشریفِ شباب آلودہ

منزلِ پیری بہ پاکی سے گزر اور نہ کر
خلعتِ شیب بہ تشریفِ شباب آلودہ

آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق
غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ

آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق
غرق ہو کر بھی نہیں ہوتے بہ آب آلودہ

پاک و صافی شو و از چاہِ طبیعت بدرآ
کہ صفائے ندہد آبِ تراب آلودہ

چاہیے گر پاکی تو اس چاہِ طبیعت سے نکل
کہ صفا کرتا نہیں آبِ تراب آلودہ

گفتم اے جانِ جہاں دفترِ گل عیبے نیست
کہ شود وقتِ بہار از مے ناب آلودہ

پوچھا کیا عیب ہو اک دفترِ گل میں اے جاں
وقتِ گل اس کو کرے گر مئے ناب آلودہ

گفت حافظ برو و نکتہ بیاراں مفروش
آہ ازیں لطف بانواعِ عتاب آلودہ

سن کے ناراض ہوا مغ بچۂ حافظ لیکن
لطف کرتا رہا با نوعِ عتاب آلودہ

سحرگاہاں کہ مخمورِ شبانہ	سحر کے وقت مخمورِ شبانہ
گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ	پیوں میں بادہ با چنگ و چغانہ
نہادم عقل را زادِ رہ از مے	میں دے کے عقل کو زادِ رہِ مے
ز شہرِ ہستیش کردم روانہ	کروں ہستی کی دنیا سے روانہ
ز بندی زآں میاں طرفے کمروار	کمرواروں کا بنتا ہے وہ محرم
اگر خود را بہ بینی درمیانہ	فنا خود کو کرے جو درمیانہ
بروایں دام بر مرغِ دگر نہ	نہ آسانی سے آوے دام میں وہ
کہ عنقا را بلندست آشیانہ	کہ عنقا کا ہے اونچا آشیانہ
ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست	ندیم و مطرب و ساقی وہی ہے
خیالِ آب و گل در رہ بہانہ	خیالِ دو جہاں سب اک بہانہ
کہ بند طرفِ وصل از حسنِ شاہے	امیدِ وصل ہو اس حسن سے کیا
کہ با خود عشق ورزد جاودانہ	جسے خود سے ہو عشق جاودانہ
بدہ کشتیٔ مے تا خوش برآئیم	ہو ساقی کشتیٔ مے ایسی پخت
ازیں دریائے ناپیدا کرانہ	کرے جو پار بحرِ بیکرانہ

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش
کہ نبود جز تو اے مرد یگانہ

مکاں خالی ہے بیگانوں سے مے پی
ہے تو ہی اک یہاں مردِ یگانہ

نگارے مے فروشم عشوۂ داد
کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ

دکھا ساقی کچھ ایسے ناز و انداز
کہ دے فرصت مجھے مکرِ زمانہ

ز ساقیِ کماں ابرو شنیدم
کہ اے تیرِ ملامت را نشانہ

اے ساقی کماں ابرو نہ مجھ کو
بنا تیرِ ملامت کا نشانہ

وجودِ ما معمّائیست حافظ
کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ

وجود اپنا معمّا ایسا حافظ
کہ حل اُس کے ہیں افسون و فسانہ

نصیبِ من چو خرابات کردہ است الٰہ	نصیب میں ہے خرابات جب بفضلِ الٰہ
دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ	تو شیخ اِس میں کہو تم ہے کیا ہمارا گناہ
کسیکہ در ازلش جامِ مے نصیب افتاد	دیا ازل میں ہے جب ساغرِ شراب ہمیں
چرا بحشر کنند ایں گناہ را درخواہ	کریں ہیں حشر میں کیوں پھر سوال خواہ مخواہ
بگو بزاہدِ سالوسِ خرقہ پوشِ دو روئے	کہو یہ زاہدِ سالوسِ خرقہ پوشِ دو رُو
کہ دستِ زرق دراز است و آستیں کوتاہ	کہ دستِ مکر ہے لمبا اور آستین کوتاہ
تو خرقہ را ز برائے ہوا ہمی پوشی	پہنتے شیخ ہیں صرف اس لئے عبا و قبا
کہ تا بزرق بری بندگانِ حق از راہ	کہ مکر سے وہ کریں بندگانِ حق گمراہ
غلامِ ہمتِ رندانِ بے سر و پایم	غلامِ ہمتِ رندانِ بے سر و پا ہم
کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیشِ شاں یک کاہ	نظر میں جنکی ہیں کون و مکان سب یک کاہ
مرادِ من ز خرابات چونکہ حاصل شد	مرادِ دل جو خرابات میں ہوئی حاصل
دلم ز مدرسہ و خانقاہ گشت سیاہ	رہی نہ مدرسہ و خانقہ کی دل میں چاہ
برو گدائے درِ پیر گدائے شو حافظ	جو ہے گدائے فقیرانِ معرفت حافظ
تو ایں مراد نیابی مگر بشیئٍ للہ	خزانۂ دو جہاں اُس کا ہے بفیضِ الٰہ

اے بادِ نسیمِ یار داری
زاں نفحۂ مشکبار داری

اے بادِ نسیم یار تجھ میں
ہے نافۂ مشکبار تجھ میں

زنہار مکن دراز دستی
با طرۂ او چہ کار داری

کاکل سے نہ کر دراز دستی
اس کا نہیں اختیار تجھ میں

اے گل تو کجا و روئے زیباش
او مشک تر و تو خار داری

اے گل ذرا دیکھ یار کا رخ
مشک اس میں ہے اور خار تجھ میں

ریحاں تو کجا و خطِ سبزش
او تازہ و تو غبار داری

ریحاں ذرا دیکھ سبزۂ خط
تازہ ہے وہ اور غبار تجھ میں

نرگس تو کجا و چشمِ مستش
او سرخوش و تو خمار داری

نرگس ذرا دیکھ آنکھ اُس کی
سرخوش ہے وہ اور خمار تجھ میں

اے سرو تو با قدِ بلندش
در باغ چہ اعتبار داری

اے سرو! جو دیکھے اُس کی قامت
کچھ بھی نہ ہو افتخار تجھ میں

اے عقل تو با وجودِ عشقش
در دست چہ اختیار داری

ہر چند ہو تجھ کو الفت اے عقل!
کیا ہے بھلا اختیار تجھ میں

روزے برسی بوصلِ حافظ
گر طاقتِ انتظار داری

ممکن ہے وصالِ یار حافظ
ہو طاقتِ انتظار تجھ میں

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی	اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر ہو تو
تا راہ رو نباشی کے راہبر شوی	رہرو اگر بنے تو کبھی راہبر ہو تو
در مکتبِ وجود چو پیشِ ادیبِ عشق	اس مکتبِ وجود میں پیشِ ادیبِ عشق
داں اے پسر بگوش کہ روزے پدر شوی	لیوے اگر سبق تو پسر سے پدر ہو تو
دست از مسِ وجود چو مردانِ رہ بشوی	الفت کے راستے میں مٹائے خودی اگر
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی	مل جائے کیمیا تجھے تانبے سے زر ہو تو
خواب و خورت ز مرتبۂ عشق دور کرد	کرتا ہے دور مرتبۂ عشق خواب و خور
آنگہ رسی بدوست کہ بے خواب و خور شوی	گر قرب یار چاہیے بے خواب و خور ہو تو
گر نورِ عشقِ حق بدل و جانت اوفتد	پُر نورِ عشقِ حق سے ہوں گر جان و دل ترے
باللہ کز آفتابِ فلک خوب تر شوی	خورشیدِ آسمان سے بھی خوب تر ہو تو
از پائے تا سرت ہمہ نورِ خدا شود	روشن خدا کے نور سے ہو سر سے پاؤں تک
در راہِ ذوالجلال چو بے پا و سر شوی	گر راہِ ذوالجلال میں بے پا و سر ہو تو
بنیادِ ہستیِ تو چو زیر و زبر شود	بنیادِ ہستی زیر و زبر ہو اگر تری
در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی	گردش سے آسماں کی نہ زیر و زبر ہو تو
وجہِ حقیقت ار شودت منظرِ نظر	چہرہ بنائے حق کا اگر منظرِ نظر
زیں پس شکے نماند کہ صاحب نظر شوی	مقبول چشمِ حق میں ہو صاحب نظر ہو تو
گر در سرت ہوائے وصال است حافظا	حافظ وصالِ یار کی رکھتا ہے گر ہوس
باید کہ خاکِ درگہِ اہلِ بصر شود	لازم ہے خاکِ درگہِ اہلِ بصر ہو تو

اے پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی

اے پادشہِ خوباں اے ملکۂ رعنائی
دیکھ آ کے خدارا تو کیسا غمِ تنہائی

اے دردِ توام درماں در بسترِ ناکامی
وے یادِ توام مونس در گوشۂ تنہائی

اس بسترِ ناکامی میں درد ترا درماں
ہے یاد تیری مونس در گوشۂ تنہائی

مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد
کز دست بخواہد شد دامانِ شکیبائی

مشتاقی و مہجوری نے ضعف دیا ایسا
چھوٹا میری ہاتھوں سے دامانِ شکیبائی

دائم گلِ ایں بستاں شاداب نمی باشد
دریاب ضعیفاں را در وقتِ توانائی

اے گل نہیں رہوے گی دائم تیری شادابی
دلجوئی ضعیفوں کی کر وقتِ توانائی

صد بادِ صبا اینجا با سلسلہ می رقصد
اینست حریف اے دل تا بادیہ پیمائی

صد بادِ صبا رقصاں ہیں گیسوئے مشکیں میں
کر تو بھی دلِ خستہ کچھ بادیہ پیمائی

در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرکاریم
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

تقدیر کے چکر میں بے بس ہوں مگر جانم
مجبوریِ الفت سے ہوتی ہے دل افزائی

فکرِ خود و رائے خود در عالمِ رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

فکرِ خود و رائے خود رندی میں نہیں جائز
بے دینی ہے اس دیں میں خود بینی و خود رائی

یارب بکہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم
رخسارہ بکس ننمود آں شاہدِ ہرجائی

رخسار دکھاتا ہے عارف کو نہ صوفی کو
مستور کچھ ایسا ہے وہ شاہدِ ہرجائی

دی شب گلۂ زلفش با بادِ صبا کردم
گفتا غلطی بگذر زیں فکرتِ سودائی

بیکار گلہ کرتا ہے زلف کے قیدی کو
یہ خام خیالی ہے یہ فکر ہے سودائی

ساقی چمنِ گل را بے روئے تو رنگے نیست
شمشاد خراماں کن تا باغ بیارائی

ساقی چمنِ گل میں بن تیرے نہیں رونق
شمشاد خراماں بن کر باغ کی آرائی

زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ
تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغرِ مینائی

یہ دائرۂ مینا کرتا ہے جگر خونیں
مشکل میری آساں کر دے ساغرِ مینائی

حافظ شبِ ہجراں شد بوئے خوشِ صبح آمد
شادیت مبارک باد اے عاشقِ شیدائی

جاتی ہے شبِ ہجراں ہوتی ہے سحر حافظ
کھلتی ہے کلی دل کی اے عاشقِ شیدائی

اے در رُخِ تو پیدا انوارِ بادشاہی
در فکرتِ تو پنہاں صد حکمتِ الٰہی

رُخ میں ترے نمایاں انوارِ بادشاہی
دانش میں تیری پنہاں صد حکمتِ الٰہی

کلکِ تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ
صد چشمہ آبِ حیواں از قطرۂ سیاہی

خامے نے تیرے کھولے سب رازِ کشور و دیں
صد چشمہ آبِ حیواں یک قطرۂ سیاہی

بر اہرمن نتابد انوارِ اسمِ اعظم
ملک آنِ تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی

چمکیں نہ اہرمن میں انوارِ اسمِ اعظم
خاتم کرے ہے تیرے فرمان و حکمِ شاہی

در حشمتِ سلیماں ہر کس کہ شک نماید
بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماہی

گر حشمتِ سلیماں پہ شک کرے ہے کوئی
اُس کی خرد پہ خنداں ہوتے ہیں مرغ و ماہی

تیغے کہ آسمانش از فیضِ خود دہد آب
تنہا جہاں بگیرد بے منتِ سپاہی

وہ تیغ جس کو دیوے ہے آب فیضِ گردوں
ہے حکمراں جہاں میں بے منتِ سپاہی

گر پرتوے ز تیغت بر کان و معدن افتد
یاقوتِ سرخ رُو را بخشند رنگِ کاہی

شمشیر تری ایسی خوف و خطر ہے جس کے
یاقوتِ سرخ کا بھی ہوتا ہے رنگ کاہی

دانم دلت ببخشد بر عجزِ شب نشیناں
گر حالِ ما بپرسی از بادِ صبحگاہی

حالت پہ شب نشینوں کی اُس کو رحم آئے
جا کے تو گر خبر دے لے بادِ صبحگاہی

ساقی بیار آبے از چشمۂ خرابات
تا خرقہ ہا بشوئیم از عُجبِ خانقاہی

چشمے سے میکدے کے تھوڑا سا آب ساقی
خرقے سے تا کہ دھوئیں ہم نازِ خانقاہی

بازارچہ گاہ گاہے بر سر نہد کلاہے
مرغانِ قاف دانند آئینِ پادشاہی

شاہیں جو گاہے گاہے رکھتا ہے تاج سر پہ
دیتا ہے کرگسوں کو آئینِ بادشاہی

در دودمانِ آدم تا وضعِ سلطنت ہست
مثلِ تو کس ندیدست ایں علم را کماہی

ہر طور ابنِ آدم نے دیکھی حکمرانی
تجھ سی مگر نہ دیکھی اک شانِ بادشاہی

کلکِ تو خوش نویسد در شانِ یار و اغیار
تعویذِ جاں فزائی افسونِ عمر کاہی

دیتا ترا قلم ہے یاروں کو دشمنوں کو
تعویذِ دل فزائی، افسونِ جاں تباہی

عمریست پادشاہا کز مے تہی ست جامم
اینک ز بندہ دعویٰ وز محتسب گواہی

اے شاہ مدتوں سے ہے جام میرا خالی
دیتا ہے محتسب بھی اس بات کی گواہی

اے عنصرِ تو مخلوق از کیمیائے عزت
وے دولتِ تو ایمن از صدمتِ تباہی

پیدا ہو تیرا عنصر عزت کی کیمیا سے
ہو شے نہ تیری دولت کو صدمۂ تباہی

جائے کہ برقِ عصیاں بر آدمِ صفی زد
ما را چگونہ زیبد دعوائے بے گناہی

برقِ گناہ نے جب آدم کو بھی نہ چھوڑا
کیسے کروں میں عاصی دعوائے بے گناہی

جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی
ظلم از جہاں بروں شد تا تو جہاں پناہی

تیری فرشتہ خصلت جورِ فلک کو روکے
امن و امان بخشے تیری جہاں پناہی

حافظ چو دوست از تو گہگاہ مے برد نام
رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی

کیا کم ہے یہ کہ گاہے پوچھے وہ تجھ کو حافظ
رنجیدہ مت ہو بن کر تو اسکی عذر خواہی

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمتِ قاروں باشی

گر تری وجہِ خرابی مےِ گلگوں ہووے
بے زر و گنج تجھے حشمتِ قاروں ہووے

در مقامے کہ صدارت بہ فقیراں بخشند
چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی

دیوے ہے جاہ و صدارت بہ گدا پیرِ مغاں
بندہ بن اُس کا کہ عزت تری افزوں ہووے

تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما
ور خود از گوہرِ جمشید و فریدوں باشی

تاجِ شاہی نہ ملے گوہرِ ذاتی کے بدوں
خوش لقب کتنا ہی جمشید و فریدوں ہووے

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یوں تو خطرے ہیں رہِ منزلِ لیلیٰ میں بہت
خوف ہوتا نہیں اُس دل میں جو مجنوں ہووے

کارواں رفت تو در خواب و بیاباں در پیش
کے روی رہ ز کہ پرسی چہ کنی چوں باشی

کارواں چھوٹ گیا صحرا ہے پڑا تو ہی بتا
ہم سے یہ فاصلے کس طرح اور کیوں ہووے

نقطۂ عشق نمودم بتو ہاں سہو مکن
ورنہ چوں بنگری از دائرہ بیروں باشی

نقطۂ عشق بنایا ہے دل اپنا جب کہ
حلقۂ زلف سے یہ کس طرح بیروں ہووے

ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشاں
تا بچند از غمِ ایام جگر خوں باشی

پی کے مے مست ہو اور تھوڑی سی گردوں پہ چھڑک
غمِ ایام سے تا یوں نہ جگر خوں ہووے

حافظا از فقر مکن نالہ کہ گر شعر ایں است
ہیچ خوش دل نپسندد کہ تو محزوں باشی

حافظا اشعار ترے خلق کو مقبول ہیں جب
شکوہ کرتا ہے تو کیوں کاہے کو محزوں ہووے

اے دل اگر از چاہِ زنخداں بدر آئی
ہر جا کہ روی زود پشیماں بدر آئی

دل چھوڑ کے گر چاہِ زنخداں نکل آئے
ہو کے وہ بہت خوار و پشیماں نکل آئے

ہشدار کہ گر وسوسۂ عقل کنی گوش
آدم صفت از روضۂ رضواں بدر آئی

جو بات سنے وسوسۂ عقل و خرد کی
آدم صفت از روضۂ رضواں نکل آئے

تاکے چو صبا بر تو گمارم دمِ ہمت
کز غنچہ چو گل خرم و خنداں بدر آئی

یوں چھیڑ اُسے بادِ صبا جا کے چمن میں
غنچے سے وہ گل خرم و خنداں نکل آئے

در تیرہ شبِ ہجرِ تو جانم بلب آمد
وقت ست کہ ہمچوں مہِ تاباں بدر آئی

تاریک شبِ ہجر ہے اور جان لبوں پر
ہے وقت کہ اُس کا مہِ تاباں نکل آئے

جاں میدہم از حسرتِ آں لعلِ دلکش
باشد کہ چو خورشیدِ درخشاں بدر آئی

ہم جس کے لبِ لعل پہ دیتے ہیں دل و جاں
وہ آئے تو خورشیدِ درخشاں نکل آئے

شاید کہ بآبے فلکت دست بگیرد
گر تشنہ لب از چشمۂ حیواں بدر آئی

ملتا ہے اُسے آبِ فلک فیضِ خدا سے
جو تشنہ لب از چشمۂ حیواں نکل آئے

در خانۂ غم چند نشینی بملامت
وقت ست کہ از دولتِ سلطاں بدر آئی

مدت سے ہے دل میرا مکیں خانۂ غم کا
دے حکم اُسے اے مرے سلطاں نکل آئے

بر خاکِ درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوی
باشد کہ تو چوں سروِ خراماں بدر آئی

ہے آس مجھے دیکھے جو مرے اشک جو در پر
گھر سے وہ مرا سروِ خراماں نکل آئے

حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسفِ مصری
باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی

آئے جو نظر اپنا اُسے یوسفِ مصری
حافظ زغمِ کلبۂ احزاں نکل آئے

ایکہ بر ماہ از خطِ مشکیں نقاب انداختی
لطف کردی سایۂ بر آفتاب انداختی

دیکھ رُخ پر زلف ہو جائے ہے ماہ اندر نقاب
اور ہو جائے ہے تیرے سامنے سائے آفتاب

تا چہ خواہد کرد بر ما آب زلفِ عارضت
حالیا نیرنگ رنگِ خوش بر آب انداختی

جاں کو دیتا رنگ ہے نیرنگ اُس رخسار کا
جس کا پرتو دیکھ کر ہو جائے ہے خوش رنگ آب

گوئے خوبی بردی از خوبانِ عالم شاد باش
جامِ کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی

سامنے تیرے جھکیں خوبانِ عالم جس طرح
پیشِ پا کیخسرو نگوں ہو جائے ہے افراسیاب

گرچہ از مستی خرابم طاعتِ من رد مکن
کاندریں شغلم بامیدِ ثواب انداختی

میں خراب مست ہوں تو "گر خطا پوشی مری"
کر جو بخشے ہے گنہ مل جائے ہے اُسکو ثواب

گنجِ عشقِ خود نہادی در دلِ ویرانِ من
سایۂ دولت بریں کنجِ خراب انداختی

گنجِ الفت جب تو دیوے ہے دلِ ویران کو
سایۂ دولت میں یہ ہو جائے ہے گنجِ خراب

خوابِ بیداراں ببستی آنگہ از نقشِ خیال
تہمتے بر شبروانِ خیلِ خواب انداختی

تیرے نقشِ فکر سے عشاق کی اُڑتی ہے نیند
پیشِ بیداری نگوں ہو جائے ہے اک خیلِ خواب

پردہ از رُخ بر فگندی یک نظر در جلوہ گاہ
وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی

پردہ جب رُخ سے اُٹھائے ہے تو جلوہ گاہ میں
چہرۂ حور و پری ہو جائے ہے اندر حجاب

از برائے صیدِ دل در گردنم زنجیرِ زلف
چوں کمندِ خسروِ مالک رقاب انداختی

ڈالے ہے زنجیرِ گیسو جب مری گردن میں تو
تیری صیادی بہت ہو جائے ہے کارِ ثواب

نصرۃ الدین شاہ یحییٰ اے کہ تاجِ آفتاب
از سرِ تعظیم و قدرت در تراب انداختی

نصرۃ الدین شاہ یحییٰ تیری عظمت دیکھ کر
آفتاب تازہ بھی ہو جائے ہے اندر تراب

داورِ دارا شکوہا اے کہ تاجِ آفتاب
از سرِ تعظیم بر خاکِ جناب انداختی

داورِ دارا شکوہ کے سامنے سورج کا تاج
عرضِ تسلیمات سے ہو جائے ہے خاکِ جناب

زینہار از آبِ شمشیرت کہ شیراں را از آں
تشنہ می کردی و گر دل را در آب انداختی

تابِ تیغ و آبِ شمشیرِ شہنشہ دیکھ کر
خوف سے ہو جائے ہے دل شیر کا بھی غرقِ آب

بادہ نوش از جامِ عالم بیں کہ بر اورنگِ جم
شاہدِ مقصود را از رخ نقاب انداختی

گر پلائے تو اپنے جامِ عالم بین سے
شاہدِ مقصود کا ہو جائے ہے رُخ بے نقاب

ہر کے با شمعِ رخسارت بروے عشق داشت
زیں میاں پروانہ را در اضطراب انداختی

دیکھتا جو بھی ہے شمعِ عارضِ روشن تری
اُس کو ہو جائے ہے پروانے کی صورت اضطراب

از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست
حافظِ خلوت نشیں را در شراب انداختی

از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست
حافظؔ خلوت نشیں ہو جائے ہے مستِ شراب

اے کہ در کشتنِ ما ہیچ مدارا نکنی
سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی

ظلم دن رات کرے رحم ذرا سا نہ کرے
قتل بے باک کرے خوف محابا نہ کرے

دردمندانِ غمت زہرِ ہلاہل نوشند
قصدِ ایں قوم خطا باشد ہیں تا نکنی

غمزدہ تیرے پئیں زہرِ ہلاہل کیونکر
زہرِ قاتل ہے مگر قتل وہ تجھ سا نہ کرے

رنجِ ما را کہ تواں برد بیک گوشۂ چشم
شرطِ انصاف نباشد کہ مداوا نکنی

غمزۂ چشم مٹا سکتا ہے جب رنج والم
نہیں انصاف اگر میرا مداوا نہ کرے

دیدۂ ما کہ بامیدِ تو دریاست چرا
بتفرج گذرے بر لبِ دریا نکنی

تیری امید پہ اشکوں کے بہائے دریا
سیر اے یار تو کیوں بر لبِ دریا نہ کرے

نقلِ ہر جور کہ از خلقِ کریمت گویند
قولِ صاحب غرضان است تو آنہا نکنی

جور بڑھ چڑھ کے بیاں کرتے ہیں عشاق بہت
وہ ستمگر ہی سہی پر ظلم بھی اتنا نہ کرے

بر تو گر جلوہ کند شاہدِ ما اے زاہد
از خدا جز مے و معشوق تمنا نکنی

جلوۂ شاہد کا مرے دیکھے اگر تو زاہد
کوئی پھر جز مے و معشوق تمنا نہ کرے

حافظا سجدہ بمحرابِ دو ابرویش کن
کہ دعائے ز سرِ صدق جز آنجا نکنی

سجدہ حافظ کرے محرابِ دو ابرو میں جو
پھر پرستش کبھی وہ اور کسی جا نہ کرے

اے کہ در کوئے خرابات مقامے داری
جمِ وقتِ خودی ار دست بجامے داری

کوئے میخانہ میں گر تو بہ مقام آجائے
بنے جمشید، تیرے ہاتھ میں جام آجائے

اے کہ با زلف و رخِ یار گزاری شب و روز
فرصتت باد کہ خوش صبحے و شامے داری

تو گزارے جو شب و روز بہ زلفِ جاناں
ناچتی صبحِ طرب، جھومتی شام آجائے

اے صبا سوختگاں بر سرِ رہ منتظر اند
اگر از یارِ سفر کردہ پیامے داری

منتظر بیٹھے بہت راہ پہ ہیں سوختگاں
کاش ایسے میں صبا لے کے پیام آجائے

بوئے جاں از لبِ خندانِ قدح میشنوم
بشنو ایخواجہ تو گر زانکہ مشامے داری

بوئے جاں ہے لبِ خندانِ قدح میں خواجہ
کہو ساقی سے کہ با عطرِ مشام آجائے

نامے ار می طلبد از تو غریبے چہ شود
توئی امروز دریں شہر کہ نامے داری

مہرباں ہو جو تو دیوانوں پہ اپنے اے جاں
ہر زباں پر ترا اس شہر میں نام آجائے

گو بہنگامِ وفا گرچہ ثباتت نبود
میکنم شکر کہ بر جور دوامے داری

بے ثباتی وفا کا نہ کرے دل شکوہ
کہیں ایسا ہی نہ ہو جور دوام آجائے

مہرباں شد فلک و ترکِ جفا کاری کرد
توئی ایجاں کہ دریں شیوہ قوامے داری

مہرباں چرخ ہوا، جور و جفا ترک کیے
کرنا یارب اُسے بھی مہر قوام آجائے

خالِ سرسبز تو خوش دانۂ عیشست ولے
بر کنارِ چمنش وہ کہ چہ دامے داری

خالِ سرسبز ترا دانۂ عشرت ایسا
زلفِ رخ پہ ہو تو ہر صید بہ دام آجائے

بس دعائے سحرت حافظِ جاں خواہد بود
تو کہ چوں حافظِ شب خیز غلامے داری

مہرباں ہو تو اگر حافظِ شب خیز پہ، وہ
دے دعائے سحری، بن کے غلام آجائے

اے کہ مہجوریِ عُشاق روا میداری
بندگاں را ز برِ خویش جدا میداری

تُو جو مہجوریِ عشاق روا رکھتا ہے
کیسے اپنے سے تو اپنوں کو جُدا رکھتا ہے

تشنۂ بادیہ را ہم بزلالے دریاب
بامیدے کہ دریں رہ بخدا میداری

تشنگیِ صحرانوردوں کی بجھا لے ساقی
جو عزیزوں کو رکھے اُسکو خدا رکھتا ہے

دل ربودی و بحل کردمت اے جاں لیکن
بہ ازیں دار نگاہش کہ مرا میداری

دل مرا لے مری جاں لے تو لیا ہے تُو نے
کر نگہداریِ خستہ، تو بُرا رکھتا ہے

ساغرِ ما کہ حریفانِ دگری می نوشند
ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری

جام بھرتا ہے ہمارا جو حریفوں کے لئے
وہ نہیں ہم کو روا، تو جو روا رکھتا ہے

اے مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہ تست
عرضِ خود میبری و زحمتِ ما میداری

عاشقی کھیل سمجھتا ہے جو بچوں کا کوئی
ار تا بازی ہے، انجام بُرا رکھتا ہے

تو بتقصیرِ خود افتادی ازیں در محروم
از کہ می نالی و فریاد چرا میداری

اپنی کوتاہی سے محروم درِ یار ہے جو
اثرِ نالہ، نہ تاثیرِ دُعا رکھتا ہے

اے دلِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
کارِ ناکردہ چہ امیدِ عطا میداری

اے دلِ خام طمع شرم کی ہے بات کہ تُو
کام کرتا نہیں، امیدِ عطا رکھتا ہے

حافظا عادتِ خوباں ہمہ جور است و جفا
تو کزیں طائفہ امیدِ وفا میداری

حافظا عادتِ خوباں تو نہیں جز جور و جفا
کیا ہے پھر ان سے تو امیدِ وفا رکھتا ہے

این خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولیٰ | یہ خرقۂ آلودہ ہے رہنِ شراب اولیٰ
وین دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ | یہ دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

چوں عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم | ان گوشہ نشینوں کو کیسے یہ بتائیں ہم
در کنجِ خراباتے افتادہ خراب اولیٰ | میخانے کے گوشے میں ہونا ہے خراب اولیٰ

من حالِ دلِ شیدا با خلق نخواہم گفت | یوں حالِ دلِ شیدا رو رو کے نہ بتلاؤ
کایں قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ | قصہ ہے بتانا یہ با چنگ و رباب اولیٰ

تا بے سر و پا باشد اوضاعِ فلک زیں ساں | ہے بے سر و پا طرزِ افلاک تو ہم کو بھی
در سر ہوسِ ساقی در دست شراب اولیٰ | اولیٰ ہوسِ ساقی، شوقِ مئے ناب اولیٰ

از ہمچو تو دلدارے دل بر نکنم آرے | عزم کی دلِ خستہ کو ہے تاب نہیں لیکن
گر تاب کشم بارے زاں زلفِ بتاب اولیٰ | اے زلفِ پریشاں ہے ہر تیرا عتاب اولیٰ

چوں مصلحت اندیشی دور است ز درویشی | موزوں نہیں درویشی میں مصلحت اندیشی
ہم سینہ پُر آتش بہ ہم دیدہ پُر آب اولیٰ | ہے سوختہ دل بہتر ہے دیدۂ پُر آب اولیٰ

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں شو | رندی و ہوسناکی زیبا نہیں پیری میں
رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اولیٰ | مانا کہ بہت حافظ تیرا تھا شباب اولیٰ

الحمد للہ علی معدلۃ السلطان
احمد شیخ اویس حسن ایلخانی

شکر اللہ کا ہے عدل ترا سلطانی
احمدِ شیخ اویسِ حسن ایلخانی

خان بن خان شہنشاہ و شہنشاہ نژاد
آنکہ می زیبد اگر جانِ جہانش خوانی

خانِ خاناں ہے شہنشہ ہے شہنشاہوں کا
جانِ جانانِ جہاں ہے حسن خاقانی

بر شکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست
بخشش و کوششِ قاآنی و چنگزخانی

شکنِ طرۂ ترکانہ میں تیرے ہیں بہت
بخشش و کوششِ قاآنی و چنگزخانی

ماہ اگر بے تو بر آید بدو نیمش بزنند
دولتِ احمدی و معجزۂ سبحانی

نکلے بے حکم اگر چاند کریں دو ٹکڑے
دولتِ احمدی و معجزۂ سبحانی

جلوۂ حسن تو دل میبرد از شاہ و گدا
چشم بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی

جلوۂ حسن ترا لوٹے دلِ شاہ و گدا
رُخ ترا جانِ جہاں چہرہ ترا جانانی

از گل فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت
حبذا دجلۂ بغداد و مے روحانی

کیا ہوا گر نہ کھلا غنچۂ دل فارس میں
دیے ہے دجلۂ بغداد و مئے روحانی

سرِ عاشق کہ نہ خاکِ درِ معشوق بود
کے خلاصش بود از محنتِ سرگردانی

سرِ عاشق جو نہ خاکِ درِ معشوق بنے
نہیں کچھ اس کو بجز محنتِ سرگردانی

همہ اطراف گرفت و ہمہ آفاق کشاد
صیتِ مسعودی و آوازِ شہِ سُلطانی

ہوئی اطرافِ جہاں میں ہوئی آفاق میں بھی
شہرتِ رحمت و انصافِ شہِ سلطانی

دیدہ نادیدہ باقبالِ تو ایماں آورد
مرحبا اے ہمہ لطفِ خدا ارزانی

لائیں ایماں ترے اقبال پہ بے دیکھے سب
تجھ پہ کچھ ایسے ہیں لطف و کرمِ یزدانی

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم
بُعدِ منزل نبود در سفرِ سُلطانی

گرچہ ہوں دُور تری یاد میں پیتا ہوں شراب
بُعدِ منزل نہیں رکھتا سفرِ روحانی

اے نسیمِ سحری خاکِ رہِ یار بیار
تا کند حافظ ازاں دیدۂ جاں نورانی

لے کے آ خاکِ رہِ یار کچھ اے بادِ صبا
تا وہ حافظ کا کرے دیدۂ جاں نورانی

بچشمِ مہر اگر یارِ من ہم را یک نظر بودے
از آں سیمیں بدن کامم بحولی ہمچو زر بودے

بہ چشمِ مہر مجھ پر ملتفت وہ اک نظر ہوتا
تو اُس سیمیں بدن کی کیمیا سے قلب زر ہوتا

ز شوق افشاندمے ہر دم سرے در پائے جانانم
دریغا گر متاعِ من نہ از ایں مختصر بودے

فدا کرتا ہوں ہر دم اپنے سر کو پائے جاناں پر
دریغا میرا سرمایہ نہ اتنا مختصر ہوتا

اگر برقع برافگندے از آں روئے چو مہ روئے
مدام از نرگسِ مستش جہاں پر شور و شر بودے

اگر پردہ ہٹا دیتا وہ مہ رُخ اپنے چہرے سے
نگاہِ مست سے اُس کی جہاں پُر شور و شر ہوتا

ہمش مہر آمدے بر من ز مہر آں شاہِ خوباں را
گر از دردِ دلِ زارم یکے روزش خبر بودے

شہِ خوباں کے دل میں رحم آتا مجھ پہ کچھ شاید
وہ گر دردِ دلِ خستہ سے میرے باخبر ہوتا

بوصلش گر مرا روزے ز ہجراں فرصتے بودے
مبارک ساعتے بودے چہ خوش بودے اگر بودے

جو وصلِ یار دیتا ایک آن فرصت مجھے غم سے
مبارک وقت ہوتا عیش ہوتا یوں اگر ہوتا

شبے ناگہ گر افتادے میانش در کنارِ من
نثارِ خاکِ پاے او مرا ایں جان و سر بودے

کمر آجاتی اُس کی ایک شب گر ہاتھ میں میرے
فدا ہوتی مری جاں اُس پہ قرباں میرا سر ہوتا

نہ گفتے کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
اگر طوطیِ طبعش را ز لعلِ او شکر بودے

تیرے اشعار میں یہ شیرینی ہوتی بیشتر حافظ
اگر تجھ کو میسر اُس کا لعلِ پُر شکر ہوتا

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی
تا بے خبر بمیرد در رنجِ خود پرستی

کھولو نہ مدعی پر اسرارِ عشق و مستی
غافل بنے بے خبر ہے محوِ خود پرستی

با ضعف و ناتوانی ہمچو نسیم خوش باش
بیماری اندریں غم خوشتر ز تندرستی

با ضعف و ناتوانی مثلِ نسیم رہ خوش
بیمارِ عاشق کو بہتر نہ تندرستی

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی
یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

یہ علم و فضل تیرا بے معرفت ہے زاہد
خود بینی، خود پرستی میں ہے نہیں درستی

در آستانِ جاناں از آسماں میندیش
کز اوجِ سربلندی افتی بخاکِ پستی

ہے آستانِ جاناں اوجِ فلک سے اونچا
اُس کی بلندیوں میں کوئی نہیں ہے پستی

عاشق شوار نہ روزے کارِ جہاں سرآید
ناخواندہ نقشِ مقصود از کارگاہِ ہستی

ہے عشق ہی حقیقت عالم میں ایک زندہ
دامِ سراب سارا ہے کارگاہِ ہستی

خار ارچہ جاں بکاہد گل عذرِ آں بخواہد
سہل است تلخیِ مے در جنبِ ذوقِ مستی

خندانِ گل سے ہوتی ہے خار کی خلش کم
کرتا ہے تلخیِ مے آسان ذوقِ مستی

صوفی پیالہ پیما ساقی قرابہ پرکن
اے کوتہ آستیناں تا کے دراز دستی

صوفی اٹھاؤ ساغر ساقی بھرو صراحی
ہیں کوتہ آستیناں کرتے دراز دستی

در حلقۂ مغانم دوش آں پسر چہ خوش گفت
با کافراں چہ کارت گر بت نمی پرستی

بزمِ مغاں میں ان کا کیا کام کافروں سے
کرتے اگر نہیں ہیں یہ لوگ بت پرستی

در مذہبِ طریقت خامی نشانِ کفر است
آرے طریقِ رنداں چالاکی ست و چستی

ہے مذہبِ طریقت میں کفر خام کاری
طور و طریقِ رنداں چالاکی اور چستی

سلطانِ ما خدا را زلفت شکست ما را
تا کے کند سیاہے چندیں دراز دستی

مانی شکست ہم نے زلفِ سیاہ سے جب
کرتا دراز گیسو ہے کیوں دراز دستی

گر خرقہ بینی مشغولِ کارِ خود باش
ہر قبلۂ کہ باشد مشغولِ خود پرستی

ہے شان کیا عبا میں شوکت ہے کیا قبا میں
کیسے ہیں شیخ و زاہد مشغولِ خود پرستی

در گوشۂ سلامت مستور چوں تواں بود
تا نرگسیں تو گوید با ما رموزِ مستی

گوشے میں عافیت کے کس طرح چھپ کے بیٹھیں
آنکھیں اگر بتائیں ہم کو رموزِ مستی

عشقت بدست طوفاں خواہد سپرد اے جاں
چوں برق ازیں کشاکش پنداشتی کہ جستی

ہے عشق میں تلاطم کیسے بچیں ہم اس سے
طوفاں ہے بلا کا گرداب میں ہے کشتی

از راہِ دیدہ حافظ تا دیدہ زلفِ پستت
با جملہ سربلندی شد پایمالِ پستی

گیسو گرے جو دیکھے شانوں پہ تیرے اُس نے
سر ہو گیا ہے حافظ کا پائمالِ پستی

بجانِ او کہ گرم دسترس بجاں بودے   قسم ہے جاں کی، روا گر ہلاکِ جاں ہوتا
کمینہ پیشکشِ بندگانش آں بودے   برا نہ اتنا کبھی حالِ عاشقاں ہوتا

اگر دلم نشدے پائے بندِ طرّۂ او   اگر نہ ہوتا یہ دل قیدِ اُس کے کاکل میں
کیم قرار دریں تیرہ خاکداں بودے   قرار اس کو نہ ہوتا، نہ اطمیناں ہوتا

بگفتمے کہ بہا چیست خاکِ پائے ترا   بہائے خاکِ کفِ پائے یار ہو جاتا
اگر حیاتِ گراں مایہ جاوداں بودے   اگر حیات کا سرمایہ جاوداں ہوتا

بخواب نیز نمی بینمش چہ جائے وصال   وصال کیا، وہ اگر خواب میں ہی آجاتا
چو ایں نبود و ندیدم بارے آں بودے   سکونِ قلب کو ملتا، کچھ اطمیناں ہوتا

بہ بندگیِ قدش سرو معترف گشتے   چمن میں سرو قدِ یار کی مدح کرتا
اگرچو سوسنِ آزادہ دہ زباں بودے   مثالِ سوسن اگر وہ بھی دہ زباں ہوتا

ز پردہ نالۂ حافظ بروں کے افتادے   نہ سنتا نالۂ حافظ کوئی گلستاں میں
اگر نہ ہمدمِ مرغانِ صبح خواں بودے   وہ گر نہ ہمدمِ مرغانِ صبح خواں ہوتا

بچشم کردہ ام ابروئے ماہ سیمائے
خیالِ سرو قدے نقش بستہ ام جائے

نگاہ میں مری' ابروئے ماہ سیما ہے
خیال میں مرے ہر وقت سرو بالا ہے

زمامِ دل بکسے دادہ ام من مسکین
کہ نیستش بکس از تاج و تخت پروائے

لگام دی ہے اُسے تیری اے دلِ مسکیں!
نہ تخت و تاج کی کرتا کوئی جو پروا ہے

سرم ز دست شد و چشم ز انتظار بسوخت
در آرزوئے سر و چشم مجلس آرائے

حواس سر سے گئے، چشم انتظار جلی
ہوا جو شوقِ سر و چشم مجلس آرا ہے

نہ بے کماں کہ منشورِ عشقبازی من
از آں کمانچۂ ابرو رسد بطغرائے

زہے کمال کہ منشورِ عشق بازی کا
کمانِ ابرو نے بھیجا مجھے یہ طغرا ہے

مرا کہ از رخِ تو ماہ در شبستان است
کجا بود بفروغِ ستارہ پروائے

ہے ماہ رُخ ترا جب مرے شبستاں میں
فروغِ نجم کی کوئی رہی نہ پروا ہے

گذشت بر دل آتش بخرقہ خواہم زد
بیا ببیں تو اگر می کنی تماشائے

چراغاں خرقہ جلا کے کیا ہے محفل کو
تو آ کے دیکھ اگر دیکھنا تماشا ہے

بروزِ واقعہ تابوتِ ما ز سرو کنید
کہ مردہ ایم ز داغِ بلند بالائے

مروں تو میرے لئے ہو بنے سرو کا تابوت
کہ قلب میں مرے داغِ بلند بالا ہے

در آں مقام کہ خوباں بغمزہ تیغ زنند
عجب مکن ز سرے کوفتادہ در پائے

کرے ہے قتل اگر تیغِ غمزۂ خوباں
عجب نہ جان جو مقتول بے سر و پا ہے

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیرِ او تمنائے

فراق و وصل ہیں کیا کر رضائے یار طلب
کہ ظلم، اُس سے کسی غیر کی تمنا ہے

ز شوق سر بدر آرند ماہیاں از آب
اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائے

ہزار مچھلیاں اُچھلی ہیں دیکھنے کے لئے
ہوا سفینۂ حافظ جو زیبِ دریا ہے

برو زاہد بامیدے کہ داری
کہ دارم ہمچناں امید واری

مبارک ہو تجھے پرہیز گاری
مجھے اچھی ہے زاہد بادہ خواری

بجز ساغر کہ دارد لالہ در دست
بیا ساقی بیاور آنچہ داری

ہر اک لالہ بنا ہے آج ساغر
لے آ اے ساقیا باطرحداری

مرا در رشتۂ دیوانگاں کش
کہ مستی خوشتر است از ہوشیاری

نہ کر چارہ مری دیوانگی کا
نہیں مستی سے بہتر ہوشیاری

بپرہیز از من اے صوفی بپرہیز
کہ کردم توبہ از پرہیز گاری

نہ یوں اے شیخ کر پرہیز مجھ سے
مجھے آتی نہیں پرہیز گاری

بیا دل در خم گیسوئے او بند
اگر خواہی خلاص و رستگاری

ہے قید و بند میں گیسوئے جاناں
تجھے اے دل نجات و رستگاری

بوقت گل خدارا توبہ بشکن
کہ عہد گل ندارد استواری

بوقتِ گل خدارا توڑ توبہ
نہیں ہے عہدِ گل میں استواری

عزیزا نو بہارِ عمر بگذشت
چو بر طرف چمن بادِ بہاری

بہارِ عمر گزری یوں عزیزو!
چمن سے جس طرح بادِ بہاری

بیا حافظ بہ پندِ تلخ کن گوش
چرا عمرے بہ غفلت می گذاری

نصیحت تلخ گر سنتا تو حافظ
نہ یوں غفلت میں کٹتی عمر ساری

بشنو ایں نکتہ کہ خود راز غم آزادہ کنی
خوں خوری گر طلبِ روزیِ ننہادہ کنی

جو مری بات سنے غم سے وہ آزادہ ہو
خوں پیئے جس کو طلب روزیِ ناداد ہو

آخر الامر گِلِ کوزہ گراں خواہی شد
حالیا فکرِ سبو کن کہ پُر از بادہ کنی

بعد مرنے کے بنے کوزہ تری مٹی سے
زندگی میں نہ اگر فکرِ خُم و بادہ ہو

جہد بنما کہ در ایامِ گل و عہدِ شباب
عیش با آدمیِ چند پری زادہ کنی

چاہیے تجھ کو، کہ در فصلِ گل و عہدِ شباب
عہد انساں کا با یار پری زادہ ہو

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
مگر اسبابِ بزرگی ہمہ آمادہ کنی

نہ ملے اس کو بزرگی جو نہ خوش خلق ہے
بات پیروں کی بنے، پند پہ آمادہ ہو

اجرہا باشدت اے خسروِ شیریں حرکات
گر نگاہے سوئے فرہادِ دل افتادہ کنی

حق نگہبان ہو اے خسروِ شیریں تیرا
تو اگر مائلِ فرہادِ دل افتادہ ہو

خاطرت کے رقمِ فیض پذیرد ہیہات
مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی

رقمِ فیض نہیں ملتی کسی انساں کو
نقش بیہودہ سے جس کا نہ ورق سادہ ہو

اے صبا بندگیِ خواجہ جلال الدیں کن
کہ چمن پُر سمن و سوسنِ آزادہ کنی

اے صبا بندگیِ خواجہ جلال الدیں کر
کہ چمن پُر سمن و سوسنِ آزادہ ہو

کارِ خود گر بخدا باز گزاری حافظ
اے بسا عیش کہ با بختِ خداداد کنی

گر بھروسا تو کرے رحمتِ حق پر حافظ
عیش و عشرت تجھے با بختِ خداداد ہو

بلبل ز شاخِ سرو بگلبانگِ پہلوی
میخواند دوش درسِ مقاماتِ معنوی

بلبل یہ شاخِ سرو پہ گلبانگِ پہلوی
پڑھتا ہے بیٹھا درسِ مقاماتِ معنوی

یعنی بیا کہ آتشِ موسیٰ نمود گل
تا از درخت نکتۂ تحقیق بشنوی

آ اور دیکھ آتشِ گل تا درخت سے
مل جائے تجھ کو نکتۂ تحقیقِ موسوی

مرغانِ باغ قافیہ سنجند و بذلہ گو
تا خواجہ مے خورد بغزلہائے پہلوی

مرغِ چمن ہے قافیہ سنج و لطیفہ گو
تا خواجہ مے پیئے بہ غزلہائے پہلوی

جمشید جز حکایتِ جام از جہاں نبرد
زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی

جم کو بجز حکایتِ ساغر ملا نہ کچھ
زنہار دل لگا نہ بہ اسبابِ دنیوی

خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن
کاین عیش نیست درخورِ اورنگِ خسروی

خوش فرشِ بوریا و فقیری و اطمینان
یہ عیش کس کو دیتا ہے اورنگِ خسروی

درویشم و گدا و برابر نمی کنم
پشمیں کلاہ خویش بصد تاجِ خسروی

درویشی و فقیری میں فرصت مجھے بہت
بہتر نہیں کلہ سے مری تاجِ خسروی

ایں قصۂ عجب شنو از بختِ واژگوں
مارا بکشت یار بانفاسِ عیسوی

ہے کس قدر عجیب مسیحائی یار کی
کرتا ہے قتل ہم کو بہ انفاسِ عیسوی

چشمت بغمزه خانۂ مردم خراب کرد
مخموریت مباد کہ خوش مست می روی

افسونِ چشم سے ہوا خانہ خراب میں
مجھ کو خمار دیتی ہے مستوں کی پیروی

مے خور بشعرِ بندہ کہ دل تنگیت مباد
بعد از تو خاک بر سرِ اسبابِ دنیوی

پی اور شعر سن کہ رہے تا نہ غم کوئی
سب ڈال خاک میں تو یہ اسبابِ دنیوی

ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد
کآشفتہ گشت طرۂ دستارِ مولوی

ساقی نے کچھ زیادہ ہی مے دی ہے حافظا
آشفتہ دیکھ کیسی ہے دستارِ مولوی

بُتا با ما مگذار ایں کینہ داری — صنم تو اُس سے کیوں یہ کینہ رکھے
کہ حقِ صحبتِ دیرینہ داری — جو حقِ صحبتِ دیرینہ رکھے

نصیحت گوش کن کایں دُر بسے بہ — نصیحت میں مری گوہر ہے ایسا
ازاں گوہر کہ در گنجینہ داری — نہ دُر اُس سا کوئی گنجینہ رکھے

بفریادِ خمارِ مفلساں رس — تو فریادِ خمارِ مفلساں سُن
خدارا گر مئے دوشینہ داری — اگر تھوڑی سی مئے دوشینہ رکھے

ولیکن کے نمائی رُخ بہ رنداں — ہو تابِ جلوہ کس کو جب ترا رُخ
تو کز خورشید و مہ آئینہ داری — مہ و خورشید کا آئینہ رکھے

بہ رنداں مگو اے شیخ ہشدار — بُرا اتنا نہ کہہ رندوں کو زاہد
کہ با حکمِ خدائے کینہ داری — تو کیوں حکمِ خدا سے کینہ رکھے

نمی ترسی ز آہِ آتشینم — ڈرے درویش آہِ آتشیں سے
تو دانی خرقۂ پشمینہ داری — تو جبکہ خرقۂ پشمینہ رکھے

ندیدم خوشتر از شعرِ تو حافظ — نہ کیوں تیرے ہوں پاک اشعار حافظ
بقرآنے کہ اندر سینہ داری — ہے قرآں جبکہ تیرا سینہ رکھے

بیار بادہ و بازم رہاں ز رنجوری
کہ ہم ببادہ تواں کرد دفعِ مخموری

پلا شراب کہ کم ہو ہجومِ رنجوری!
وہ آبِ ناب کہ جس سے ہو دفعِ مخموری

ہیچ وجہ نباشد فروغِ مجلسِ اُنس
مگر بروئے نگار و شرابِ انگوری

نہیں ہے شے کوئی وجہِ فروغِ بزمِ طرب
سوائے روئے نگار و شرابِ انگوری

ز سحرِ غمزۂ فتانِ خویش غرّہ مباش
کہ آز سودم و سوئے نداشت مغروری

گو فتنہ خیز بہت ناز ہیں ترے اے جاں
اگر ہے خوفِ خدا، کر نہ اتنی مغروری

بیک فریب بدامِ صلاحِ خویش از دست
دریغ آنچہ زہد و صلاحِ مستوری

ترے فریبِ نظر پر نثار ہیں سارے
جلال و پاکی و زہد و صلاحِ مستوری

ادیب چند نصیحت کنی کہ عشق مباز
اگرچہ نیست ادب ایں سخن چہ دستوری

ادیب کرتا ہے کیوں منع عشق سے ہم کو
نہ بات ہے یہ ادب کی نہ ہے یہ دستوری

بعشق زندہ بود جانِ مردِ صاحبدل
اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری

ہے اُنس جان و دلِ مردمانِ صاحبِ دل
بغیرِ عشق دل و جاں کو ہے معذوری

رسید دولتِ وصل و گذشت محنتِ ہجر
نہادہ کشورِ دل باز رہ بمعموری

ملی وصال کی دولت، گیا غمِ ہجراں
پھر آج کشورِ دل کی ہوئی ہے معموری

ہمہ کسے نتواں گفت رازِ دل حافظ
مگر بآنکہ کشیدہ است محنتِ دُوری

بتا کسی کو نہ اپنا تو رازِ دل حافظ
سوائے اُن کے، ملی جن کو محنتِ دُوری

پدید آمد رسوم بیوفائی
نماند از کس نشانِ آشنائی

ہوئی ہے عام رسمِ بے وفائی
نہیں ملتا نشانِ آشنائی

برند از فاقہ پیشِ ہر خسیسے
کنوں اہلِ ہنر دستِ گدائی

ہوئے اہلِ ہنر اتنے تہی دست
کہ پھیلاتے ہیں وہ دستِ گدائی

کسے کو فاضل است امروز در دہر
نمی بیند ز غم یکدم رہائی

پڑا ہے وقت ایسا عالموں پر
نہیں ملتی انہیں غم سے رہائی

کسے کو جاہل است اندر تنعم
متاعِ او بود ہر دم بہائی

ملا ہے عیش دائم بے ہنر کو
ہے جاہل کو متاعِ بے بہائی

اگر شاعر بخواند شعر چوں آب
کہ دل را زو فزاید روشنائی

اگر شاعر کہے اشعار ایسے
ملے جن سے دلوں کو روشنائی

نبخشندش جوے از بخل و امساک
اگر خود فی المثل باشد سنائی

ہے بد ذوق زمانے میں کچھ ایسی
نہیں ہوتی کہیں اُس کی سنائی

خرد در گوشِ ہوشم دوش میگفت
برو صبرے بکن در بینوائی

خرد کہتی ہے اب یہ فاضلوں سے
رہی تم کو نہ گر کوئی رسائی

قناعت را بضاعت ساز و میسوز
دریں درد و محن در بینوائی

جلو تم شمع صورت تیرگی میں
کرو مت شکوہ ہائے بے نوائی

بیا حافظ بجاں ایں پند بنیوش
کہ گر از پا بیفتی بر سر آئی

کرے جو صبر حافظ مفلسی میں
اُسے پستی میں ملتی ہے بڑائی

ترا کہ ہر چہ مراد است در جہاں داری	جو ناز و نازکیِ حسن دو جہاں رکھے
چہ غم ز حالِ منِ زار و ناتواں داری	نہ فکرِ عاشقِ ناچار و ناتواں رکھے
بخواہ جان و دل از بندہؐ و رواں بستاں	نہ فرق کرتا ہے آزادی و غلامی میں
کہ حکم بر سرِ آزادگاں رواں داری	وہ اپنے حکم میں جو سب کے قلب و جاں رکھے
بنوش مے چو سبکروحی اے حریفِ مدام	شراب پی کہ سبک روحی تجھ میں ہو جانم
علی الخصوص دریں دم کہ سر گراں داری	علی الخصوص بہت تو جو سر گراں رکھے
بیا فروغِ رُوئے ترا نیست نقش در خور از آنکہ	نگار و نقش کی حاجت تجھے نہیں کوئی
سوادے از خطِ مشکیں دار ارغواں داری	سلونا رنگ ترا روئے ارغواں رکھے
باختیار گرت صد ہزار تیرِ جفاست	یہ کیا ستم ہے کہ اک جانِ خستہ لینے کو
بقصدِ جانِ منِ خستہ در کماں داری	ہزار تیرِ جفا کے تری کماں رکھے
بکش جفائے رقیباں مدام و دل خوش دار	ہزار جور و ستم جو رقیب کرتے ہیں
کہ سہل باشد اگر یارِ مہرباں داری	ہیں سہل اُس پہ جو اک یارِ مہرباں رکھے
وصالِ دوست گرت دست میدہد روزے	وصال مجھ کو میسّر ہو تیرا گر اک دن
برو کہ ہر چہ مراد است در جہاں داری	مدام دل کی مرادیں مری جہاں رکھے

چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید
حدیث یا شکرست اینکہ در دہاں داری

یہ کیسی لعل لب یار کی ہے شیرینی
کہ اسکا ذکر ہی شیریں مرا دہاں رکھے

میاں نداری و دارم عجب کہ ہر ساعت
میانِ مجمعِ خوباں کنی میاں داری

عجیب بات کہ وہ درمیاں حسینوں کے
میان دار بنا ہے بنا میاں رکھے

مکن عتاب ازیں بیش و جور بر دلِ من
بکن ہر آنچہ توانی کہ جائے آں داری

نہ کر عتاب و ستم اس قدر مرے دل پر
کہ تاب رنج نہ اب کچھ یہ ناتواں رکھے

چو گل بدامن ازیں باغ میبری حافظ
چہ غم ز نالہ و فریاد باغباں داری

خدا نے بھر دیا دامن گلوں سے جب حافظ
تو دل میں کس لیے پھر فکر باغباں رکھے

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی
ہر کہ شد خاکِ درت رَست ز سرگردانی

جاں فدا تجھ پہ کہ تو جانِ جہان تو جانی
سر تیرے در پہ کہ کم اس سے ہے سرگردانی

سرسری از سرِ کوئے تو نیارم برخاست
کارِ دشوار نگیرند بدیں آسانی

اُٹھ کے کوچے سے ترے کیسے میں جاؤں جانی
کام دشوار ہے ہوتا نہیں با آسانی

خام را طاقتِ پروانۂ پر سوختہ نیست
نازکاں را نرسد شیوۂ جاں افشانی

تابِ پروانۂ پر سوختہ لاغر میں نہیں
کام نازک کا نہیں شیوۂ جاں افشانی

بے تو آرام گرفتن بود از ناکامی
با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی

تجھ بن آرام سے رہنا ہے بہت ناکامی
سامنے بے ادبی تیرے بہت نادانی

فاش کردند رقیبانِ تو سرِ دلِ من
چند پوشیدہ بماند خبرِ پنہانی

رازِ الفت کو کیا فاش رقیبوں نے مرے
کہ چھپائے نہیں چھپتی خبرِ پنہانی

تا بماند تر و شاداب نہالِ قدِ تو
واجب آمد کہ بر دیدۂ ما بنشانی

آنکھ میں میری لگا اپنے نہالِ قد کو
تاکہ شاداب ہے سروِ قدِ لاثانی

در خمِ زلفِ تو دیدم دلِ خود را وقتے
گفتمش چونی و چوں میبری اے زندانی

ایک دن دیکھا جو دل اپنا خمِ گیسو میں
پوچھا کس حال قفس میں ہے تو اے زندانی

گفت آرے چہ کنی گر نبری رشک بمن
ہر گدا را نبود مرتبۂ سلطانی

بولا اب رشک بہت لوگ کریں گے مجھ پر
ہے فقیری میں مجھے مرتبۂ سلطانی

راستی حدِ تو حافظ نبود صحبتِ ما
بس اگر بر سرِ ایں کوئے کنی سگبانی

صحبتِ یار میسر نہیں گر اے حافظ
جا درِ یار پہ اور کر تو وہاں سگ بانی

چوں در جہانِ خوبی امروز کامگاری	ہے جب جہانِ خوباں میں تجھ کو نامداری
شاید کہ عاشقاں را کامے ز لب برآری	کر عاشقوں کی اپنے ہونٹوں سے کامگاری
با عاشقانِ بیدل تا چند ناز و عشوہ	با عاشقانِ بیدل کیسے یہ ناز و عشوے
بر بیدلانِ مسکیں تا کے جفا و خواری	بر بیدلانِ مسکیں کب تک جفا و خواری
تا چند ہمچو چشمت در عین ناتوانی	خوابیدہ آنکھ کب تک دیوے گی ناتوانی
تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری	زلفِ سیاہ کب تک رکھے گی بے قراری
جورے کہ از تو دیدم دردے کہ از تو بردم	جور و ستم میں تیرے درد و الم بہت ہیں
گر شرح آں بدانی شاید کہ رحمت آری	آ کر کبھی تو ظالم کر میری غمگساری
از بادۂ وصالت گر جرعۂ بنوشم	گر بادۂ لباں کا مل جائے ایک جرعہ
تا زندہ ام نورزم آئینِ ہوشیاری	مٹ جائے جان و دل سے آئینِ ہوشیاری
در ہجر ماندہ بودم بادِ صبا رسانید	فرقت کی نا امیدی میں باغِ وصل سے اک
از بوستانِ وصلت بوئے امیدواری	لائی صبا سحر دم بوئے امیدواری
دکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید	بازارِ عاشقی میں سرمایہ عاشقوں کا
دلہائے ہمچو آتش چشمانِ ژالہ باری	دلہائے آتشین و چشمانِ اشکباری

گرچہ بوئے وصلت در حشر زندہ گردم
سر برنیارم از خاک از روئے شرمساری

گرچہ کرے گی محشر میں بوئے وصل زندہ
اٹھنے مجھے نہ دے گا یہ بارِ شرمساری

ما بندہ ایم و عاجز، تو خواجہ و قادر
گر می کشی بزودم، گر می کشی بزاری

بندہ میں تیرا عاجز، تو خواجہ اور قادر
جاں بخشے یا تو مجھ سے جاں لیوے یا یہ زاری

آخر ترحمے کن برحالِ زارِ حافظ
تا چند نا امیدی تا چند خاکساری

کر حالِ زارِ حافظ پہ رحم تو خدا یا
کب تک یہ نا امیدی کب تک یہ خاکساری

چہ بودے ار دلِ آں ماہ مہرباں بودے
کہ کارِ ما نہ چنیں بودے ار چناں بودے
اگر وہ ماہ ذرا سا بھی مہرباں ہوتا
بُرا نہ اتنا کبھی حالِ عاشقاں ہوتا

بگفتمے کہ چہ ارزد نسیم طرّۂ دوست
گرم بہر سرِ موئے ہزار جاں بودے
ہزار جانیں ہر اک رونگٹے میں گر ہوتیں
فدائے گیسوئے جاناں ہزار جاں ہوتا

براتِ خوشدلیِ ما چہ کم شدے یارب
گرش نشانِ اماں از بدِ زماں بودے
کمی زمانے کی عشرت میں کچھ نہ ہو جاتی
اگر ذرا سا اماں ہم کو یک زماں ہوتا

گرم زمانہ سرافراز داشتے و عزیز
سریرِ عزتم آں خاکِ آستاں بودے
اگر زمانے میں ہوتا میں سرفراز کبھی
وقار و عزت سر اُس کا آستاں ہوتا

خیال اگر نشدے سدِّ آبِ دیدۂ من
ہزار چشمہ بہر گوشہ رواں بودے
نہ حلم و ضبط اگر روکتے مرے آنسو
ہر ایک سمت میں دریائے خوں رواں ہوتا

کسے بجوئے ویم کاشکے نشاں دادے
کہ تا فراغتے از باغ و بوستاں بودے
جو عندلیب کو ملتا نشانِ کوئے بتاں
نہ اس کو فکرِ گل و شاخ و بوستاں ہوتا

برخ چو مہرِ فلک بے نظیرِ آفاق ست
بدل دریغ کہ یک ذرہ مہرباں بودے
ہے گرچہ مہرِ فلک یار کا رخِ روشن
اے کاش دل بھی ذرا اس کا مہرباں ہوتا

ز پردہ کاش بروں آمدے چو قطرۂ اشک
کہ بر دو دیدۂ ما حکمِ او رواں بودے
نکلتا اشک کے مانند گر وہ پردے سے
ستارہ آنکھ کا، دل کا وہ حکمراں ہوتا

اگر نہ دائرۂ عشق راہ بربستے
چو نقطہ حافظِ بیدل در آں میاں بودے
گر اتنی راہ میں ہوتیں نہ بندشیں حافظ
تو تو بھی حلقۂ الفت کے درمیاں ہوتا

خوش کرد یاوری فلکت روزِ داوری
تا شکر چون کنی و چه شکرانه آوری

حق نے کیا ہے کتنا کرم روزِ داوری
کیسے کروں میں اُس کا ادا شکرِ یاوری

در کوے عشق شوکتِ شاہی نمی خرند
اقرارِ بندگی کن و دعواے چاکری

ہے ہیچ کوئے عشق میں شانِ شہنشہی
اقرارِ بندگی کرو، دعوائے چاکری

آنکس کہ اوفتاد خدایش گرفت دست
پس بر تو باد تا غمِ افتادگاں خوری

افتادگی پہ آتا ہے اللہ کو بھی رحم
افتادگاں کی غم پہ بھی لازم ہے یاوری

ساقی بمژدگانیِ عیش از درم درآی
تا یکدم از دلم غمِ دنیا بدر بری

لا مژدۂ نجات، مٹا دل سے غم مرے
ساقی ہو تاکہ پیش تری شانِ دلبری

در شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر بسے ست
آں بہ کزیں گریوہ سبکبار بگذری

ہے شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر سے پُر
عاشق گزرتے راہ سے ہیں با سبک سری

سلطان و فکرِ لشکر و سودائے تاج و گنج
درویش و امنِ خاطر و کنجِ قلندری

سلطاں کو فکرِ لشکر و سودائے افسری
صوفی کو امنِ خاطر و کنجِ قلندری

نیلِ مراد بر حسبِ فکر و ہمت ست
از شاہ نذرِ خیر و ز توفیق یاوری

ملتی ہے حسبِ جرأت و ہمت مرادیاں
شاہوں سے نذرِ خیر، نصیبے کی یاوری

گر بر حسابِ روزِ جزا مطلع شوی
درویشی اختیار کنی بر توانگری

ہوگا حساب حشر میں دینارئیں کو
کر فقر و عجز، کر نہ ہوائے تونگری

یک حرفِ صوفیانہ بگویم اجازت ست
از نور دیدہ صلح بہ از جنگ و داوری

سن حرفِ صوفیانہ کہ اس میں نجات ہے
صلح و صفا سے اچھی نہیں جنگ و داوری

حافظ غبارِ فقر و قناعت ز رخ مشوی
کاں خاک بہتر از عملِ کیمیا گری

حافظ نہ خاکِ فقر و قناعت جبیں سے دھو
دیکھ اس غبار میں ہے بہت کیمیا گری

در همه دیرِ مغاں نیست چو من شیدائے
خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائے

ہے نہیں دیرِ مغاں میں کوئی مجھ سا شیدا
خرقہ اِک جا گروِ بادہ، تو دفتر اک جا

دل کہ آئینۂ شاہی ست غبارے دارد
از خدا می طلبم صحبتِ روشن رائے

ہوا آلودہ جو آئینۂ شاہی دل کا
اس کو پھر جذبۂ الفت سے خدایا چمکا

کردہ ام توبہ بدستِ صنمے بادہ فروش
کہ دگر مے نہ خورم بے رخِ بزم آرائے

وعدہ کرتا ہوں پیوں گا نہ کبھی اے ساقی
دیکھے بِن تیرا رُخِ روشنِ محفل آرا

جوئہا بستہ ام از دیدہ بداماں کہ مگر
در کنارم بنشانند سہی بالائے

کی جوئے اشک رواں چشمِ پُرآلام نے
کہ لگے اس کے کنارے ترا سروِ بالا

سرِّ ایں نکتہ مگر شمع برآرد بزباں
ورنہ پروانہ ندارد بسخن پروائے

راز آجائے کبھی شمع کے لب پر شاید
ورنہ پروانے کو بالکل بھی نہیں ہے پروا

کشتیِ بادہ بیاور کہ مرا بے رخِ دوست
گشتہ ہر گوشۂ چشم از غمِ دل دریائے

لاؤ اِک کشتیِ بادہ کہ بدوں یار کیا
دلِ غمگیں نے ہر اک گوشۂ دیدہ دریا

سخنِ غیر مگو با منِ معشوقہ پرست
کز وے و جامِ مَیَم نیست بکس پروائے

رکھتا ہوں گوشۂ دل میں کہ جو معشوق پرست
جام و جاناں کے سوا اور نہ کوئی پروا

نرگس ار لاف زد از شیوۂ چشمِ تو مرنج
نرود اہلِ نظر از پئے نابینائے

چشمِ نرگس کو نہ ہو سکتا تھا کبر اتنا
دیکھ سکتی وہ تری آنکھ اگر نابینا

عہد کردم کہ دگر خونِ دلِ خود نخورم
گر از دستِ حریفے مئے رعنائے

عہد میرا ہے پیوں گا نہ کبھی خونِ جگر
کیا کروں دیوے اگر بت وہ بدستِ رعنا

ہر شب گریہ کناں بر درِ میخانہ درآئی
تا دہد بادِ صبا مژدہ بخاکِ پائے

رات کو روتا ہوا آ درِ میخانہ پر
تا کہ دے لاکے تجھے خاکِ درِ یار صبا

ایں حدیثم چہ خوش آمد کہ سحر گہ می گفت
بر درِ میکدۂ بادف و نے ترسائے

سُن اچھا تھا سناتا تھا ہمیں گا کے جو
بادف و نے درِ میخانہ پہ طفلِ ترسا

گر مسلمانی ازیں ست کہ حافظ دارد
آہ اگر از پئے امروز بود فردائے

بات زاہد کی سمجھ میں نہیں آئی حافظ
کہ ہے اس کے لئے امروز سے پہلے فردا

دیدم بخواب دوش کہ ماہے برآمدے
کز عکسِ روئے او شبِ ہجراں سرآمدے

اک ماہ رات خواب میں یوں جلوہ گر ہوا
افروز تارِ ہجر میں نورِ سحر ہوا

تعبیر رفتِ یارِ سفر کردہ میرسد
اے کاش ہرچہ زود تراز در درآمدے

آیا ہے میرا یارِ سفر کردہ لوٹ کر
آباد اُس کے دم سے دگر میرا گھر ہوا

فیضِ ازل بزور و زر ار آمدے بدست
آبِ خضر نصیبۂ اسکندر آمدے

زور و زرِ سکندری سب ہیچ ہیں مگر
دریاب رب کے فیض سے آبِ خضر ہوا

آں عہد یاد باد کہ از بام و در مرا
ہر دم پیامِ یار و خطِ دلبر آمدے

وہ دن بھی تھے کہ لائے تھا پیغام رات دن
نایاب اب وہ در پہ مرے نامہ بر ہوا

آں کو ترا بہ سنگدلی گشت رہنموں
اے کاشکے کہ پاش بسنگے برآمدے

سکھلائی تجھ کو سنگدلی جو رقیبوں نے
مجروح اُن کا سنگ سے پھر کیوں نہ سر ہوا

کے یافتے رقیبِ تو چنداں مجالِ ظلم
مظلومے ار شبے بدرِ داور آمدے

ہوتی مجالِ ظلم نہ اتنی رقیب کو
ہوتا کھلا ترا درِ داور اگر ہوا

خامانِ رہ نرفتہ چہ دانند ذوقِ عشق
دریا دلے بجوئی و دلیرے سرآمدے

خامانِ رہ نرفتہ کو کیا کام عشق سے
دریا دل و دلیر ہے یہ قلعہ سر ہوا

جانہا نثار کردے آں دلنواز را
گر ہمچو روح جلوہ کناں در برآمدے

جانیں نثار کی ہیں ادا پر ہزار ہا
وہ دلنواز جب بھی کبھی جلوہ گر ہوا

ذکرش بخیر ساقیِ فرخندہ فال من
کز در مدام با قدح و ساغر آمدے

ذکرش بخیر ساقیِ فرخندہ فال من
جس کے کرم سے جام مرائے نگر ہوا

خوش بودے ار بخواب بدیدے دیارِ خویش
تا یادِ صحبتش سوئے ما رہبر آمدے

دیکھے ہیں جب سے یارِ وطن اپنے خواب میں
ہر راستے میں خواب مرا راہبر ہوا

گر دیگرے بشیوۂ حافظ زدے رقم
مقبولِ طبعِ شاہِ سخن پرور آمدے

مقبولِ طبعِ شاہِ سخن سنج ہو گیا
شعرِ دگر بہ شیوۂ حافظ اگر ہوا

روزگاریست کہ ما را نگراں میداری
مخلصاں را نہ بوضعِ دگراں میداری

کتنی مدت سے تو ہم کو نگراں رکھتا ہے
مخلصوں کو بھی بوضعِ دگراں رکھتا ہے

گوشۂ چشمِ رضائے بمنت باز نشد
ایں چنیں عزتِ صاحب نظراں میداری

گوشۂ چشمِ رضامند سے دیکھے نہ ہمیں
کیا عجب عزتِ صاحب نظراں رکھتا ہے

نہ گل از داغِ غمت رُست نہ بلبل در باغ
ہمہ را نعرہ زناں جامہ دراں میداری

گل و بلبل کو ہوں رنج سے فرصت نہ کبھی
ان کو تو 'نعرہ زناں' 'جامہ دراں' رکھتا ہے

پدرِ تجربہ آخر توئی اے دل زچہ روی
طمعِ مہر و وفا زیں پسراں میداری

تجربہ کار تو آتا ہے مرے دل! لیکن
خواہشِ دوستی بادشمنِ جاں رکھتا ہے

گرچہ رندی و خرابی گنہِ ماست و لے
عاشقے گفت کہ ما را تو براں میداری

ہم ہیں رندی و خرابی کے گنہگار مگر
تو بھی بے چین ہمارے دل و جاں رکھتا ہے

جوہرِ جامِ جم از کانِ جہانِ دگر ست
تو تمنا ز گلِ کوزہ گراں میداری

جوہرِ ساغرِ جم دنیا میں ناپید ہے، اور
تُو توقع بہ گلِ کوزہ گراں رکھتا ہے

کیسۂ سیم و زرت نیک بباید پرداخت
زیں تمنا کہ تو از سیم براں میداری

حاجتِ سیم و زر و نقد نہیں ہے دل کو
وہ تو بس اک ہوسِ سیم تناں رکھتا ہے

اے کہ در دلقِ ملمع طلبی ذوقِ حضور
چشمِ سیرے عجب از بے بصراں میداری

چاہتا دلقِ ملمع سے ہے جو عشقِ خدا
وہ امیدِ بصر از بے بصراں رکھتا ہے

چوں توئی نرگسِ باغِ نظر اے چشم و چراغ
سر چرا بر منِ دل خستہ گراں میداری

نرگسِ باغِ نظر، چشم و چراغِ جاں تو
سرِ دلِ خستہ سے کیوں میرے گراں رکھتا ہے

دین و دل رفت ولے راست نمی آرم گفت
کہ منِ سوختہ دل را تو بر آں میداری

ہم ہیں بے دین مگر کیسے کہیں یہ، تو بھی
دین سے دُور دلِ سوختگاں رکھتا ہے

تا صبا بر گل و بلبل ورقِ حسنِ تو خواند
ہمہ را شیفتہ و دل نگراں میداری

قصۂ حسن ترا جب سے صبا لائی ہے
سب کو یہ شیفتہ و دل نگراں رکھتا ہے

ساعد آں بہ کہ بپوشی چو تو از بہرِ نگار
دست در خونِ دلِ پُر ہنراں میداری

نہ چھپا خلق سے جو اپنی کلائی پر تو
نقشِ خونِ جگرِ پُر ہنراں رکھتا ہے

گذراں رو ز سلامت بملامت حافظ
چہ توقع ز جہانِ گذراں میداری

تجھ کو جو کچھ بھی ملے جان غنیمت حافظ
کچھ حقیقت نہ جہانِ گذراں رکھتا ہے

زیں خوش رقم کہ بر گلِ رخسار میکشی
خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی

نقش و نگار برگِ گُلِ رخسار کھینچ کر
دل کو مرے بنا دیا گلزار کھینچ کر

اشکِ حرم نشینِ نہاں خانۂ مرا
زاں سوئے ہفت پردہ بہ بازار میکشی

اشکِ حرم نشیں جو ہیں پردے میں مرے
لاتا ہے وہ انہیں سرِ بازار کھینچ کر

ہر دم بیادِ آں لبِ میگون و چشمِ مست
از خلوتم بخانۂ خمار میکشی

اک یادِ چشمِ مست و لبِ لعل فشاں
لائی مجھے بخانۂ خمار کھینچ کر

گفتی سرِ تو بستہ بفتراکِ ما شود
سہل است اگر تو زحمتِ ایں بار میکشی

قابل نہیں ہے سر مرا فتراک کے مگر
صیاد لے کے چلتا ہے یہ بار کھینچ کر

باچشم وابروئے تو چہ تدبیرِ دل کنم
وہ زیں کماں کہ بر سرِ بیمار میکشی

کیا حفظِ دل کروں ترے ابرو و چشم سے
رکھے کماں ہے بر سرِ بیمار کھینچ کر

باز آ کہ چشمِ بد ز رخت دور می کنم
اے تازہ گل کہ دامن ازیں خار میکشی

اے تازہ گل! میں چشمِ حسد سے تجھے بچاؤں
دامن اگر نہ پکڑے مرا خار کھینچ کر

حافظ دگر چہ می طلبی از نعیمِ دہر
مے می چشی و طرۂ دلدار میکشی

دیکھو ہے مست حافظِ شیراز کس طرح
پیتا ہے مے وہ گیسوئے دلدار کھینچ کر

سحر با باد می گفتم حدیثِ آرزومندی
خطاب آمد کہ واثق شو بالطافِ خداوندی

صبا سے صبح کرتا تھا میں ذکرِ آرزومندی
صدا آئی بھروسا کر بر الطافِ خداوندی

قلم را آں زباں نبود کہ سرِّ عشق گوید باز
ورائے حدِ تقریر است شرحِ آرزومندی

زبانِ کلک سے کیسے بیانِ رازِ دل ہووے
حدِ تقریر سے بیروں ہے شرحِ آرزومندی

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عشق مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

اُلجھ گیسوئے لیلیٰ میں کہ کاروبارِ الفت میں
زیاں دیتے ہیں مجنوں کو خیالاتِ خردمندی

الا اے یوسفِ مصری کہ کردت سلطنت مغرور
پدر را باز پرس آخر کجا شد مہرِ فرزندی

غرور اتنا حکومت پر نہ کر اے یوسفِ مصری
تو بھولا باپ کو اپنے ہوا کیا مہرِ فرزندی

بسحرِ غمزۂ فتاں دوا بخشی و درد انگیز
بچینِ زلفِ مشک افشاں دلآویزی و دلبندی

بہ سحرِ غمزۂ جاناں ہے دردِ دل بھی درماں بھی
بچینِ زلفِ مشکیں ہیں دلآویزی و دلبندی

ہمائے چوں تو عالی قدر و حرصِ استخواں تا کے
دریغ ایں سایۂ دولت کہ بر نااہل افگندی

ہمائے عالی شاں تیرا یہ ذوقِ استخواں کیسا
جو کی ہے سایۂ الفت کی نااہلوں سے پیوندی

دریں بازار اگر سودیست با درویشِ خرسند است
خدایا منعمم گرداں بدرویشی و خرسندی

اگر بازارِ دل میں نفع ہے درویشِ خرم کو
خدایا دے مجھے بھی طورِ درویشی و خرسندی

جہانِ پیرِ رعنا را ترحم در جبلّت نیست
ز مہرِ او چہ می خواہی درو ہمت چہ می بندی

نہیں کرنا مروت اس جہانِ پیر کا شیوہ
محبت میں چھپے ہیں اس کی صد بیداد و بیدردی

دعائے صبح و شامِ تو کلیدِ گنجِ مقصود است
بدیں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

دعا شام و سحر کر ہے یہی کنجی خزانے کی
کہ اس راہ و روش میں یار کی ملتی ہے پیوندی

بخوباں دل مدہ دیگر ببیں آں بیوفائیہا
کہ با تیغِ زباں کردند مکّارانِ اُلوندی

نہ دے دل ان حسینوں کو کبھی اور دیکھ یہ کیسے
بہ تیغِ بے رخی کاٹے ہیں رشتہ ہائے دلبندی

ز شعرِ حافظِ شیراز میگویند و میرقصند
سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی

کلامِ حافظِ شیراز سن کر رقص کرتے ہیں
سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی

سحرگہ رہروے در سرزمینے — بہم صوفی تھے دو اک سرزمیں میں
ہمیں گفت ایں معما با قرینے — کہا اک نے یہ گوشِ ہم قریں میں

کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف — کہ اے صوفی! رہے سینے کے اندر
کہ در شیشہ بماند اربعینے — تو مے ہوتی ہے صاف اک اربعیں میں

گر انگشتِ سلیمانی نباشد — نہ انگشتِ سلیمانی رہی جب
چہ خاصیت دہد نقشِ نگینے — رہے کیا خاصیت نقشِ نگیں میں

خدا زاں خرقہ بیزار است صد بار — ہے اس خرقے سے بیزاری خدا کو
کہ صد بت باشدش در آستینے — ہزاروں بت ہوں جس کی آستیں میں

درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب — چراغِ عشق روشن کر خدایا
چراغے بر کند خلوت نشینے — اندھیرا ہے دلِ خلوت نشیں میں

مروت گرچہ نامے بے نشان است — مروت یوں زمانے میں ہے عنقا
نیازے عرضہ کن بر نازنینے — ہو جیسے عاجزی ایک نازنیں میں

ثواب باشد اے دارائے خرمن — بھر اس کا دامن اے دارائے خرمن
اگر رحمے کنی بر خوشہ چینے — بہت ہے بے نوا خوشہ چیں میں

نمی بینم نشاط و عیش در کس — نہ دل میں امن نے تسکین جاں میں
نہ درمانِ دلے نے دردِ دینے — نہ ہے دل قلب میں نے قلب دیں میں

اگرچہ رسمِ خوباں تندخوئی ست
چہ باشد گر بسازی با غمینے

ہے گرچہ رسمِ خوباں تند خوئی
نہ تاب اب کچھ رہی قلبِ حزیں میں

درِ میخانہ بکشا تا بپرسم
مآلِ حالِ خود از پیش بینے

درِ میخانہ کھل جائے تو دیکھوں
مآلِ حال جامِ پیش بیں میں

نہ ہمت را امیدِ سربلندیست
نہ دعوت را کلیدِ آہنینے

نہیں دل کو امیدِ سربلندی
دعا بے بس ہے قیدِ آہنیں میں

نہ حافظ را حضورِ درسِ قرآں
نہ دانش مند را علم الیقینے

نہ حافظ کو شعورِ درسِ قرآں
نہ عالم کو یقیں علم الیقیں میں

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولت خواہی	بولا یوں ہاتفِ میخانہ بدولت خواہی
گفت باز آئی کہ دیرینہ ایں درگاہی	آ کہ ہے تیرے لئے باز درِ درگاہی
ہمچو جم جرعۂ مے کش کہ ز سرِ ملکوت	بادہ جمشید کے مانند پیے جو اُس کو
پرتو جامِ جہاں بین دہدت آگاہی	پرتو جامِ جہاں بین سے ہو آگاہی
بگدایانِ درِ میکدہ اے سالک راہ	با ادب آؤ درِ میکدہ پر اے سالک!
بادب باش اگر سرِ خدا آگاہی	رازِ حق کی تمہیں مقصود ہو گر آگاہی
بر درِ میکدہ رندانِ قلندر باشند	ایسے رندانِ قلندر بھی ہیں میخانے میں
کہ ستانند و دہند افسرِ شاہنشاہی	کبھی لیتے کبھی دیتے ہیں وہ شاہنشاہی
خشت زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پاے	سر ہے پتھر پہ مگر پاؤں کے نیچے اختر
دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہی	ایسا اک رند کا ہے منصبِ صاحب جاہی
اگرت سلطنتِ فقر ببخشند اے دل	بخشش سلطنتِ فقر ملے گر اے دل
کمتریں ملکِ تو از ماہ بود تا ماہی	برتر اس سے نہ جہاں میں کوئی ملکِ شاہی
قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن	ہو گا یہ مرحلہ بے ہمرہی خضر نہ طے
ظلمات است بترس از خطرِ گمراہی	راہ اندھیری ہے بہت ہے خطرِ گمراہی

سرِ ما و درِ میخانہ کہ طرفِ بامش
بہ فلک بر شدہ دیوار بدیں کوتاہی

درِ میخانہ پہ سر رکھا کہ لگتی ہے بہت
بامِ گردوں سے بلند اس کی مجھے کوتاہی

تو درِ فقر ندانی زدن از دست مدہ
مسندِ خواجگی و مجلسِ توران شاہی

دیوے دستک جو درِ فقر پہ تو اس کو ملے
مسندِ خواجگی و مجلسِ توراں شاہی

اے سکندر منشیں و غمِ بیہودہ مخور
کہ نہ بخشند ترا آبِ حیات از شاہی

آبِ حیوان کی جو یائی میں اے اسکندر
کام آتے نہیں کچھ شوکت و شانِ شاہی

اے گدایانِ ترا عار ز شاہنشاہی
ہمہ کس را تو دہی منصبِ صاحب جاہی

ہے فقیروں کو بہت عار شہنشاہی سے
ملا اُن کو ہے مگر منصبِ صاحب جاہی

حافظِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
عملت چیست کہ مزدش دو جہاں می خواہی

حافظِ خام طمع نے نہ کیا ٹھیک کوئی
کام دنیا میں مگر مزد دو عالم چاہی

سلامے چو بوئے خوشِ آشنائی بداں مردمِ دیدۂ روشنائی	سلام ایک مثلِ بوئے آشنائی تجھے مردمِ دیدۂ روشنائی
نمی بینم از ہمدماں ہیچ بر جا دلم خوں شد از غصہ ساقی کجائی	ہوا خونِ دل کا پیالہ ساقیا رے رہی ہمدموں میں نہ اب آشنائی
زکوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا فروشند مفتاحِ مشکل کشائی	بہ کوئے مغاں جاکے دیکھو کہ کیسے وہ بیچے ہیں مفتاحِ مشکل کشائی
عروسِ جہاں گرچہ در حدِ حسن ست ز حد می برد شیوۂ بیوفائی	عروسِ جہاں گرچہ بے حد حسیں ہے ہے بے انت اُس کی مگر بے وفائی
مےِ صوفی افگن کجا می فروشند کہ در تابم از دستِ زہدِ ریائی	مے صوفی افگن کہیں سے خرید و نہیں ہم میں اب تابِ زہدِ ریائی
رفیقاں چناں عہدِ صحبت شکستند کہ گوئی نبودست خود آشنائی	رفیقوں نے توڑا ہے یوں عہدِ صحبت کبھی جیسے ہم سے نہ تھی آشنائی
مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع بسے پادشاہی کنم در گدائی	نکل جائے لالچ اگر میرے دل سے کروں میں شہنشاہی اندر گدائی

بیاموزمت کیمیائے سعادت
زہم صحبتِ بد جدائی جدائی

ملے مجھ کو اک کیمیائے سعادت
جو ہو صحبتِ بد سے میری جدائی

درودے چو نورِ دلِ پارسایاں
بداں شمعِ خلوت گہِ پارسائی

دعا مثلِ نورِ دلِ پارسایاں
تجھے شمعِ خلوت گہِ پارسائی

دلِ خستۂ من گرش ہمتے نیست
نخواہد ز سنگیں دلاں مومیائی

ہے مجروح و خستہ اگرچہ مرے دل!
تو سنگیں دلوں سے نہ لے مومیائی

مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی

شکایت نہ کر جورِ گردوں کی حافظ
تو بندہ ہے جانے نہ کارِ خدائی

سینہ مالا مال درد است اے دریغا مرہمے
دل ز تنہائی بجاں آمد خدارا ہمدمے

سینہ مالا مالِ غم ہے اور نہیں مرہم کوئی
بیش ہے تنہائی یارب دے مجھے ہمدم کوئی

خیز تا خاطر بداں ترکِ سمرقندی دہیم
کز نسیمش بوئے زلفِ حوریاں آید ہمے

بوئے زلفِ ترکِ شیرازی ہے لائی یوں صبا
لایا جنّت سے ہو جیسے حوریوں کا دم کوئی

چشم آسائش کہ دارد زیں سپہرِ گرم رو
ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے

آسمانِ گرم رَو دیتا ہے آسائش کسے
ساقیا لا جام ہے آرام دے یکدم کوئی

زیرکے را گفتم ایں احوال خوش خندید و گفت
صعب کارے بوالعجب شئے پریشاں عالمے

سُن کے حالِ عشق میرا عقل حیراں ہو گئی
تھی سنی اس نے نہ ایسی داستانِ غم کوئی

سوختم در چاہِ صبر از بہرِ آں شمعِ چگل
شاہِ تُرکاں غافل ست از حالِ ما کو رستمے

عاشقِ شمعِ چگل جلتا ہے چاہِ صبر میں
کاش اس کی قید کی سُن لے خبر رستم کوئی

در طریقِ عشق بازی امن و آسائش خطاست
ریش باد آں دل کہ با دردِ تو جوید مرہمے

امن و آسائش طریقِ عشق بازی میں نہیں
زخمِ دل کے واسطے مت مانگیے مرہم کوئی

اہلِ کام و ناز را در کوئے رنداں راہ نیست
رہروے باید جہاں سوزے نہ خامے بے غمے

خام و خود بیں کو نہیں کچھ راہ کوئے عشق میں
کر سکا جز راہرو طے یہ نہ راہِ غم کوئی

آدمِ خاکی بدیں عالم نمی آید بدست
عالمے دیگر بباید ساخت و از نو آدمے

خاکسار آدم کوئی ملتا ہی عالم میں نہیں
عالمِ دیگر بنا لے اک نیا آدم کوئی

گریۂ حافظ چہ سازد پیشِ استغنائے دوست
کاندریں طوفاں نماید ہفت دریا شبنمے

دریا قطرہ ہے یہ مانا پیشِ استغنا اگر
گریۂ حافظ ہے طوفاں یہ نہیں شبنم کوئی

صبا تو نکہتِ آں زلفِ مشکبو داری	صبا جو نکہتِ گیسوئے مشکبو رکھئے
بیادگار بمانی کہ بوئے او داری	جوان ہر دلِ عاشق میں آرزو رکھئے
دلم کہ گوہرِ اسرارِ حسن و عشق درو ست	یہ دل جو ہے مرا اسرارِ حسن و عشق سے پُر
تواں بدستِ تو دادن گرش نکو داری	بشوق دوں میں جو محفوظ اس کو تو رکھئے
درآں شمائلِ مطبوع ہیچ نتواں گفت	ہے خود تو اتنا خوش اخلاق دوست میرا مگر
جز ایں قدر کہ رقیبانِ تند خو داری	معاملہ بہ رقیبانِ تند خو رکھئے
قبائے حسن فروشی ترا زیبد و بس	قبائے حسن فروشی تجھی پہ سجتی ہے
کہ ہمچو گل ہمہ آئینِ رنگ و بو داری	تو مثلِ گل بہت آئینِ رنگ و بو رکھئے
زمانہ گر بہ مشکِ ختن دہد برباد	نہیں ہے مجھ کو کوئی جستجوئے مشکِ ختن
فدائے تو کہ خط و خال مشکبو داری	فدا میں تجھ پہ کہ تو خالِ مشکبو رکھئے
دم از ممالکِ خوبی چو آفتاب زدن	چمک ستاروں میں ہے آفتاب کی ضو سے
ترا سزد کہ غلامانِ ماہرو داری	ہو خوب تُو جو غلامانِ ماہرو رکھئے
بسرکشی خود اے سرو جوئبار مناز	وہ ناز دیکھے قدِ یار کا چمن میں اگر
کہ گر باو رسی از شرم سر فرو داری	غرور ایسا نہ سرو کنار جُو رکھئے

دعاش گفتم و خنداں بزیر لب میگفت
کہ کیستی تو دہا ما چہ گفتگو داری

دعا بھی دوں تو وہ کہتا ہے کون تو کیا تو
بھلا یہ کیسا وہ انداز گفتگو رکھے

نوائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد
کہ گوش ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری

پسند کیوں ہو تجھے بانگ عندلیب اے گل!
تو گوش ہوش یہ مرغانِ بدگلو رکھے

زجرعۂ تو سرم مست گشت و نوشت باد
خود از کدام خمست اینکہ در سبو داری

ہوا ہوں مست بس اک جرعے کے لحاق
شراب تند یہ کیسی ترا سبو رکھے

زگنج مدرسہ حافظ مجوی گوہر عشق
قدم بروں نہ اگر میلِ جستجو داری

بگنج مدرسہ حافظ نہ ڈھونڈ گوہر عشق
ہو عزمِ اشک تو گر ذوقِ جستجو رکھے

طفیلِ ہستیِ عشقند آدمی و پری
ارادتے بنما تا سعادتے ببری

طفیلِ ہستیِ الفت ہیں آدمی و پری
ہے غرضِ حسنِ ارادت سعادتوں سے بھری

چو مستعدِ نظر نیستی وصال مجوی
کہ جامِ جم نکند سودِ وقتِ بے بصری

نہ مانگ وصل اگر تو نہیں ہے اہلِ نظر
نہ جامِ جم سے ملے کچھ اگر ہو بے بصری

مے صبوح و شکر خوابِ صبحدم تا چند
بعذرِ نیم شبی کوش و نالۂ سحری

مے صبوح و شکر خوابِ صبح دم کب تک
کر آہِ نیم شبی، کھینچ نالۂ سحری

بجوئے زلف و رخت میروند و می آیند
صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری

مہک ہے بادِ بہاری میں تیری زلفوں سے
سکھائی چہرے نے تیرے گلوں کو جلوہ گری

بکوش خواجہ و از عشق بے نصیب مباش
کہ بندہ را نخرد کس بعیبِ بے ہنری

ہے بد نصیب جسے ہو نہ عشق اے خواجہ!
بغیر ولولہ کاری گری ہے بے ہنری

بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حسن
ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری

خریدی اس نے ہے اک آنکھ کے اشارے سے
بکی ہے سستی بہت میرے دل کی تاجوری

دعائے گوشہ نشیناں بلا بگرداند
چرا بگوشۂ چشمے بما نمی نگری

بیک نگاہ کرے دور سب بلائیں تو
اے کاش مجھ پہ بھی ہو ایک آن کرم نظری

مرا ازیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد
دعائے نیم شبی بود و گریۂ سحری

ہیں رہنما مری تاریک زندگانی میں
دعائے نیم شبی آہ و گریۂ سحری

ز ہجر و وصلِ تو در حیرتم چہ چارہ کنم
نہ در برابرِ چشمی نہ غایب از نظری

وصال و ہجر کا قصہ بہت ہے پیچیدہ
نہ آنکھ کے وہ مقابل، نہ غائبِ نظری

طریقِ عشق طریقے عجب خطرناک است
نعوذ باللہ اگر رہ بسامنے نبری

طریقِ عشق ہے طورِ عجیب کچھ ایسا
کبھی وہ راحتِ دل ہے کبھی وہ دردِ سری

ہزار جانِ گرامی بسوخت زیں غیرت
کہ ہر صباح و مسا شمعِ مجلسِ دگری

جلایا جانِ گرامی کو رشک و غیرت نے
ہے جب سے یار بنا شمعِ مجلسِ دگری

چو ہر خبر کہ شنیدم رہے بحیرت داشت
ازیں سپس من و ساقی و وضعِ بے خبری

خبر جو ملتی ہے ساقی بری ہی ملتی ہے
دے مجھ کو بادۂ گلفام و وضعِ بے خبری

کلاہِ سروریت کج مباد بر سرِ حسن
کہ زیبِ تخت و سزاوارِ بخت و تاج سری

کلاہِ سروری گر کج ہو حسن کے سر پہ
ہے زیبِ تخت و سزاوارِ تخت و تاجِ سری

بہ یمنِ ہمتِ حافظ امید ہست کہ باز
اری اسامر لیلای لیلة القمر

بیان ایسا ہے حافظ ترا کہ لیلیٰ بھی
سنے ہے قصۂ مجنوں بہ لیلة القمری

گفتند خلائق کہ توئی یوسفِ ثانی
چوں نیک بدیدم بحقیقت بہ ازانی

کہتا ہے زمانہ کہ ہے تو یوسفِ ثانی
ہوتا ہے مگر دیکھ کے یوسف تجھے پانی

در عشق تو ام شہرہ چو فرہاد و عجب نیست
اے خسرو خوباں کہ تو شیرین زمانی

مشہور اگر میں ہوا فرہاد کے مانند
وہ خسرو خوباں بھی ہے شیریں زمانی

تشبیہ دہانت نتواں کرد بہ غنچہ
ہرگز نبود غنچہ بدیں تنگ دہانی

تمثیل دہن کی ترے کیسے ہو گل سے
تجھ سی نہ کسی غنچے میں ہے تنگ دہانی

صد بار بگفتی کہ دہم زاں دہنت کام
چوں سوسن آزاد چرا جملہ زبانی

وعدہ کیا سو بار، دیا بوسہ نہ لیکن
سوسن کی طرح تجھ کو بھی ہے جملہ زبانی

گفتی کہ دہم کامِ دہانت بستانم
ترسم ندہی کامم و جانم بستانی

جان مانگے ہے عوض وصل کے لیکن مجھے ڈر ہے
جاں ہجر میں لے گا تو مری جانِ جہانی

چشم تو خدنگ از سپر جاں گذرانید
بیمار کہ دیدہ است بدیں سخت کمانی

اس دل کے ہوا پار، سپر چیر کے ناوک
کیا دیدۂ بیمار کی ہے سخت کمانی

در راہِ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پائے
چوں نامہ چرا یکدمش از لطف نخوانی

بل سر کے چلا شکلِ قلم راہِ وفا پر
پڑھتے نہ کبھی نامۂ عاشق کی زبانی

چوں اشک بیندازیش از دیدۂ مردم
آں را کہ دمے از نظرِ خویش برانی

جب تو نے ہٹالی ہے نظر اپنی کسی سے
بس دیدۂ مردم سے گرا ہو کے وہ پانی

گر سرو بیانداز قد و رفتارِ تو برپائے
بخرام کہ از سرو گذشتی بروانی

ہر سروِ چمن شرم سے گڑ جائے زمیں میں
دیکھے وہ اگر تیری خرامی و روانی

حافظ بجفا از تو شکایت ننماید
زاں رُو کہ بہر جورِ تو لطفیست نہانی

حافظ کو نہیں تیری جفاؤں کی شکایت
دیکھے ہے وہ ہر جور میں اک لطفِ نہانی

گذشتی بر منِ غمدیدہ از راہِ جفاکاری
بلے تو عمری و بر عمر کے باشد وفاداری

نہیں بے جا میری جاں! تیری یہ رسمِ جفاکاری
کہ کیسے کوئی رکھے جاں سے امیدِ وفاداری

رقیبے در پئے آزارِ جانِ ماست واویلا
سگِ کوئے تو پیدا کرد خوئے مردم آزاری

رقیب اور در پئے آزارِ جان و قلب، واویلا
ترے کوچے کے کتے کو ہے خوئے مردم آزاری

خطا باشد بذکرِ عارض و زلفینِ او گفتن
سخن از لعبتانِ چینی و از مشکِ تاتاری

خطا کرنا ہے جب ہو ذکرِ گیسو و رخِ جاناں
بیانِ لعبتانِ چین و ذکرِ مشکِ تاتاری

بدہ ساقی مے تا بہ کہ یکدم بے خبر گردم
کہ جانم بر لب آمد از تکلفہائے ہشیاری

پلا اتنی مجھے ہو جاؤں میں مدہوش اے ساقی
کہ جاں لیتے ہیں میری یہ تکلفہائے ہشیاری

تو خواہی خونِ ما ریزی و خواہی لطف و احساں کن
عنانِ اختیار با دستِ تست و مختاری

تو چاہے خون کر اس کا تو چاہے لطف و احساں کر
عناں حافظ نے دے کر ہاتھ میں دی تجھ کو مختاری

گشتہ از آتشِ مے عارضِ تو گُل وارے
چوں ز نالم من دل سوختہ بلبل وارے

آتشِ مے سے بنا جب ترا رخ گُل جیسا
پھر نہ کیوں نالہ کرے دل مرا بلبل جیسا

دلبرا بر رُخِ زیبائے تو آں زلفِ سیاہ
سایۂ بر سمن انداختہ سنبل وارے

رخِ زیبا پہ ترے ہوتی ہے جب زلفِ سیاہ
یاسمیں پہ کرے سایہ ہے یہ سنبل جیسا

وائے آنکس کہ نہ خوش شد مے و رندی نکند
شیشۂ مے چو صلا بر زدہ ات مل وارے

رندی مجھ کو نہ ہو کیوں مے نہ پیوں کیسے
شورِ شیشے کا ہے جب بزم میں قلقل جیسا

میکند قمریِ محنت زدہ در گوشۂ باغ
از غمِ لالہ و گُل نالۂ بلبل وارے

بیٹھ کے قمری مصیبت زدہ اک گوشے میں
غمِ لالہ میں کرے زار ہے بلبل جیسا

ظاہر آنست کہ از بہرِ پریشانیِ ماست
حلقہ حلقہ شدہ آں زلفِ تسلسل وارے

واسطے قلبِ پریشاں کی گرفتاری کے
حلقہ کوئی نہیں اُس زلفِ تسلسل جیسا

کے شود ہم نفسِ چو منتو گدائے حافظ
بادشاہے کہ بود اہلِ تجمل وارے

تجھ سا حافظ نہیں دنیا میں گدا کوئی بھی
فقر میں فخر ہو اک اہلِ تجمل جیسا

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے
پُر کن قدح کہ بے مے مجلس ندارد آبے

مخمورِ عاشقی ہوں لائے شراب کوئی
بے مے نہیں ہے مجلس میں آب و تاب کوئی

عشقِ رُخِ چو ماہش در پردہ راست ناید
مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے

چاہے اگر کہ کھولے الفت کا راز میرا
نغمہ سنائے کوئی، لائے شراب کوئی

چوں آفتابِ رویش در دیدہ می نگنجد
اے دل چہ سود داری در دیدہ مضطرابے

جب آفتابِ رُخ کی تاب آنکھ میں نہ ہو تو
رکھے پھر اپنے دل میں کیوں اضطراب کوئی

در انتظارِ رویت ما و امیدواری
وز عشوۂ لبانت ما و خیال و خوابے

ہے انتظارِ رُخ میں اِک نا امیدواری
عشوہ ہے اُس کے لب کا، ہو جیسے خواب کوئی

دستِ غرض میالائی بر کاسہ گدائی
انجام کار نبود از وے امید آبے

دستِ غرض نہ پھیلائے ایسی خشک سالی
اک قطرہ تک نہ ڈالے کاسے میں آب کوئی

حافظ چہ می نہی تو دل بر وصالِ جاناں
کے تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے

حافظ تو رکھ نہ کوئی امیدِ وصلِ جاناں
تشنہ کو سیر کرتا ہے کیا سراب کوئی

مائیم و غمِ عشق جوانے و خیالے
در ماہِ رخش گشتہ تنم ہمچو ہلالے

دل ایک ماہ رُخ نے کیا پُر ملال ہے
خمدار جسم ضعف سے شکلِ ہلال ہے

با محنتِ ہجرِ تو شب و روز قرینم
تا یا تو کجا دست دہد روزِ وصالے

ملتے ہیں روز و شب غم و محنت فراق میں
کب دیکھئے خدا مجھے دیتا وصال ہے

احوالِ مرا عرضہ کنی پیشِ نگارم
اے بادِ صبا گر بود آں سمت مجالے

جا کے بیان کر مرے احوال یار سے
بادِ صبا اگر تجھے اتنی مجال ہے

ور زانکہ ز حالِ منِ بیچارہ بپرسد
گو از غمِ ہجرانِ تو گشتہ ست خلالے

کہہ اس سے حالِ زار وہ گر تجھ سے پوچھے
لاغر بدن ہوا میرا مثلِ خلال ہے

ہر کس ز جہاں منصب و مالے طلبید
ما را غمِ عشقِ تو بہ از منصب و مالے

منصب کی مال کی ہے طلب سب کو دہر میں
منصب مجھے ہے عشق ترے غم میرا مال ہے

حاشا کہ نخواہیم بدنیا و بہ عقبےٰ
جز خاکِ سرِ کوئے تو مالے و منالے

دنیا و عاقبت سے نہیں مجھ کو کچھ طلب
بس خاکِ کوئے یار ہی مال و منال ہے

گفتم بجہاں آرزوئے وصلِ تو دارم
گفتا چہ کنی حافظؔ سودائے محالے

حافظؔ تجھے ہے آرزوئے وصلِ یار گر
سودائے جوئے شیر ہے کارِ محال ہے

نوبہار است در آں کوش کہ خوشدل باشی   پھر بہار آئے گی پھر بلبلِ خوش دل ہوگا
کہ بسے گل بدمد باز و تو در گِل باشی   پھول جو باغ میں ہے پردہ درِ گِل ہوگا

چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند و لے   چنگ کے پردے سے نکلے گی نصیحت لیکن
وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی   دلِ دیوانہ نصیحت کے نہ قابل ہوگا

من نگویم کہ چہ کن با کہ نشین و چہ بنوش   کیا کرے کیا پیے اور ساتھ تو کس کے بیٹھے
کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی   خود سمجھ ہوگی اگر زیرک و عاقل ہوگا

در چمن ہر ورقے دفترِ حالے دگر است   حسن ہوگا جو نمودار گلوں میں تو چمن
حیف باشد کہ ز حالِ ہمہ غافل باشی   ان تہِ خاک حسینوں سے نہ غافل ہوگا

گرچہ راہیست پُر از بیم ز ما تا برِ دوست   راہ کاشانۂ دلبر ہے خطرناک بہت
رفتن آساں بود ار واقفِ منزل باشی   ہوگی آساں تو اگر واقفِ منزل ہوگا

نقدِ عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف   نقدِ جاں تیری کرے گا غمِ دنیا ضائع
گر شب و روز دریں قصۂ باطل باشی   گر شب و روز تجھے قصۂ باطل ہوگا

حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد   بختِ بیدار اگر ساتھ رہے گا حافظ
صیدِ آں شاہدِ مطبوعِ شمائل باشی   قرب میں شاہدِ مطبوعِ شمائل ہوگا

وقت را غنیمت داں آنقدر کہ بتوانی
حاصل از حیات اے جاں یکدم ست تا دانی

غنیمت جان ملتا ہے جو وقتِ عیش و آسانی
کہ جانِ یک نفس دیتی ہے ہر لمحہ پریشانی

پیشِ زاہد از رندی دم مزن کہ نتواں گفت
با طبیبِ نا محرم حالِ دردِ پنہانی

نہ کہو زاہد سے قصہ اپنی رندی کا نہیں کرتے
ہر نا محرم طبیباں پہ کچھ بیانِ دردِ پنہانی

با دعائے شبخیزاں اے شکر دہاں مستیز
در پناہِ یک اسم ست خاتمِ سلیمانی

دعاؤ نالۂ شبخیز سے جھگڑا نہ کر اے جاں
پناہ و اسمِ اعظم سے ہیں سب حکمِ سلیمانی

یوسفِ عزیزم رفت اے برادراں رحمے
کز غمش عجب دیدم حالِ پیرِ کنعانی

نہ پھینکو چاہ میں یوسف کو اے بھائی ذرا سوچو
کہ اس کی یاد میں تڑپے گا کیسا پیرِ کنعانی

می روی کہ مژگانت خونِ خلق می ریزد
تند می روی جاناں ترسمت فرو مانی

بہا اتنی نہ تیزی سے تو خونِ عاشقاں جاناں
مجھے ڈر ہے کہ تھک جائے گی تیری تیغِ مژگانی

پندِ عاشقاں بشنو وز درِ طرب باز آ
کایں ہمہ نمی ارزد شغلِ عالمِ فانی

سنو پند و نصیحت عاشقوں کی حرص کو چھوڑو
نہیں دیتا نشاط و عیشِ دامِ عالمِ فانی

زاہدِ پشیماں را شوقِ بادہ در جانست
عاقلا مکن کارے کآورد پشیمانی

بنے اک میں شوقِ بادہ اور زباں پہ عیبِ مے خواری
یہ دو روئی تیری زاہد تجھے دے گی پشیمانی

خم شکن نمی داند ایں قدر کہ صوفی را
جنس خانگی باشد ہمچو لعل رمانی

نہ توڑے محتسب خم میکدے کے دیکھ صوفی بھی
جو کیسے مست ہیں پی کر شرابِ عشقِ ربانی

گر تو فارغی از من اے نگارِ سنگیں دل
حالِ خود بخواہم گفت پیشِ آصفِ ثانی

نہ کر توڑے بتِ سنگین دل خونِ جگر اتنا
نہیں ہے کیا تجھے کچھ خوفِ عدلِ آصفِ ثانی

از درم در آمد مست بزم بشادی دست
روشنی بما پیوست راستی بہ ارمانی

بجاؤں شادیانہ اور کروں میں رقص مستانہ
اگر مستانہ آجائے کبھی تشریفِ جانانی

باغباں چو من زینجا بگذرم حرامت باد
گر بجائے من سروے غیرِ دوست بنشانی

لحد پر گر لگائے باغباں تو سرو اس جیسا
تو گورستاں مرا بن جائے رشکِ باغِ رضوانی

دل ز ناوکِ چشمت گوش داشتم لیکن
ابروئے کماندارت می برد بہ آسانی

بہ مشکل دل اگر بچ جائے تیرِ چشم سے تیرے
کمانِ ابرو کرتی ہے اسے بسمل بہ آسانی

جمع کن باحسانے حافظِ پریشاں را
اے شکنجِ گیسویت مجمعِ پریشانی

کرے ہے حافظِ شوریدہ سر کی جمع خاطر وہ
شکنجِ زلف ہے جس شوخ کا مجمعِ پریشانی

هزار جهد بکردم که یارِ من باشی
قرار بخشِ دلِ بے قرارِ من باشی

کیے ہزار جتن اب وہ یار ہو میرا
قرار بخشِ دلِ بے قرار ہو میرا

دمے بکلبۂ احزانِ عاشقاں آئی
شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی

کبھی تو کلبۂ احزانِ عاشقاں میں آ
لگے انیسِ دلِ سوگوار ہو میرا

چراغِ دیدۂ شب زنده دارِ من گردی
امیرِ روزِ من و روزگارِ من باشی

چراغِ دیدۂ بے خواب شب میں اور دن میں
تو غمگسارِ غمِ روزگار ہو میرا

رفیق و مونس و آرامِ جانِ من گردی
انیسِ خاطرِ امیدوارِ من باشی

رفیق و مونس و آرامِ جان و دل بن جا
انیسِ خاطرِ امیدوار ہو میرا

ازاں عقیق کہ خونیں دلم ز عشوۂ او
اگر کنم گلہ رازدارِ من باشی

وہ جس عقیق نے خوں میں کیا ہے دل کو
گلہ جو اُس کا کروں رازدار ہو میرا

شود غزالۂ خورشید صیدِ لاغرِ من
گر آہوئے چو تو یکدم شکارِ من باشی

غزالِ شمس بھی ہو صیدِ ناتوان اگر
ہرن کوئی ترا جیسا شکار ہو میرا

سہ بوسہ کز دو لبت کردہ وظیفۂ من
اگر ادا نہ کنی وامدارِ من باشی

جو تین بوسے دو لب کے وظیفہ میرا ہیں
تو گر ادا نہ کرے قرضدار ہو میرا

من ایں مراد نہ بینم بعمر خود کہ شبے   بجائے اشکِ رواں آنکھ میں ہو نوری تو
بجائے اشکِ رواں در کنارِ من باشی   اگر وہ نورِ جہاں ہم کنار ہو میرا

دراں چمن کہ بتاں دست عاشقاں گیرند   کریں چمن میں ہیں بت دستگیری عاشق
گرت ز دست برآید نگارِ من باشی   لے ہاتھ ہاتھ میں میرا نگار ہو میرا

چو خسروانِ ملاحت بہ بندگاں نازند   ہے خسروانِ ملاحت کو ناز بندوں پر
دراں میانہ خداوندگارِ من باشی   خدارا تو بھی خداوندگار ہو میرا

من ارچہ حافظِ شہرم جوے نمی ارزم   ہوں گرچہ شہر کا حافظ میں کیا ہوں کچھ بھی نہیں
مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی   نہ جب تلک کرم آمادہ یار ہو میرا



غزلیاتِ حافظ شیراز



غزل گفتی و دُر سُفتی بیا و خوش بخواں حافظ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را